حیاتِ نفیس

معہ برگِ گل



سوانح

سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

تاثرات

حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

حیاتِ نفیس

حیاتِ نفیس

معہ برگِ گل

سوانح حیات مخدوم العلماء
حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ
انور حسین زیدی سے نفیس الحسینی تک
کی ایمان افروز داستان۔
مرید سے شیخ طریقت تک کے
بصیرت افروز حالات
عالم اسلام کے معروف و محبوب
خطاط کے تجدیدی کارناموں پر محیط
ایک اصلاح افروز کتاب

ناشران
حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم
حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مرتب
محمد اسحٰق ملتانی
(مدیر: ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

حیاتِ نفیس

تاریخ اشاعت .... جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ ..... چوک فوارہ ..... ملتان — مکتبہ رشیدیہ ..... راجہ بازار ..... راولپنڈی

ادارہ اسلامیات ..... انار کلی ..... لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی ..... خیبر بازار ..... پشاور

مکتبہ سید احمد شہید ..... اردو بازار ..... لاہور — ادارۃ الانور ..... نیو ٹاؤن ..... کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ ..... اردو بازار ..... لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ ..... جامعہ حسینیہ ..... علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ کی صفت جمال کے مظہر حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ میدان طریقت ہو خطاطی نعت گوئی یا مدارس وخانقاہوں کی سرپرستی وہ ہر کار خیر میں پیش پیش رہے۔ جامع صفات کے مالک مخدوم العلماء حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی ''حیات نفیس'' ادارہ کی جدید مطبوعات میں سے ہے جس کی ترتیب واشاعت پر جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ روز اول سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی شخصیات اوران کی بے غبار تعلیمات کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے۔ اسی جذبہ کے تحت یہ کتاب مرتب کی گئی تاکہ مخدوم العلماء حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ کے ایمان افروز حالات اور قابل رشک کمالات منظر عام پر آ جائیں۔

بزرگان دین کی صحبت انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے اس کی واضح دلیل حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وجود مسعود تھا کہ ایسا شخص جس کی ابتدا اسکول وکالج سے ہوئی لیکن حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کی صحبت کا ثمرہ یہ دیکھا گیا کہ وہ شخص جو خود عالم نہیں لیکن بیسیوں علماء کا مربی ومرشد ہے اور کئی دینی اداروں کا سرپرست ہے جس کی صحبت کیلئے لوگ دور دراز سے سفر کر کے جاتے اور دین ودنیا کی خیروبرکات دامن میں سمیٹ لاتے۔ اللہ پاک نے جہاں فن خطاطی کے حوالہ سے آپ کی شخصیت کو عالم اسلام میں منفرد مقام عطا فرمایا وہاں آپ وقت کے شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی اپنے اور غیروں سب کیلئے ابر کرم تھی جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں انسانیت اور آدمیت

کا درس ملتا۔ آپ کی وفات پر ملک بھر میں آپ کے متعلقین احباب اور اکابر نے اپنے اپنے مضامین ومقالات میں جو کچھ لکھا ہے۔ انہی مضامین کو سوانحی شکل میں مرتب کر کے اس کتاب میں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض وہ مضامین بھی ہیں جو آپ کی حیات ہی میں لکھے گئے۔ جیسا کہ آپ کے منظوم کلام برگِ گل سے پہلے جناب اظہار احمد گیلانی نفیسی صاحب کا مضمون حضرت کی سوانح کے بارہ میں جامع ہے اور اسے حسب سابق برگِ گل سے پہلے ہی دیا گیا ہے۔

''حیات نفیس'' میں حضرت شاہ صاحبؒ کی سوانح حیات' خطاطی میں تدریجی ترقی اور کمال حضرت رائے پوریؒ کی صحبت اور اس کے ثمرات و برکات' مجالس نفیس' عادات ومعمولات' مکمل منظوم کلام نفیس' یعنی برگ گل فن خطاطی کے نفیس جواہر پارے' جیسے عنوانات پر مشتمل یہ کتاب ان شاء اللہ اگر خطاطی کے شائقین کیلئے مفید ہے تو سالکان طریقت کیلئے اصلاح افروز مقالات کا مجموعہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ادارہ سے تعلق

گلدستہ تفاسیر، دینی دستر خوان کے مرتب ہمارے والد محترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہٗ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت خیر الدین صابر صاحب گزرے ہیں جو یہاں ملتان میں مقیم تھے۔ حضرت نفیس شاہ صاحبؒ کے عم محترم سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ صابر صاحب ان کے پختہ قلم سے متاثر ہوئے اور انہیں پنجاب آنے کی دعوت دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ عم محترم نے صابر صاحب کی ترغیب پر سیالکوٹ کے علاقہ کی طرف نقل مکانی کی اور یوں شاہ صاحب کا خاندان یہاں پاکستان میں سکونت پذیر ہوا۔ تقریباً تین وسال قبل جب حضرت شاہ صاحب یہاں ملتان میں تشریف لائے اور جامعہ صدیق اکبر (متصل ابدالی مسجد) میں قیام فرماتے تھے تو بندہ ادارہ کی جدید کتاب ''جدید سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا مسودہ دکھا کر دعائیں لینے گیا تو حضرت نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ ہمارے خاندان کے پاکستان آمد محترم خیر الدین صابر صاحب ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے اس لئے آپ کا خاندان ہمارے

محسنین میں سے ہے۔ حضرت کی والد محترم سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ درج بالا واقعہ کا تذکرہ فرماتے اور ممنون بھرے انداز میں دعاؤں سے نوازتے۔

بندہ کے برادر حافظ ایوب ملتانی جو کہ آج کل مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ فن سلوک اور خطاطی میں حضرت شاہ صاحب کے مرید اور شاگرد ہیں۔ جن کا مختصر تذکرہ کتاب ہذا میں تلامذہ کی فہرست میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت اپنے علمی ذوق کی بنا پر ادارہ کے ساتھ خاص شفقت وعنایت کا معاملہ فرماتے۔ کئی مرتبہ بنفس نفیس ادارہ پر تشریف لائے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

بندہ کی نظر میں حضرت کا جو خاص وصف ان کی پوری زندگی پر غالب نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اکابر کے مسلک اعتدال پر نہ صرف خود مستقیم رہے بلکہ اکابر کی نایاب کتب کی حفاظت واشاعت کیلئے ہمہ وقت متحرک رہتے۔ مولانا روم رحمہ اللہ کی معرکۃ الاراء کتاب مثنوی کا دفتر ہفتم جو حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ کا لکھا ہوا ہے۔ عرصہ سے نایاب تھا۔ حضرت نے اس کا ایک نسخہ اپنے مبارک والہ نامہ کے ساتھ اشاعت کیلئے ادارہ کو بھجوایا۔ آپ کی تحریر کا عکس نفیس جواہر پارے کے تحت کتاب ہذا کے آخر میں موجود ہے۔ اسی طرح ادارہ کی مطبوعہ کتب میں سے مکتوبات وملفوظات اشرفیہ حضرت گنگوہیؒ اور ان کے خلفاء کے ٹائٹل حضرت ہی کی شاہکار کتابت سے مزین ہیں۔ بندہ کے والد ماجد حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم بھی ختم نبوت کے خادم ہیں اور مجلس تحفظ ختم نبوت سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے اس حوالہ سے بھی حضرت شاہ صاحب اور والد محترم میں محبت وعقیدت کی فضا ہمارے لئے بہترین نمونہ رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور حضرت والد صاحب کو صحت عافیت رکھیں آمین۔

زیر نظر کتاب ''حیات نفیس'' کی ترتیب وتزئین میں جن کرم فرما احباب کا پرخلوص تعاون حاصل ہوا ان میں سرفہرست حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا) کی مکمل مشاورت اور دعائیں حاصل رہیں۔ کتاب ہذا کا نام بھی حضرت ہی کے مشورہ سے طے کیا گیا۔

لاہور سے ہمارے کرم فرما مولانا عبداللطیف صاحب (جو کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خاص محبین میں سے ہیں) نے حضرت کی خانقاہ، قبر مبارک ودیگر مقامات کی تصاویر ہمیں بھجوائیں اللہ پاک انہیں شایان شان اجرِ عظیم عطا فرمائیں۔

اعلیٰ ونفیس علمی ذوق کی شخصیت جناب ڈاکٹر طاہر جمیل صاحب کا شکریہ ادا کئے بغیر یہ سطور نامکمل رہیں گی۔ جن کی عملی تعاون کے بغیر شاید اس انداز میں کتاب کی ترتیب نہ ہو سکتی۔ آپ نے حضرت کی نایاب کتب اپنی لائبریری سے میسر ہی نہیں فرمائیں بلکہ اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے حسب منشاء استفادہ کی بھی عام اجازت دی۔ اللہ پاک حضرت ڈاکٹر صاحب کے اس نفیسی ذوق کو مزید جلا بخشیں۔ جملہ اراکین ادارہ ان معاون حضرات کا تہہ دل سے شکرگزار ہیں۔

دوران مطالعہ کوئی مفید علمی یا اصلاحی بات نظر سے گزرے تو اسے جمال نفیس ہی کا پرتو سمجھا جائے اور اگر ترتیب کے حوالہ سے کوئی سقم یا اغلاط ہوں تو انہیں احقر مرتب ہی کی طرف منسوب کیا جائے۔

آخر میں اس بات کی وضاحت کردی جائے کہ یہ کتاب حضرت کی مکمل سوانح حیات نہیں بلکہ معاصرو متعلقین ومحبین کے لکھے گئے مضامین کا مرتب شدہ جدید مجموعہ ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب حضرت کی مکمل سوانح لکھنے والے کیلئے مقدمۃ الجیش کا کام دے گی۔

اللہ پاک اس مجموعہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں اور حضرت کے جاری فرمودہ جملہ امور خیر کو بخیر وعافیت جاری رکھیں اور انہیں حضرت کیئے صدقہ جاریہ بنائیں۔

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہٗ

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

مئی ۲۰۰۸ء

اجمالی فہرست

فہرست عنوانات

فہرست برگ گل

بسم الله الرحمن الرحيم

جدة : ١٢ شوال المكرم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاندانی پس منظر

سید نفیس الحسینی اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطاط اور شیخ طریقت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب قطب الاقطاب خواجہ دکن سید محمد حسینی گیسودراز رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔

سادات گیسودراز پنجاب کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

سید نفیس الحسینی بن سید محمد اشرف علی بن سید بڈھن شاہ بن سید محمد شاہ حسینی بن سید شاہ محمد سلیم بن سید شاہ محمد صالح بن شاہ عبدالکریم حسینی مہاجر مکی بن سید شاہ گل محمد حسینی بن شاہ حفیظ اللہ حسینی بن شاہ اسد اللہ حسینی بن سید عبداللہ حسینی بن سید محمد صوفی حسینی گلبرگوی بن سید احمد حسینی بن خواجہ ابوالفیض شاہ من اللہ حسینی بن حضرت سید یوسف المعروف محمد اصغر حسینی گلبرگوی بن حضرت سید محمد حسینی گیسودراز قدس سرہ۔

حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی رحمہ اللہ ۱۱۳۴ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آ بسے تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید گل محمد حسینی رحمہ اللہ تھے۔ سید گل محمد حسینی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالکریم حسینی رحمہ اللہ تھے جو موضع ننگل کملا (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں قیام پذیر تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ مع اہل وعیال حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں درس وتدریس کا شغل اختیار کیا' آپ تادم آخر وہیں رہے۔

حضرت شاہ عبدالکریم حسینی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد صالح تھے جو عوام میں صالحوں شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ عارف ربانی اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ موضع کرنگالی (تحصیل پسرور) میں آپ اکثر اوقات بسر فرماتے۔ وہاں آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر فرمائی جو تا حال موجود ہے۔ تخمینہ آپ نے بارھویں صدی ہجری کے آخر یا

تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں وفات پائی اور قبرستان کرنگالی میں مدفون ہوئے۔ حضرت شاہ محمد صالح حسینی رحمہ اللہ کے ایک ہی فرزند تھے یعنی حضرت شاہ محمد سلیم رحمہ اللہ جن کا مسکن و مدفن موضع ننگل کملاہی تھا۔ حضرت شاہ محمد سلیم رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادے شاہ غلام محمد رحمہ اللہ تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد شاہ رحمہ اللہ تھے جو ایک ولی کامل، متوکل علی اللہ درویش اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ نے عمر کا بیشتر حصہ موضع الھڑ (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں گزارا۔ آپ ہی کے زمانے میں امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی جماعت مجاہدین کے سکھوں سے معرکے ہوئے جن میں غازیان اسلام نے شجاعت، جان سپاری اور ایثار کی نئی تاریخ رقم کی۔ حضرت سید محمد شاہ رحمہ اللہ حاذق و کامل طبیب بھی تھے۔ آپ دوا اور دُعا دونوں سے مخلوق خدا کو مستفید فرماتے۔ آپ نے موضع الھڑ کے مشرق میں ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی جو برسوں آپ کے اذکار و اشغال سے معمور رہی۔ آپ کی وفات ۱۸۶۰ء کے کچھ ہی بعد ہوئی۔

سید محمد شاہ رحمہ اللہ کی دو ازواج سے چھ بیٹے تھے۔ آپ کی اہلیہ ثانیہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد اپنے تین بیٹوں کو لے کر گھڑیالہ غربی منتقل ہو گئیں۔ آپ کے صاحبزادے سید بڈھن شاہ نے عمر کا بقیہ حصہ گھڑیالہ ہی میں گزارا جہاں آپ کا انتقال مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء بوقت طلوع فجر ہوا۔ سید بڈھن شاہ کے سات صاحبزادے تھے جن میں پانچویں نمبر پر سید محمد اشرف علی سید القلم تھے۔ آپ فن خطاطی میں مہارت رکھتے تھے۔ نیز طبیب بھی تھے۔ فن خطاطی آپ نے اپنے تایا زاد بھائیوں حکیم سید محمد عالم شاہ (ولادت ۱۶ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ مطابق ۷ انومبر ۱۸۸۳ء، وفات ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق ۸ جون ۱۹۴۳ء) اور حکیم سید نیک عالم شاہ (ولادت ۱۸۹۵ء، وفات ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء) سے اکتساب فن کیا اور ۱۹۲۲ء میں باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کا کتابت کردہ پہلا قرآن پاک مطبع قیومی (کانپور) سے شائع ہوا۔ ابتداء میں آپ صرف خط نستعلیق لکھتے تھے۔ خفی اور جلی نستعلیق میں آپ کا قلم جادو رقم تھا۔ بعد میں کتابت کلام الٰہی سے آپ کو خاص شغف ہو گیا اور صرف پر قرآن پاک لکھنے لگے۔ آپ نے زندگی میں سولہ مرتبہ قرآن پاک کی کتابت کی سعادت حاصل کی جن میں سے کچھ پارے تاج کمپنی نے بھی شائع کیے۔ تقسیم

برصغیر سے کچھ قبل لاہور کے اشاعتی ادارے پبلشرز یونائیٹڈ نے کلام پاک کی اشاعت کے لیے جب مختلف خطاطوں سے نمونے طلب کیے تو پورے پنجاب میں آپ ہی کے خط کو کلام پاک کی کتابت کے لیے بہترین قرار دیا گیا۔ اس کلام پاک کا متن آپ ہی نے کتابت کیا جب کہ ترجمہ کی کتابت منشی الماس رقم مرحوم نے کی تھی۔ کچھ عرصہ قبل مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی تفسیر معارف القرآن میں کلام پاک کا متن آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامک پبلی کیشنز لاہور اور ادارہ بیان القرآن لاہور نے آپ کے کتابت کردہ مصاحف شائع کیے ہیں۔ آپ کا انتقال مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا اور تدفین قبرستان میانی صاحب لاہور میں ہوئی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد

سید محمد اشرف علی سید القلم کے چار صاحبزادے ہیں جن میں سب سے بڑے ہمارے ممدوح حضرت سید نفیس الحسینی تھے۔ آپ کے بعد علی الترتیب سید منور حسین زیدی، سید دلاور حسین جاوید اور سید محمد سرور حسین ہیں۔

سید انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) المعروف بہ سید نفیس شاہ صاحب اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطاط ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت گیسو دراز رحمہ اللہ کی اولاد میں ایک بزرگ شاہ حفیظ اللہ حسینی ۱۱۳۴ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آ بسے تھے۔ سید نفیس شاہ صاحب انہی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ صاحب کے والد گرامی سید محمد اشرف علی سید القلم اور آپ کے سسر حکیم سید نیک عالم ماہر خطاط گزرے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا کتابت قرآن مجید سے خاص تعلق تھا اور دونوں نے زندگی بھر سب سے زیادہ کام کتابت قرآن مجید ہی کا کیا۔

جائے ولادت اور تاریخ ولادت

سید نفیس شاہ صاحب ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو موضع گھڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عہد طفولیت میں گھڑیالہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ حکیم سید نیک عالم اور حکیم سید محمد عالم معروف اساتذہ خطاطی موجود تھے۔ تقسیم سے کچھ عرصہ قبل

آپ گھڑیالہ سے لائلپور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی سکول لائل پور سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سکول کے نصاب میں ہندی کا مضمون بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے ہندی زبان میں خطاطی بھی سیکھی۔ میٹرک کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کی زیرِ نگرانی باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا اور بقیہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لائل پور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔

خاندان سادات اور سیالکوٹ

خاندان سادات کی لہریں اور موجیں اہل زمان و مکان کے اشخاص و افراد تمام جماعتوں، دینی اداروں، خانقاہوں، اہل تصنیف و تالیف، اہل دین و ادب اور جمیع انسانوں و ارواح کی نگہبانی کرتی رہیں۔ اسی طرح جو بھی طہارت و عفت، اخلاص، بہادری و سرداری کا مالک اور عارف باللہ ہے (سب کی نگہبانی کرتی رہیں)

ان لہروں و موجوں میں سے کچھ شہر سیالکوٹ کی طرف آئیں (جس کی وجہ سے) وہ ابھی تک علوم و آداب کا مرکز بنا رہا اور وہاں بہت بڑا خاندان سادات قیام پذیر ہے اور مسلمانوں پر اسے ہمیشہ سے سلطنت کا تمغہ حاصل رہا۔ صوبہ پنجاب میں ایک خوشنویسی و خطاطی کا خاندان بھی ہے جس نے عربی رسم الخط کی حضانت و پرورش پا کر نجابت و شرافت حاصل کی۔

عربی رسم الخط ایک مبارک عمل فرض کیا جاتا ہے جو از سلف تا خلف نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ مبارک ورثہ امام ربانی شیخ سید محمد انور شاہ بن محمد اشرف علی الحسینی رحمہ اللہ تک پہنچا (اور آپ عربی رسم الخط کے امام بنے)

آپ کی شخصیت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے عربی رسم الخط کی وراثت اپنے والد ماجد سے پائی اور اس میں جدت پیدا کی۔ یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ کو اس میں یدطولیٰ اور بہت بڑا رتبہ حاصل ہو گیا اور آپ رحمہ اللہ کے خط کی عمدگی اور حسن و جمال کی مثالیں قائم ہو گئیں اور پاکستان کا ثقافتی و تہذیبی خط، عربی رسم الخط شمار ہونے لگا اور حکومتی سطح پر اسے قبولیت حاصل ہوئی اور پھر اس کی روش چل پڑی۔

نام نسب اور لقب

آپ کا نام مبارک محمد انور حسین بن محمد اشرف علی رحمہ اللہ ہے۔ لقب مبارک نفیس ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ حسینی بھی ہیں اور ہروی بھی۔ ہروی اس لیے ہیں کہ آپ کے اجداد ہراۃ سے تشریف لائے اور شہر سیالکوٹ میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہیں آپ کی سعادت کا سورج چمکا اور ستارہ روشن ہوا۔

تربیت نفیس

آپ کی تربیت و پرورش ایک باایمان، مہربان، پاکدامن اور حلال کمائی کرنے والے والد ارکے زیر سایہ ہوئی۔ آپؒ کے والد ماجد اپنے ہاتھ کی کمائی (یعنی رزق حلال) سے کھایا کرتے تھے (جس کی برکات حضرتؒ کو بھی نصیب ہوئیں)

حضرت نے ایک ایسے گھرانہ میں نشو ونما حاصل کی ہے جہاں ان کے اجداد مبارکہ کے عجیب وغریب واقعات بیان ہوتے تھے۔ حضرتؒ ان واقعات سے ایمانی حلاوت محسوس فرماتے تھے اور راہ علوم حاصل کرتے۔

تعلیم نفیس

آپؒ نے عربی وفارسی کی تعلیم ادارے ہائے مختلفہ میں کئی سال نہایت اطمینان وسکون، ادب و وقار کے ساتھ حاصل کی۔

آپ نے جب ہوش سنبھالا اس وقت آپ کا گھرانہ فن خطاطی کا بڑا مرکز تھا جس میں تین ماہر فن اساتذہ حکیم سید محمد عالم صاحب، حکیم سید نیک عالم صاحب اور سید محمد اشرف علی سید القلم صاحب خطاطی سے شغل رکھتے تھے، دور ونزدیک سے فن خطاطی کے طالب گھڑیالہ آکر اس خانوادے سے اکتساب فن کرتے۔

سید نفیس شاہ رحمہ اللہ صاحب کو اوائل عمری ہی سے فن خطاطی سے خاص تعلق تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کے والد محترم کتابت فرماتے، آپ دائیں جانب کھڑے ہو کر انہیں کتابت کرتے دیکھتے۔ اس کے علاوہ فارغ اوقات میں اپنی انگلیوں نیز ٹھیکریوں

اور لکڑی سے زمین پر مشق کرتے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کا خط اپنے ہم جماعتوں میں سب سے خوبصورت تھا۔ اسی وجہ سے دیگر طالب علم فرمائش کر کر کے اپنی کاپیوں پر آپ سے نام لکھواتے تھے۔ اسی دور کا واقعہ ہے کہ گھڑیالہ کے ایک صاحب حافظ محمد علی جب دینی تعلیم کے حصول کے بعد واپس آئے تو زمانہ طالب علمی کے نوٹس کتابی شکل میں آپ سے قلمبند کرائے۔ ماضی قریب کے نامور نستعلیق نگار خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم بھی آپ ہی کے خانوادے کے شاگرد یعنی حکیم سید محمد عالم شاہ صاحب اور حکیم سید نیک عالم شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ جب وہ لاہور سے گھڑیالہ آئے اور آپ کی کتابت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور آپ کے والد محترم کے سامنے آپ کی تعریف کی۔ اس زمانے میں آپ نے لیتھو کتابت کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں آریہ ہائی سکول بھوپال والا (موجودہ جناح اسلامیہ ہائی سکول) سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔

آپ ابھی دسویں جماعت میں داخل ہی ہوئے تھے کہ تقسیم برصغیر عمل میں آئی۔ تقسیم سے کچھ ہی قبل آپ گھڑیالہ سے فیصل آباد (سابقہ لائل پور) منتقل ہو گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی سکول فیصل آباد سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے فن خطاطی کو بھی بطور ذریعہ معاش جاری رکھا۔ سب سے پہلے آپ کے والد مکرم نے آپ کو ''خطبات علمی'' کتابت کرنے کے لیے دیئے جس کی آپ نے نسخ اور نستعلیق دونوں میں کتابت کی۔ اس کے بعد آپ نے سیرت کی معروف کتاب ''رحمۃ اللعالمین'' مؤلفہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے حصہ اول کی کتابت کی جسے لاہور کے معروف ناشر کتب شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شائع کیا۔ بعد ازاں آپ نے ''تاریخ گلدستہ پاکستان'' کی اس قدر عمدہ کتابت کی کہ فیصل آباد میں آپ کی کتابت کی شہرت ہو گئی اور لوگ کام لے لے کر آپ کے پاس آنے لگے۔ جب فیصل آباد سے روزنامہ انصاف جاری ہوا تو آپ نے پہلے شمارے کے پورے صفحے کے لیے علامہ اقبال کی مشہور نظم ''لا الہ الا اللہ'' کی کتابت کی۔ یہیں سے اخباری کتابت کا آغاز کیا۔ فیصل آباد سے نکلنے والے ایک اور روزنامے ''غریب'' کے ابتدائی زمانے میں بھی آپ نے کتابت کا کچھ عرصہ کام کیا۔

تاریخ خطاطی

خطاطی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ یونانی زبان کے لفظ کیلوگرافی کا اردو مترادف ہے جس کے معنی ہیں خوب اور خوشنما مگر عرف عام میں اس کا اطلاق ایسی تحریر پر کیا جاتا ہے جو بنا سنوار کر پیش کی جائے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کا آغاز وشروع بھی یونانیوں کی مرہون منت ہے بلکہ ابتداء آفرینش سے ہی انسان وقلم علم سلک سے باہم منسلک ہوکر ارتقائی مراحل طے کرتے رہے ہیں۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جنہیں ابوالبشر کے لقب کے ساتھ ساتھ حروف شناسی اور اسماء آ گاہی کا علم عطا کیا گیا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: **علم آدم الاسماء کلها** (آدم کو کل اسماء کی تعلیم دی گئی) اور اسماء دراصل وہ اٹھائیس حروف ابجد یا حروف تہجی تھے جو صحیفے کی صورت میں حضرت آدم کو ودیعت کیے گئے اور مکرر یہی حروف حضرت ہود علیہ السلام پر اُتارے گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ وہ انتہا درجہ کے نفس نویس اور بہت بلند پایہ کتابت کرنے والے تھے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام وغیرہ متعدد قلم کاروں کے بارے میں حضرت مریم کی کفایت وسرپرستی کی بابت قرآن مجید قلم کے حوالے سے بھی کلام کرتا ہے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر اولاً جو وحی نازل کی گئی ہے اس میں بھی علم وقلم کے باہمی ارتباط وتعلق کو اُجاگر کیا گیا اور فرمایا گیا ہے "**اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم**" (پڑھیے، آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا)۔

احسن الکتاب "القلم" کے نام سے ایک مکمل سورت لائی گئی اور اس میں قلم کی قسم کھا کر اس کی اہمیت وعظمت اجاگر کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ قلم ہی ہے جسے یہ اعزاز وشرف

حاصل ہوا ہے کہ ذات علام وعلیم مطلق نے اسے علم کی اشاعت کا باعث بنایا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "الابجد مرکوز فی لوح محفوظ " (ابجد لوح محفوظ میں مرکوز ہے) یہ ارشاد فن خطاطی و کتابت کے ابجد کے بارے میں فرمایا گیا ہے جسے ابو العباس بونی نے لطائف الارشادات فی اسرار الحروف المعلومات میں نقل کیا ہے۔ نیز آپ کا یہ ارشاد بھی مشتہر فی الآفاق ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو تخلیق کیا۔

ازمنہ قدیم سے جزیرۃ العرب کے دو شہروں حمیر اور حیرہ کو خط و خطاطی کے حوالے سے بڑی شہرت حاصل رہی ہے۔ اگرچہ ان دونوں شہروں کے خطاطوں کی خطاطی و کتابت باہم مشابہ ایک جیسی تھی تاہم نسبت مکانی کے تحت رائج الوقت اسلوب نگارش کو "خط حمیری و خط حیری" کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ اب تک جو مخطوطے اور سنگی کتبے دریافت ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں متذکرہ خطوط کو اپنے عہد کے تمام رائج الوقت طرز تحریر و انداز نگارش پر برتری و فوقیت حاصل تھی پھر مرور زمانہ ان دونوں شہروں کے خطاط و کاتبان کے طرز تحریر کو سامنے رکھ کر اصلاحات کی حسن کاری کے ذریعے خط کو بھی ایجاد کیا گیا۔

فن خطاطی و کتابت کا سب سے زیادہ خوبصورت استعمال واظہار نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی اور پھر مختلف شاہان عرب وعجم کو بھیجے جانے والے مکاتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاطی و کتابت کی صورت میں کیا گیا اور کم از کم چالیس ایسے خوشا طالع و خوش بخت صحابہ کرام تھے جنہیں کاتبان وحی و مکاتیب ہونے کا اعزاز و شرف حاصل ہوا۔ امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو خود بھی قرآن کریم کی کتابت کرنے والی مقدس جماعت کے فرد فرید ورکن رکین رہے ہیں، کہتے ہیں کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کتابت قرآن کے دوران یہ ہدایت بھی فرمائی تھی کہ تم جب کسی چیز کی کتابت کرنے لگو تو ارقش کا اہتمام ضرور کیا کرو۔" میں نے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ارقش کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: حروف پر نقطے لگایا کرو تاکہ عبارت کے پڑھنے میں کسی غلطی کا صدور نہ ہو اور معانی ومطالب میں کوئی گنجلک وفرق نہ آئے۔

ابن ندیم نے عہد بنوامیہ و بنوعباس کے ان خطاطوں وخوش نویسوں کے اسماء واعلام کی

الفہرست میں بڑی لمبی فہرست بیان کی ہے جو شہرت کی بام ثریا تک پہنچے ہیں اور اطراف و اکناف عالم میں بڑا نام کمایا ہے۔ ان اولوالعزم خطاطوں میں ایک عظیم المرتبت خطاط ابن مقلہ بھی تھے جو احول محرر کے تملیذ رشید اور چھ خوبصورت خطوط کے موجد تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے نہایت خوبصورت پیرائے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ابن قلعه وضع کرد ایں شش خط از خط عرب ثلث و ریحان
و محقق، نسخ توقیع و رقاع

اور آگے چل کر توقیع و محقق کے باہمی ارتباط نے خط نسخ کے نام سے شہرت پائی اور اپنے سے پہلے جتنے طرز نگارش تھے ان سب کے ناسخ ہونے کی بناء پر اسے نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں اس عربی رسم الخط کا اجراء محمد بن قاسم کی باب الہند (سندھ) میں آمد و فتح کے معاً بعد ہی ہو گیا تھا اور ایک طویل عرصہ تک بلاشرکت غیرے اس کا طوطی بولتا رہا ہے۔ تا آنکہ نویں صدی ہجری میں ایران سے روابط کی بدولت الگ نیا رسم الخط متعارف ہوا جسے سید علی تبریزی نے تخلیق کیا تھا اور اسے خط نستعلیق کے نام سے پکارا گیا۔ ظہیر الدین بابر جہاں جنگجو و شجاع اور تلوار کے دھنی تھے وہاں بہترین خطاط، فن خطاطی کے قدردان اور خود ایک خط، خط بابری کے صانع بھی تھے۔ انہوں نے خط بابری میں قرآن مجید کا ایک نسخہ کتابت کر کے مسجد حرام بیت اللہ میں بھی ارسال کیا تھا۔ اسی طرح سلطان الہند شمس الدین التمش کے شہزادے ناصر الدین محمود نے بھی کتابت قرآن مجید کا شرف حاصل کیا تھا۔

جلال الدین اکبر، جہانگیر اور عالمگیر وغیرہ تمام شاہان مغلیہ بھی فن خطاطی کی حوصلہ افزائی و سرپرستی کرتے رہے ہیں اور جاگیروں کی شکل میں انعامات سے نوازتے رہے ہیں۔ خطاطوں کی دنیا میں ایک نامور خطاط عبدالرحیم میروی گزرے ہیں جنہیں جہانگیر نے "عنبرین قلم" کے خطاب سے نوازا تھا اور شاہجہان نے علی تبریزی کو "جوادرقم" کا خطاب دیا تھا۔

اورنگزیب عالمگیر جہاں جہانبانی کرتے تھے وہاں اعلیٰ مرتبہ کے خطاط بھی تھے اور فن خطاطی و خیاطی کو ہی ذریعہ معاش کے طور پر اپنایا تھا کہ قرآن مجید کی کتابت بھی کرتے تھے اور کپڑے کی ٹوپیاں بھی سیتے تھے۔ انہوں نے ایک قرآن مجید کی کتابت کر کے مسجد نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھوانے کے لیے ارسال کیا تھا۔ ماضی قریب میں فن خطاطی کی مسند کو جنہوں نے زینت بخشی ہے ان میں تاج الدین ''زرین رقم' عبدالمجید پروین رقم' محمد صدیق الماس رقم'' اور ''سید محمد اشرف زیدی' سید القلم' جیسے اساتذہ فن نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور فن خطاطی کی ابتداء

تین اول الذکر حضرات نستعلیق نگاری میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور مؤخر الذکر کو قرآن نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا اور انہی مؤخر الذکر سید القلم کے ہاں جن کا تعلق ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ کے مشہور قریہ گھڑیالہ سے تھا مورخہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک بچے نے جنم لیا جس کا خاندانی نام انور حسین رکھا گیا۔ نفیس الحسینی رحمہ اللہ کے قلمی نام سے متعارف و مشہور ہوئے' فن خطاطی کی اضافت و نسبت کے باعث ''نفیس القلم'' کہلائے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر خود صاحب ارادات اور اپنے ارادت مندوں میں ''حضرت شاہ صاحب'' کے نام سے یاد کیے گئے اور خوش نویسی و خوش خطی میں ''صاحب طرز'' بن کر ''خطاط العصر'' کے خطاب سے نوازے گئے۔ آل پاکستان خوش نویس یونین کے پہلے نائب صدر اور پھر متفقہ صدر چنے گئے۔ فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر متعدد قومی انعامات سے بہرہ ور کیے گئے۔ ملک کے بحیثیت خطاط صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی حاصل کرنے والے پہلے خطاط کے طور پر سامنے آئے اور عالمی مقابلہ خطاطی میں بطور منصف مدعو کیے گئے۔ حضرت شاہ صاحب اگرچہ باقاعدہ کسی دارالعلوم یا جامعہ کے فارغ التحصیل اور مستند عالم نہیں تھے تاہم علوم دینیہ میں بہت سے علماء دین اور فضلاء سے زیادہ دسترس و فضیلت اور اپنا مخصوص ذوق و میلان رکھتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ بقول صاحب آہوان صحرا ڈاکٹر عبادت بریلوی وہ عین عالم شباب میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان سے بیعت کر لی اور ان سے یہ ارادت اس قدر بڑھی کہ شاہ صاحب نے ان کے وطن رائے پور ضلع سہارن پور میں جا کر مہینوں قیام کیا اور ان کے

زیر سایہ طریقت کی مختلف منزلوں سے آشنا ہوئے۔ مزید لکھتے ہیں حضرت رائے پوری کی ذات گرامی کے ساتھ جو قرب الٰہی حاصل رہا اس نے ان کی دنیا ہی بدل دی اور اس کی بدولت روحانیت کی ایسی منزلوں سے ہمکنار ہوئے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک خوش قسمت انسان ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک خوش قسمت انسان ہی تھے اور اپنے شیخ سے شرف بیعت وقرب کو حاصل زندگی ہی یقین کرتے تھے۔
حضرت مفتی تقی عثمانی شاہ صاحب کے بارے میں رقم طرازی فرماتے ہیں کہ ہمارے مخدوم بزرگ حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی نفیس رحمۃ اللہ علیہ جو محبت کرنے والوں کے درمیان حضرت نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ ان اصحاب کمال میں سے ہیں جن کی نظیر کسی زمانے میں خال خال کی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فن خطاطی میں جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ان کے قلم سے خوش نویسی کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں وہ ملک وملت کے لیے قابل فخر ہیں اور خطاطی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فیصل آباد سے جب روزنامہ ''انصاف'' جاری ہوا تو آپ نے اس کے پہلے شمارے پر پیشانی اور علامہ اقبال کی نظم ''لا الہ الا اللہ'' لکھی۔ آپ کی کتابت کردہ پہلی کتاب جو زیور طباعت سے آراستہ ہوئی وہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی مشہور کتاب سیرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسے لاہور کے ایک معروف ناشر نے شائع کیا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ لائل پور سے لاہور منتقل ہو گئے۔ قیام لاہور کے ابتدائی عرصے میں آپ نے اورینٹل کالج کے شعبہ اردو فارسی میں تعلیم بھی حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک آپ نے روزنامہ نواب وقت لاہور میں بحیثیت سرخی نویس کام کیا۔ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۰ء تک آپ نے چٹان بلڈنگ لاہور میں پرائیویٹ طور پر خطاطی کا کام کیا۔ اسی دوران مختلف اوقات میں آپ روزنامہ احسان لاہور اور روزنامہ آزاد لاہور سے بحیثیت سرخی نویس وابستہ رہے۔ ۱۹۷۰ء سے اب تک آپ اپنے گھر پر ہی پرائیویٹ طور پر خطاطی کرتے اور طلبہ کو اصلاح دیتے رہے۔ اس دوران ہزارہا طالب علموں نے آپ سے اکتساب فن کیا۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک وہند میں سب سے زیادہ افراد

نے آپ ہی سے یہ فن سیکھا ہے۔ اپنے دور میں آپ کی شخصیت ایک مینارہ نور کی حیثیت رکھتی تھی۔ دور دور سے لوگ آپ کے پاس یہ فن سیکھنے آتے تھے اور مطلوبہ استعداد حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے شعبوں میں چلے جاتے۔ اب چونکہ کمپیوٹر کے ذریعے نستعلیق کی کتابت عام ہو چکی ہے اس لیے آپ سب سے پہلے خط نسخ کی تعلیم دیتے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کتابت قرآن مجید کا کام جاننے والے ہوں تاکہ آئندہ اس شعبے میں ماہر افراد کی قلت کا احساس نہ ہو۔

۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو شاہ صاحب رحمہ اللہ فیصل آباد سے لاہور منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد منشی تاج الدین زریں رقم سے تعارف ہوا جو آپ کے والد مکرم کے دوستوں میں سے تھے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اسے شاہ صاحب اپنے متعدد مقالات میں بھی تحریر فرما چکے ہیں کہ آپ نے مشق و استفادہ صرف اور صرف اپنے والد مکرم ہی سے کیا اور زریں رقم سے آپ کا تعلق استاد شاگرد کا نہیں بلکہ مشفق بزرگ کا تھا۔ اس حقیقت کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب زریں رقم سے ملاقات سے قبل ہی فن خطاطی میں مہارت حاصل کر چکے تھے اور فیصل آباد کی سطح تک نام بھی کما چکے تھے۔ آپ کا گھرانہ خود باکمال اساتذہ کا مرکز تھا۔ اس صورت میں بقول شاہ صاحب ''جس کے گھر میں گنگا بہہ رہی ہو اسے کہیں اور جانے کی کیا ضرورت تھی'' حقیقت میں زریں رقم نے اس عہد کے دیگر نوجوان خطاطوں کی طرح آپ کی بھی سرپرستی فرمائی اور پہلے روزنامہ احسان اور پھر روزنامہ نوائے وقت میں بطور خطاط اعلیٰ ملازمت دلائی۔

اس دور میں اخبارات میں خوبصورت اور خوش خط سرخیاں لکھنے کی روش چل نکلی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کا تقرر روزنامہ نوائے وقت میں بحیثیت خطاط اعلیٰ ہو گیا جہاں آپ نے اپنے فن کے خوب خوب جوہر دکھائے اور خط نستعلیق کے علاوہ نسخ، ثلث، طغرا اور خط تاج میں کمال فن کا مظاہرہ کیا۔ اسی دور میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے انتقال کی جلی خبر آپ نے خط ثلث میں لکھ کر سرخی نویسی میں ایک نئے خط کا اضافہ کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نوائے وقت میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک تقریباً پانچ سال بطور خطاط اعلیٰ رہے۔ جب آپ نے نوائے وقت میں ملازمت کا آغاز کیا تو آپ کی عمر بمشکل ۱۹ برس اور اخبار

چھوڑتے وقت محض ۲۳ برس تھی۔ اس دور کو نصف صدی گزر چکی اور اس درمیان نوائے وقت میں اور بھی خطاط آئے اور گئے لیکن اس اخبار کی تاریخ میں فن خطاطی کے لحاظ سے آپ ہی کا سنہری دور تھا۔ اب بھی فن خطاطی سے تعلق رکھنے والے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نوائے وقت کے لیے لکھی خوبصورت سرخیوں کو یاد کرتے ہیں بلکہ بعض شوقین حضرات نے ان خوبصورت سرخیوں کو اب تک محفوظ رکھا ہے۔

۱۹۵۶ء میں جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی عمر محض ۲۳ برس تھی' آپ کو پاکستان خوش نویس یونین لاہور کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسی سال آپ نے نوائے وقت سے استعفیٰ دیدیا اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کرنے لگے۔ نوائے وقت سے استعفیٰ شاہ صاحبؒ کی فنی اور روحانی زندگی کا اہم موڑ ہے۔ اس طرح آپ نے نہ صرف اخبار کی ملازمت سے استعفیٰ دیا بلکہ اس کے بعد تمام عمر کسی طرح کی ملازمت نہ کی۔ نوائے وقت کے بانی اور اس وقت کے مدیر اعلیٰ حمید نظامی مرحوم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کو بے حد پسند کرتے تھے اور خواہش مند تھے کہ آپ دوبارہ اخبار سے تعلق قائم کرلیں لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ جو فیصلہ کر چکے تھے اس پر ثابت قدم رہے۔

۱۹۵۷ء شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا اس لحاظ سے اہم ترین سال ثابت ہوا کہ اسی سال برصغیر کے نامور روحانی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ (وفات ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء) سے بیعت ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ شرف ہے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک حاصل زندگی ہے۔

ٹائٹل سازی

یوں تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے متعدد کتابوں کی پاکیزہ کتابت اپنے خوبصورت خط میں کی ہے مگر آخری عمر میں شدید مصروفیات' مسلسل اسفار اور دیگر کاموں کی وجہ سے صرف ٹائٹل سازی کا کام ہی کرتے رہے۔ اب تک بے شمار کتب و رسائل کے ٹائٹل تیار کر چکے ہیں۔ اس شعبے میں بھی آپ نے کئی اجتہادی تبدیلیاں کیں۔ یوں تو آپ تمام مروجہ خطوط پر یکساں عبور

رکھتے مگر ٹائٹل میں عموماً سب سے زیادہ خط نستعلیق ہی استعمال کرتے۔ اس کی بڑی وجہ ہمارے ہاں خط نستعلیق سے سب سے زیادہ مانوسیت ہے۔ نستعلیق کے علاوہ آپ ثلث، نسخ، دیوانی، رقعہ کوفی وغیرہ بھی بڑی مہارت سے لکھتے اور ٹائٹل پر ان خطوط کا مناسب جگہ پر خوبصورتی سے استعمال کرتے۔ شاہ صاحب کے ہر کام سے آپ کی ذہانت کا اظہار ہوتا ہے مثلاً عبارت کے مطابق خط کا استعمال اور خط کے لیے مناسب قط کا استعمال تا کہ عبارت واضح اور دلکش نظر آئے۔ ٹائٹل کی تیاری میں آپ مناسب رنگوں (Clour Scheme) کا بھی خوب استعمال کرتے جس سے اس کی جاذبیت اور حسن میں بے حد اضافہ ہو جاتا۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک و ہند میں آپ سے زیادہ کسی دوسرے خطاط نے ٹائٹل تیار نہیں کیے۔ دنیا کی ہر ایسی لائبریری میں جہاں اردو زبان کی دینی، علمی و ادبی کتب رکھی جاتی ہوں آپ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ ضرور ملے گا۔

اب تک پاکستان کے جن معروف علمی، دینی و ادبی اداروں کے ٹائٹل آپ نے تیار کیے ان میں سے چند یہ ہیں: پنجاب یونیورسٹی، مجلس ترقی ادب، مرکزی اردو بورڈ (موجودہ اردو سائنس بورڈ) اقبال اکیڈمی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ادارہ اسلامیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مکتبہ مدنیہ، رشیدیہ، مکتبہ سید احمد شہید، ادارہ ادب وتنقید، مرکزی انجمن خدام القرآن، مکتبہ بینات، مکتبہ اہلسنّت والجماعت، دارالاشاعت اور مجلس نشریات اسلام وغیرہ۔

فن خطاطی میں تدریجی ترقی

شاہ صاحب کے فنی سفر کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ہر بڑے خطاط کی طرح آپ کے خط کے مختلف ادوار ہیں جو رنگ آج سے تقریباً تیس برس قبل تھا وہ آج نہیں۔ آپ کا خط مسلسل ارتقائی منازل طے کرتا رہا ہے۔ آخری عمر میں آپ کے خط نستعلیق میں ایرانی نستعلیق کی جھلک واضح رہی جب کہ پہلے جس طرح آپ نستعلیق لکھتے تھے، اس میں ''پرویٔی نستعلیق'' کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ ایک موقع پر آپ نے اس بارے میں

فرمایا کہ آپ نے ہر دور میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی ہے اسی لیے آپ کے خط میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔اب جس طرح آپ نستعلیق لکھتے ہیں اس کے جوڑ اور پیوند ''پرویں نستعلیق'' کے جوڑ اور پیوندوں سے پتلے اور نازک ہیں۔

شاہ صاحب کا فنی سفر تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔اگر کوشش کی جائے تو شاہ صاحب کے نوادر جمع کر کے ایک عمدہ ''مرقع'' کی صورت میں چھاپے جا سکتے ہیں۔ایک تحقیق کے نتیجے میں جن چند نوادر کی تفصیل حاصل کی وہ یہ ہیں: خط نسخ میں قرآن پاک کے کئی اجزاء کی کتابت کر چکے ہیں۔اور یہ کام تادم تحریر جاری رہا۔دیوانِ غالب (مکمل کتابت) جسے پنجاب یونیورسٹی نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔کلام بلھے شاہ (مکمل کتاب) جسے معروف طباعتی ادارے پیکیجز نے شائع کیا۔کلیات میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (مکمل کتابت) شعرناب مرتبہ غلام نظام الدین (مکمل کتابت) سیرت سید احمد شہید رحمہ اللہ (جلد دوم) از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور قادیانیت از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی مکمل اور خوبصورت کتابت کی جن معروف کتب کے ٹائٹل آپ نے تیار کیے ان میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور اخبار ''الہلال'' کی مکمل عکسی اشاعت' تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ' معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ 'سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندوی مکتوبات ملفوظات اشرفیہ (سوانح حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ خلیفہ حضرت تھانوی) مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے علاوہ ماہنامہ البلاغ کراچی کے ''مفتی اعظم نمبر'' اور ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور کے ''قرآن نمبر'' میں بھی آپ کے خط کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔مختلف رسائل و جرائد جن کے آپ نے خوبصورت ٹائٹل تیار کیے ان میں قومی ڈائجسٹ' ندائے ملت' بادبان' صحافت' رحیق' الرشید' انوار مدینہ' البلاغ' بینات' حق چار یار شامل ہیں۔آپ نے ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر جماعت نہم و دہم کے طلبہ کے لیے ''کتاب خطاطی'' بھی لکھی ہے جس میں مختلف خطوط سیکھنے کے لیے مشقیں موجود ہیں۔یہ کتاب ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

پتھروں پر خطاطی

پتھروں پر آپ کی خطاطی کے نمونوں میں لاہور میں مسجد صلاح الدین ٹمبر مارکیٹ‘ مسجد حضرت علی چوک موہنی روڈ‘ مسجد فیض الاسلام گنپت روڈ‘ مسجد چوہدری ہسپتال شیش محل روڈ‘ مال روڈ لاہور پرسمت مینار کا پتھر نیز پروفیسر حمید احمد خان اور محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواح مزار قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) کے لیے سٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی آپ کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے ایوان اقبال لاہور میں آویزاں کرنے کے لیے کینوس (Canvas) کی تقریباً پچاس شیٹوں پر نستعلیق جلی میں علامہ اقبال کے متفرق اشعار لکھے ہیں۔ رنگ آمیزی کے بعد یہ خطاطی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ نے چھ خطوط میں دُرود شریف بھی لکھا ہے جس میں نہایت عمدگی اور مہارت سے ثلث‘ نسخ‘ نستعلیق‘ کوفی‘ دیوانی اور رقعہ کا استعمال کیا ہے۔ خط ثلث جلی میں اسمائے حسنیٰ بھی آپ کی خطاطی کی خوبصورت مثال ہے۔

معرکہ باٹا پور ۱۹۶۵ء کے متعدد کتبے شاہ صاحب نے لکھے جو آج بھی دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۵ء کے موقع پر دو کتبوں پر خطاطی جو آج بھی مال روڈ لاہور پر سمت مینار کے نزدیک دیکھے جا سکتے ہیں۔

متعدد مساجد کے کتبے مثلاً مسجد حضرت علی رضی اللہ عنہ (چوک موہنی روڈ لاہور)‘ مسجد فیض الاسلام (گنپت روڈ لاہور)‘ مسجد صلاح الدین (ٹمبر مارکیٹ لاہور)‘ مسجد چوہدری ہسپتال (شیش محل لاہور)‘ مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ (موہنی روڈ لاہور)‘ کتبات صفہ ٹرسٹ (محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور)‘ جامع مسجد جلالؒ (نوناریاں چوک گلشن راوی لاہور)‘ دارالعلوم اسلامیہ (کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور)‘ مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا (اسٹریچن روڈ کراچی)‘ لیاقت مسجد (بالمقابل خالق دینا ہال کراچی)‘ جامعہ قاسمیہ گوجرانوالہ وغیرہ وغیرہ۔

فن خطاطی پر اعزاز و اکرام

شاہ صاحب کو فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں اب تک جو جو اعزازات

عطا کیے گئے ہیں ان میں حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان کے تمام خطاطوں میں پہلا پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ اور میڈل، پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی نمائش خطاطی ۱۹۸۰ء میں اول انعام، قرآنی خطاطی کی کل پاکستان نمائش، زیراہتمام پاکستان پبلک ریلیشنز سوسائٹی لاہور منعقدہ ۱۹۸۲ء میں اول انعام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب پاکستان کے واحد خطاط ہیں جنہیں بغداد میں منعقدہ عالمی مقابلہ خطاطی اور نمائش ۱۹۸۸ء اور اسلامی ورثہ کے تحفظ کے بین الاقوامی کمیشن (ICIPICH) کے تحت یاقوت المستعصمی کے نام پر استنبول میں منعقدہ دوسرے عالمی مقابلہ خطاطی ۱۹۸۹ء میں بطور منصف (Member of jury) مدعو کیا گیا۔

خطاطی اور خطاطوں کے لیے خدمات

۱۹۵۲ء میں نوائے وقت سے استعفیٰ کے بعد آپ نے کبھی ملازمت نہیں کی اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کیا۔ ۱۹۵٦ء سے ۱۹۷۰ء تک چٹان بلڈنگ کے ایک کمرے میں اور ۱۹۷۰ء سے ماضی قریب تک آپ گھر پر ہی نوادر خطاطی کی تخلیق اور نو واردان فن خطاطی کی تربیت کا کام کرتے رہے۔ اس وقت بھی فن خطاطی کے شائقین آپ سے اصلاح کا تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور یہ چشمہ فیض پچاس سال سے زائد عرصے سے برابر جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس عہد میں آپ کے علاوہ کسی اور خطاط سے اس کثیر تعداد میں تلامذہ نے اکتساب فن نہ کیا۔ اسی طرح شاہ صاحب رحمہ اللہ سے زیادہ کسی خطاط نے کتب کے سر ورق نہیں لکھے۔ اس کثرت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کی شاید ہی کوئی لائبریری ہوگی جس میں پاکستان کی مطبوعہ دینی و علمی کتب موجود نہ ہوں اور ان میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خوبصورت خط کا کوئی نمونہ نہ ہو۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسط میں ایک عمدہ کتب خانہ اور شعبہ مخطوطات بھی ہے۔ وہاں کتب خانہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لکھے سرورق اور شعبہ مخطوطات میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کا لکھا متفرق خطوط میں دُرود شریف موجود ہیں۔ خود پاکستان میں یہ عالم ہے کہ اس وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو فن خطاطی میں

امامت کا مقام حاصل ہے۔ اگر کوئی اس فن پر تحقیق کرنا چاہے یا معلومات حاصل کرنا چاہے تو سب سے پہلے آپ ہی کا نام نامی ذہن میں آتا ہے۔ اس وقت پاکستانی خطاطوں کی اکثریت میں یا تو براہ راست آپ کے تلانذہ موجود ہیں جنہوں نے آپ سے براہ راست اکتساب فن نہ کیا وہ بھی آپ کا احترام ایک بزرگ اور ایک استاد کی طرح کرتے ہیں۔

نوادر خطاطی

اس وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کے متعدد نمونے قرآنی آیات' احادیث مبارکہ' قطعات' کتب کے ٹائٹلوں کی شکل میں نہ صرف پاک و ہند بلکہ دنیا کے ہر اس ملک میں پھیل چکے ہیں جہاں پاکستان کی مطبوعہ اردو' عربی' فارسی کتب موجود ہیں۔

اس سلسلے میں جب شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک صاحب نے اس مشاہدے کا ذکر کیا گیا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر صاد کیا اور اس بارے میں دو دلچسپ واقعات سنائے۔

پہلا واقعہ یوں ہے کہ کئی برس قبل شاہ صاحب کا دہلی جانا ہوا۔ اس موقع پر اردو بازار نزد جامع مسجد میں واقع کتب خانہ انجمن ترقی اردو بھی تشریف لے گئے۔ کتابوں کی تلاش میں دیوان غالب کا ایک نسخہ بھی نظر آیا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اسے بغور دیکھتے رہے۔ جب صاحب کتب خانہ نے اس قدر غور سے دیکھنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرا ہی کتابت کردہ دیوان غالب مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۹ء کا عکس ہے جو علی گڑھ کے کسی ناشر نے چھاپا ہے۔ حقیقت میں شاہ صاحب کا کتابت کردہ نسخہ اپنی اعلیٰ خطاطی کے لحاظ سے منفرد ترین ہے۔

دوسرا واقعہ کچھ یوں ہے کہ چند برس قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے شاہ صاحب رحمہ اللہ برطانیہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک روز دوران سفر نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ ایک چھوٹے سے قصبے کی چھوٹی مسجد میں نماز کے لیے اترے' بعد نماز امام مسجد سے تعارف ہوا جنہوں نے چائے کی دعوت دی۔ سب حضرات ملحقہ کمرے میں چائے نوشی کے لیے گئے' اس کمرے میں کئی دینی کتب بھی موجود تھیں جن میں بیشتر کے

ٹائٹل شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خوبصورت خط میں تھے۔

ان دو واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے خطی نمونے کہاں کہاں پہنچ چکے ہیں۔ بعض بیرونی ممالک کے اسفار میں باذوق لوگوں نے بتایا کہ کئی کتب خانوں کی زیارت کے مواقع حاصل ہوئے۔ کوئی کتب خانہ ایسا نہ ملا جس میں اردو مطبوعات ہوں اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ وہاں نہ ہو۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کے نمونے تقریباً تمام عالم میں پھیل چکے ہیں۔ ان شاء اللہ شاہ صاحب کے نوادر خطاطی پر مشتمل خوبصورت مجموعہ بھی جلد شائع ہو گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے خطی نوادر کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

کتب دیوان غالب

دیوان غالب کے اس نسخے کو مجلس یادگار غالب' پنجاب یونیورسٹی لاہور نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ یہ نسخہ نہ صرف کتابت بلکہ صحت کلام کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی کتابت کے حوالے سے مرتب دیوان غالب مولانا حامد علی خان لکھتے ہیں:

''اس کے حسن کتابت اور آرائش اوراق کے لیے، ہم پاکستان کے نامور خطاط حضرت نفیس رقم کے ممنون ہیں جن کی شبانہ روز محنت پر اس نسخے کا حرف حرف شاہد ہے۔''

کلام بلھے شاہ

کلام بلھے شاہ معروف طباعتی ادارے پیکیجز کی جانب سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ اس کی کتابت کا ابوالاثر حفیظ جالندھری نے ہیروں اور لعلوں سے زیادہ روشن تر کتابت قرار دیا تھا۔

شعر ناب

یہ اردو اور فارسی شاعری کا خوبصورت انتخاب ہے جسے غلام نظام الدین مرلوی نے مرتب کیا اور کتابت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کرائی۔ اس کی اشاعت ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔

سیرت سید احمد شہید

یہ کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیف ہے۔ اس کے دوسرے حصے کی مکمل

کتابت شاہ صاحب نے اپنے خوبصورت خط میں بڑی مہارت سے کی تھی۔افسوس ہے کہ یہ حصہ لیتھو میں چھپا لیکن آج بھی فنی لحاظ سے اس کی کتابت اپنی مثال آپ ہے۔

صلوٰۃ وسلام کے عنوان سے اربعین درُود شریف بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے خط نسخ کی عمدہ مثال ہے۔

نفائس القلم

یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کے چند نمونوں پر مشتمل خوبصورت کتابچہ ہے جسے مکتبہ نفیس جس کے شہ پارے اس کتاب کے آخر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

قطعات

مختلف خطوط خصوصاً ثلث، نسخ، نستعلیق، کوفی، دیوانی وغیرہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے متعدد قطعات کی خوبصورت خطاطی کی۔ان مختلف خطوط میں درُود ابراہیم، اسمائے حسنیٰ، اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعات کے علاوہ قرآنی آیات اور ختم نبوت کے حوالے سے قرآنی آیات اور احادیث کے قطعات موجود ہیں۔یہاں یہ ذکر کرنا غیر مناسب نہیں کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تبلیغ دین اور افادہ عام کی خاطر ان قطعات کی اشاعت کی عام اجازت دے دی ہے جو صاحب چاہیں اور جتنی تعداد میں چاہیں انہیں شائع کر سکتے ہیں۔

بے شمار کتب کے ٹائٹل مختلف خطوط میں ان ٹائٹلوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اب شاید ان سب کو جمع کرنا اور ان کی مکمل فہرست تیار کرنا ممکن نہیں۔البتہ شاہ صاحب کی مخصوص طرز سے واقف اور خط شناس حضرات آپ کے خط کو با آسانی پہچان لیتے ہیں۔ان ٹائٹلوں کا ایک انتخاب پیش نظر کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

پاکستان کے دینی مدارس کی متعدد اسناد بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کے قلم سے ہیں۔ قرآن پاک کا ایک پارہ طبع ہو چکا ہے۔ بعد ازاں قرآن پاک کے دو پاروں کی دوبارہ کتابت فرما چکے ہیں۔تاج کمپنی کے مطبوعہ متعدد قرآنی نسخوں کے لیے الواح قرآنی شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کے قلم سے ہیں۔

الواح مزار

قبرستان دارالعلوم کراچی میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ'
اہلیہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' مولانا نوراحمد صاحب' مشرف حسین رضوی صاحب'
محمد رضی عثمانی صاحب ودیگر حضرات کی الواح قبور'
جامعہ خیرالمدارس ملتان میں مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ کی لوح مزار'
قبرستان میانی صاحب لاہور میں پروفیسر حمید احمد خان' محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواح مزار'
قبرستان گڑھی شاہو لاہور میں حکیم سید نیک عالم شاہ صاحب کی لوح مزار'
ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق مرحوم کا سنگ مزار' سخا کوٹ صوبہ سرحد میں مولانا عزیز گل شاگرد
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی لوح مزار' دہلی میں مولانا عبدالمنان کی لوح مزار
علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل لاہور) کے لیے سٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی
شیرانی ہال اورینٹل کالج لاہور کا پتھر جو صد سالہ تقریب ولادت حافظ محمود خان شیرانی
کے موقع پر ۱۹۸۰ء میں نصب کیا گیا۔

الواح اخبارات ورسائل

شاہ صاحب نے مختلف اوقات میں جن جن اخبارات ورسائل کی خوبصورت الواح اپنے خوبصورت خط میں تحریر فرمائیں۔ ان میں نوائے وقت' قومی ڈائجسٹ' البلاغ' انوار مدینہ' الخیر' بینات' صحافت' ختم نبوت' الرشید' ندائے ملت' بادبان' رحیق' ندائے شاہی (مرادآباد انڈیا) وغیرہ شامل ہیں۔

ایوان اقبال کیلئے خطاطی

ایوان اقبال لاہور کے مرکزی ہال میں آویزاں علامہ اقبال کے تقریباً چالیس اشعار شاہ صاحب نے نہایت مہارت سے ڈبل پنسل سے خط نستعلیق میں لکھے۔ بعد میں الفاظ کے اندر اور بیرونی بادل میں رنگ آمیزی کی گئی اور کینوس کی یہ شیٹیں مرکزی ہال کی دیوار پر لگائی گئیں۔ رنگ آمیزی کے بعد یہ خطاطی بہت خوبصورت اور جاذب نظر ہوگئی ہے۔ ایوان اقبال ہی کی مسجد کے لیے شاہ صاحب نے ۹۹ اسمائے حسنٰی بہ خط ثلث لکھے جنہیں بعد میں ٹائلوں پر طبع کرایا گیا اور مسجد

میں لگائے گئے خطاطی کے یہ نادر نمونہ جات ''نفائس اقبال'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

کتاب خطاطی

شاہ صاحب کے غیر مطبوعہ کاموں میں کتاب خطاطی بھی شامل ہے۔ یہ کتاب آپ نے ۱۹۷۶ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر لکھی تھی اور حکومت نے اسے چاروں صوبوں کے لیے منظور کیا تھا۔ اس کے لکھنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ نویں اور دسویں جماعت کے طلباء وطالبات کے لیے فن خطاطی کا نصاب تیار کیا جائے۔ یہ کتاب برصغیر میں اپنی طرز کی منفرد تالیف تھی جس میں خط نسخ، نستعلیق اور کوفی کے قواعد مندرج تھے۔ افسوس ہے طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اب تک اس مفید کتاب کو شائع نہ کیا گیا اور اب یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کتاب محفوظ بھی ہے یا نہیں؟ اگر یہ کتاب محفوظ ہو تو ہم ارباب ٹیکسٹ بک بورڈ سے پرزور گزارش کریں گے کہ اسے جلد شائع کیا جائے اور نصاب میں اسی طرح جگہ دی جائے جس طرح عالم عرب میں بچوں کو خطاطی بحیثیت لازمی مضمون پڑھایا جاتا ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کی مدد سے کراچی کی ایک کمپیوٹر پروگرامنگ کمپنی نے نستعلیق پروگرام بھی تیار کیا۔ پیش نظر کتاب بھی اسی پروگرام کے تحت کمپوز کی گئی ہے۔ اس پروگرام میں ابھی الفاظ کے جوڑوں اور پیوندوں میں اصلاح کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ اس کے باوجود اس وقت موجود نستعلیق کے تمام پروگراموں میں خطاطی وخوشنویسی سے قریب ترین یہی ہے۔ جدہ سے شائع ہونے والا سعودی عرب کا پہلا اردو روزنامہ ''اردو اخبار'' اسی خط میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت پاکستان کے جاری کردہ تمام نئے شناختی کارڈوں کے لیے بھی یہی خط استعمال کیا جارہا ہے۔ ایک معروف ٹی وی چینل ''جیو'' کے لیے بھی یہی پروگرام استعمال کیا جارہا ہے۔

فن خطاطی میں آپ کے تلامذہ

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ برصغیر میں گزشتہ پچاس برسوں میں کسی اور خطاط کے تلامذہ اتنی تعداد میں نہ ہوئے۔ آپ کے تلامذہ نہ صرف

پاکستان بلکہ کئی بیرونی ممالک خصوصاً ممالک عربیہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں ہم آپ کے چند تلامذہ کا ذکر کریں گے۔

۱- حافظ سید انیس الحسن حسینی رحمہ اللہ: انیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور مروجہ تمام خطوط کے ماہر تھے۔ فنی کمال کا یہ عالم تھا کہ ان کا خط ہو بہو شاہ صاحب کا خط معلوم ہوتا تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مخصوص طرز (جس کا آگے ذکر آئے گا) کو سب سے زیادہ آپ ہی نے اپنایا اور اس طرز کو اپنے تلامذہ میں بھی رائج کیا۔ آپ پہلے اردو بازار میں اور بعد میں گھر ہی پر خطاطی کا کام کرتے۔ خط اس قدر طاقتور اور قلم کی نوکیں اس قدر تیز رکھتے کہ حیرت ہوتی کہ قلم پر کسی قدر قدرت ہے۔ بھائی انیس ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر وہاں چلے گئے جہاں بالآخر ہم سب ہی کو جانا ہے۔ ان کی خطاطی کے بے شمار نمونے الواح قرآنی، کتابوں کے سرورق، قطعات اور مختلف مساجد و مدارس کے پتھر اور پوسٹروں کی شکل میں آج بھی ان کی یاد دلاتے ہیں۔

۲- عبدالرشید قمر: آپ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے دیگر کاموں کے علاوہ پوسٹر سازی میں ایک نئی طرز اور رنگ آمیزی کا خوبصورت اضافہ کیا۔ آپ روزنامہ جنگ لاہور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بحیثیت خطاط اعلیٰ خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ڈیزائننگ کے بھی ماہر ہیں۔ آپ ابتداء میں شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کی طرز میں لکھتے تھے۔ بعد میں اپنی طرز تبدیل کر لی۔

۳- محمد جمیل حسن: آپ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نامور شاگرد ہیں۔ تمام خطوط میں یکساں مہارت رکھتے ہیں، جلی کے ساتھ ساتھ خفی نستعلیق اور نسخ کمال کا لکھتے ہیں۔ آج کل جدہ کی ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی میں بحیثیت خطاط خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۴- حافظ انجم محمود	۵- منظور احمد انور	۶- محمد اصغر انیس
۷- سید ثقلین زیدی مرحوم	۸- سید طاہر زیدی	۹- الٰہی بخش مطیع
۱۰- محمد اسلام	۱۱- ظہیر الاسلام (سہارنپور)	۱۲- حافظ سراج احمد ملتانی

۱۳-مسعود حسن علوی ۱۴-محمد نذیر انور

۱۵-عبدالوحید بن حاجی نور احمد (حاجی نور احمد منشی تاج زریں رقم کے ماموں اور استاد تھے)

۱۶-محمد طارق وارثی ۱۷-انور حسین باجوہ ۱۸-حافظ امان اللہ قادری

۱۹......حافظ منصور الحق ۲۰......نور محمد انیس

۲۱......حافظ محمد ایوب ملتانی حال مقیم مدینہ منورہ

احقر مرتب ''حیات نفیس'' محمد اسحٰق ملتانی غفرلہٗ عرض کرتا ہے کہ حافظ محمد ایوب میرے چھوٹے بھائی ہیں انہوں نے شاہ صاحب سے خوب استفادہ کیا۔ ماشاء اللہ آپ کا خط اپنے استاد کے مشابہ ہے خاص طور پر خط نستعلیق میں پختہ قلم رکھتے ہیں آپ کی کتابت بھی ماشاء اللہ قابل رشک ہے کہ جو لفظ جہاں لکھ دیا وہ موتی کی طرح پرو دیا گیا۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ کی کئی مطبوعات کے ٹائیٹل حافظ صاحب ہی کے قلم کے شاہکار ہیں کچھ عرصہ قبل ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے آج کل عربی کی نایاب کتب کی تجلید اور انکی ٹائٹل سازی کا پرائیوٹ طور پر کام کر رہے ہیں۔

حضرت نفیس شاہ صاحب سے ان کی زندگی میں برابر رابطہ میں رہے اور ان کی خوب دعائیں حاصل کرتے رہے۔ حافظ صاحب باقاعدہ شاہ صاحب سے بیعت ہیں۔ اللہ پاک حافظ صاحب کو مزید زورِ قلم سے نوازیں۔ (مرتب)

۲۲-محمد جاوید شاد ملتان ۲۳-محمد عابد شاد ملتان ۲۴-محمد خورشید شاد ملتان

ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ پاکستان کے تقریباً ہر علاقے میں موجود ہیں۔ بیرونی ممالک کے تلامذہ جنہوں نے دینی تعلیم کے دوران آپ سے فن خطاطی میں استفادہ کیا۔ ان میں بنگلہ دیش، برما، افغانستان اور ایران کے متعدد طلبہ شامل ہیں جو تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے اپنے ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

طرز نفیس

خط نستعلیق کے موجد و مخترع میر علی تبریزی تسلیم کیے گئے ہیں۔ دیگر خطوط اسلامی کی طرح

ہر دور میں خط نستعلیق میں بھی اساتذہ فن اصول و قواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے خوب اختراعات کیں اور حسن و جمال کے نئے نئے پہلو تلاش کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری خطاطی کوئی جامد فن نہیں بلکہ اصل خطاطی (جسے بعض لوگ روایتی خطاطی بھی کہتے ہیں) اور بے اصولی خطاطی (مصورانہ خطاطی یا ماڈرن خطاطی) کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ بے اصولی خطاطی میں سہل انگار اور مشق و ریاضت سے بھاگنے والا ہر شخص بزعم خود ایک نئی طرز کا مالک بن جاتا ہے۔ اس طرز کا نہ تو ماضی کی روایت سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی متاثر کرنے کی صلاحیت اس لیے ہر جدید طرز اپنے موجد کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور اس کو آئندہ آنے والے اختیار نہیں کرتے۔ اس کے بالمقابل اگر اصل خطاطی کی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہمیں نظر آئے گا کہ ابتداء میں ہر طالب علم خوب محنت سے مروجہ طرز پر عبور حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر اس میں اجتہادی صلاحیتیں ہیں تو وہ انہیں کام میں لا کر اور غور و تفحص سے کام لے کر مروجہ طرز میں ایسی خوبصورت تبدیلیاں لاتا ہے کہ وہی طرز مزید خوبصورت ہو جاتی ہے اور اسے قبول عام کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ بعد میں آنے والے خطاط اسی طرز کی پیروی کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں' ایسا ہر دور میں ہوا ہے لیکن اصول و قواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے مثال کے طور پر عالم اسلام کے نامور خطاط ابن مقلہ' ابن البواب' یاقوت المستعصمی' شیخ حمداللہ' حافظ عثمان' سامی آفندی' استاد حامد الآمدی' محمد یوسف دہلوی' عبدالمجید پرویں رقم اور حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے اپنے اپنے زمانے میں مروجہ طرزوں میں حسن و جمال کے نئے نئے پہلو اختیار کیے اور ان کی اصلاحات کو قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔ اس کے مقابلے میں مصورانہ خطاطی کے ایک معروف نام صادقین کی مثال ہی کافی ہے جن کی عجیب و غریب طرز کو ان کی زندگی میں چند لوگوں نے پسند تو کیا مگر آج اس طرز میں کام کرنے والا کوئی نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں جن حضرات نے نستعلیق میں اپنی مخصوص طرزیں ایجاد کیں۔ ان میں محمد یوسف دہلوی' عبدالمجید پرویں رقم اور حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کے نام نمایاں ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرز کو ہم طرز نفیس کا نام دے سکتے ہیں۔ اس طرز سے متعلق آپ اپنے مضمون ''سوانحی خاکہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''راقم الحروف نے عربی خطوط میں عراق' مصر اور ترکی کے قدیم وجدید خطاطوں کی تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ نستعلیق میں میری روش خاص ہے جس میں ہند' پاکستانی اور ایرانی نستعلیق کا حسین امتزاج ہے۔ بحمد اللہ تاریخ خطاطی کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے۔ تحقیقی مضامین بھی لکھے ہیں' خطاطی اور دیگر علوم وفنون پر ایک جامع کتب خانہ پاس موجود ہے۔''

ہم عصر خطاط حافظ سدیدی صاحب رحمہ اللہ کے کلمات تحسین

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فنی مقام کے معترف نہ صرف شائقین خطاطی رہے ہیں بلکہ اس فن کے رموز سے واقف حضرات اور معروف خطاطوں نے بھی آپ کی فنی عظمت کا اعتراف کیا ہے' انہی حضرات میں حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم بھی شامل تھے۔ ایک موقع پر آپ نے شاہ صاحب کی مخصوص طرز اور اس میں فنی خوبیوں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

''یہ شخص (شاہ صاحب رحمہ اللہ) نستعلیق کا استاد اجل اور عالم بے بدل ہے۔ میں جب اس کا لکھا ہوا دیکھتا ہوں تو حظ اور حظ سے حیرت حسن کے مقام میں کھو جاتا ہوں۔ ایک نشہ سا مجھ پر چھا جاتا ہے۔ میر انیس کی شاعری میں سلاست اور فصاحت کا جو مقام ہے وہی کیفیت اس شخص کے زور قلم میں ہے اور اس کے لکھے ہوئے نستعلیق میں دریا کے مستانہ ٹھاٹھ کی طرح ایک بے تحاشا فطری سلاست اور زوردار بہاؤ ہے۔ یہ شخص نہ صرف سریع القلم ہے بلکہ بدیع القلم بھی ہے۔''

اسی موقع پر حافظ صاحب مرحوم نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فنی مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی: ''اس شخص کے کمالات آئندہ زمانے میں آسمانی کواکب کی طرح جگمگ جگمگ فروزاں ہوں گے۔ ایک نادر قسم کی عظمت اور ایک جاودانی شہرت اس شخص کے قلم سے اپنی بیعت ارادت محکم واستوار کر چکی ہے۔ لوگ اس تجارتی دور کی عاجلانہ ضروریات کے تحت اس شخص کے جمال وکمال فن اور اس کے درخشندہ مضمرات کو ہنوز بخوبی تشخیص نہیں کر سکے ورنہ یہ شخص وہ ہے کہ خط نستعلیق خود اس کے قلم سے منسوب ہو کر اپنے مقدر پر فخر وناز کرے گا۔''

ایک موقع پر شاہ صاحب کے علمی ذوق اور طرز نفیس میں غلام نظام الدین مرحوم نے یوں اظہار خیال کیا: ''شاہ صاحب کے لکھے ہوئے نستعلیق کے بہت سے نمونے دیکھ چکنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شاہ صاحب نستعلیق کے مجدد اعظم ہیں۔ ان کی سعی بلیغ

اور فکر بلند نے پرویں نستعلیق میں اصلاح و ترمیم کی اتنی مہم چلائی ہے کہ اب ہم نستعلیق کو طرز نفیس سے نامزد کرنے پر مجبور ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی تحریر ایک مکمل کاروان جمال اور جنت نگاہ ہے جو ہے، جہاں ہے، وہیں حرف آخر ہے۔"

فن خطاطی میں طرز نفیس کا تعارف

اس طرز کو معلوم کرنا اور شاہ صاحب کی نستعلیق میں کی گئی اختراعات سے آگاہی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے خط کا بغور مشاہدہ کیا جائے اور اس کا موازنہ دیگر خطاطوں کے خط سے کیا جائے۔ یہ مشاہدے کی چیز ہے، اسے الفاظ میں بیان کرنا اتنا آسان نہیں البتہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے ہم یہاں طرز نفیس کی چند نمایاں خصوصیات کی طرف اشارہ کریں گے۔

مفردات میں آپ کے تجدیدی کارنامے

☆......طرز نفیس میں نقطے لکھنے کا طریقہ بالکل منفرد ہے۔ اگر ایک نقطہ لگانا ہو تو اس میں خم نہیں دیا جاتا جب کہ دو نقطوں کی صورت میں پہلا خم دار اور دوسرا بلا خم لکھا جاتا ہے جب کہ طرز پروینی میں دونوں نقطوں میں خم دیا جاتا ہے۔

☆......طرز نفیس کے جوڑ اور پیوند طرز پروینی کے مقابلے میں زیادہ باریک، نازک اور خوبصورت ہیں جس سے دیکھنے والے پر خاص اثر پڑتا ہے۔

☆......طرز نفیس میں مد کو نہایت خوبصورت شکل دی گئی ہے جس کے حسن کا اندازہ دوسرے خطاطوں کی لکھی مدوں اور اسی طرز میں لکھی مد کے مابین موازنہ سے کیا جاسکتا ہے۔

☆......طرز نفیس میں ابجد کے درج ذیل حروف میں بنیادی تبدیلی کی گئی ہے جس سے ان کے حسن میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

ب، پ، ث، ث، ف وغیرہ: طرز پروینی میں ان حروف کا نچلا حلقہ گولائی نما ہے جب کہ طرز نفیس میں اس گولائی کو ذرا کم کر کے سیدھا پن پیدا کیا گیا ہے جس سے ان حروف میں بصری خوبصورتی پیدا ہو گئی ہے۔

ڈ ذ ژ و: ان حروف کے لکھتے وقت پہلے پورے قلم سے اوپر کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد قلم کی نوک سے نیچے کا حصہ مکمل کیا جاتا ہے۔ طرزِ نفیس میں اس نچلے حصے کو نئی شکل دی گئی ہے جس سے یہ حروف مزید خوبصورت ہو گئے ہیں۔

ع، غ، ء: طرزِ نفیس میں ان حروف کے سروں میں ذرا تبدیلی کر کے انہیں مزید موٹا کیا گیا ہے۔

م: یہ حرف طرزِ نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔ م بنانے کے لیے قلم کو خم دار نقطے کی شکل میں گھمایا جاتا ہے۔ طرزِ نفیس میں نقطے کے بعد والے زخم کو اوپر سے موڑنے کے بجائے ذرا نیچے سے موڑا جاتا ہے جس کی وجہ سے م کی جو شکل بنتی ہے وہ انتہائی خوبصورت، منفرد اور قابلِ دید ہے۔

ی: م کی طرح ی بھی طرزِ نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔ اس طرز میں اس حرف کے سر میں ذرا تبدیلی کر کے اسے مزید گہرا کیا گیا ہے۔ نیز اس حرف کے اوپری خم کو اس قدر خوبصورت بنایا گیا ہے کہ دیگر تمام طرزوں میں اس قدر خوبصورت ی موجود نہیں۔

مرکبات میں فنی جولانیاں

مفردات کی طرح مرکبات میں بھی طرزِ نفیس کی بعض انفرادی خصوصیات ہیں۔ یہاں ہم ایک مرکب لفظ ''بی'' اور اس کے دوسرے ہم شکل الفاظ کا ذکر کریں گے۔ اس لفظ کی گردن یا ابتدائی حصہ طرزِ نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔ اس طرز میں اس کی گردن ذرا لمبی اور صاحی دار بنائی گئی ہے جس سے اس کے جمالیاتی حسن میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر طرزِ نفیس کی سطروں پر غور کیا جائے تو ان میں ایک فطری بہاؤ نظر آئے گا۔ اس طرز میں ہر حرف اپنی نشست کی کرسی میں کامل اور موزوں نظر آتا ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ طرزِ نفیس کی یہ انفرادی خصوصیات ذاتی مشاہدے کی بناء پر دریافت کی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ہاں اب تک فنِ خطاطی کو تحقیقی موضوعات میں شامل نہیں کیا گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صرف خطِ نستعلیق بلکہ دیگر خطوط پر بھی تحقیق کی جائے اور شاہ صاحب و دیگر نامور خطاطوں نے ان میں حسن و جمال کے جو نئے نئے پہلو اُجاگر کیے ہیں انہیں دریافت کیا جائے۔ اس طرح کی تحقیق ممالک عربیہ، ایران اور ترکی کی جامعات میں کی جاتی ہیں اور نتائجِ تحقیق کی اشاعت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

اخلاق وتعلیمات

یوں تو زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقیات اور اخلاقی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔
بقول احمد شوقی

ولیس بعامرٍ بنیان قوم　　اذا اخلاقھم کانت خراب

ترجمہ: "جب لوگوں کے اخلاق خراب ہو جائیں تو اس قوم کی عمارت بے بنیاد ہو جاتی ہے۔"

لیکن تاریخ فن خطاطی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اس پاکیزہ اور مقدس فن میں حصول کمال کے لیے باطنی پاکیزگی اور طہارت نفس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی چرب زبانی اور چالاکی سے عارضی مدت کے لیے کچھ نام کمالے لیکن جریدہ عالم پر ایک طویل مدت کے لیے اپنا نام ثبت کرانے کے لیے محض ریاضت اور مہارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس حوالے سے جب ہم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سادہ اور باشرع زندگی اور اخلاق پر غور کرتے ہیں تو نہ صرف خطاطوں بلکہ صوفیاء اور اہل اللہ میں بھی آپ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں نہیں جو دین پر عمل کرنے کے بجائے محض وعظ و نصیحت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے نہ صرف دین پر عمل کیا اور اخلاق کی نصیحت کی بلکہ خود نمونہ بن کر دکھایا جو شخص بھی آپ کی صحبت میں خواہ کچھ عرصے ہی بیٹھا ہو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے ہاں عمل پر کتنا زور دیا جاتا ہے اور یہی حسن عمل کی وہ خوشبو ہے جس سے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی مشام جاں کو معطر کرتے تھے۔ حسن عمل کی ہی وجہ سے آپ کی گفتگو میں وہ تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ از دل خیزد بر دل ریزد کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کبھی محض وعظ و نصیحت سے کام نہیں لیا بلکہ اس سے بڑھ کر خود کو عملی نمونہ بنا کر دکھایا ہے اور یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت میں جاذبیت اور کشش کا راز تھا۔ اس موضوع پر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی اپنے مضمون میں تحریر فرمایا:

"انہوں نے اپنے فکر و عمل سے بے شمار انسانوں کو صحیح راہ پر دین اسلام کا علمبردار اور راہ تصوف کا مسافر بنایا ہے۔ ان کی شخصیت میں جو سادگی اور نرمی، جو اخلاص اور جو محبت اور جو شرافت

اورانسانیت ہے اس کی سحر کاری کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جو شخص بھی ان کے قریب آتا ہے اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔''

شاہ صاحب نے نہ صرف فن خطاطی میں بلکہ عام زندگی میں بھی ہمیشہ اپنے عمل سے بلند کردار اور بلند اخلاق پیش کیا ہے۔ آپ کی مجلس کے حاضرین یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتے تھے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے جذبات پر کس قدر قدرت ہے۔ مخالف خواہ کتنا ہی مشتعل کیوں نہ ہو، شاہ صاحب رحمہ اللہ کبھی سخت زبان استعمال نہیں کرتے تھے اور بالآخر اپنے بلند اخلاق اور جذبات پر قابو نیز مخالف کے ساتھ نرمی کے نتیجے میں اسے اپنا بنا لیتے تھے۔

جہاں تک فن خطاطی کا تعلق ہے اس فن کے طالب علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہر دور میں نامور خطاط وہی پاک نفس ہستیاں تھیں جو باطنی پاکیزگی کے زیور سے آراستہ تھیں۔ یہ فن ہمیشہ صالحین کا رہا ہے۔ جیسا کہ سلطان علی مشہدی فرماتے ہیں کہ:

خط نوشتن شعار پاکان است ہرزہ گشتن نہ کار پاکان است
داند آنکس کہ آشنائی دل است کہ صفائی خط از صفائی دل است

ترجمہ: ''خوش خطی و خطاطی پاک بازوں کا شعار ہے۔ الٹی سیدھی لکیریں کھینچنا نفیس لوگوں کا کام نہیں۔ ہر اہل دل یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ خط میں صفائی دل سے آتی ہے۔''

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی فنی زندگی کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آپ نے ہمیشہ یا تو نظریاتی کاموں کے لیے فن خطاطی کو استعمال کیا یا خالص علمی و ادبی کاموں کے لیے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے تلامذہ کو بھی نظریاتی اور دینی کاموں ہی کی نصیحت کی، کئی معروف مصنفین نے آپ سے اپنی کتاب لکھنے کے لیے بڑی بڑی پیشکشیں کیں مگر آپ نے ہمیشہ ان سے معذرت ہی کی اور اپنے وقت کا بڑا حصہ دینی کاموں پر صرف کیا۔ خواہ اس میں یافت کم ہی کیوں نہ ہوئی۔

فن کی بے لوث خدمت

آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے خوش نویس تھے۔ آپ نے ہزاروں کتابوں کے سرورق لکھے اور درجنوں اخبارات، رسائل، جرائد کے نام خوشخط لکھ کر دیئے، سینکڑوں

لوگوں کے خط صحیح کرائے۔ آپ نے اپنی کتاب کا معاوضہ کبھی طے نہیں فرمایا حالانکہ آپ ہزاروں روپے مانگتے تو لوگ آپ کے فن کے ہاتھوں آپ کو منہ مانگا ہدیہ دیتے۔ بالخصوص دینی کتب' رسائل' جرائد کے سرورق لکھنے کے بعد جو کچھ آپ کو کسی نے دیا' آپ نے بلاتامل قبول فرمالیا۔ آپ نے اسماء الحسنیٰ اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت انداز میں لکھے جو کیلنڈروں' کتابوں' ٹائلوں اور پلاسٹک کی شیٹوں پر چھاپ چھاپ کر لوگوں نے خوب پیسے کمائے لیکن آپ نے کسی سے رائلٹی طلب نہیں کی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ کی شاعری کے ایک ایک شعر سے محبت رسول جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ اپنی صلاحیتوں اور کمال ہنر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہؐ میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

ان کے نعتیہ اشعار میں عقیدت کی سچائی' خلوص کی گہرائی اور جذبات عشق و محبت کی شدت نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایک نعت میں ارشاد فرماتے ہیں:

ہاں نقش پائے ختم الرسل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاک نعال رسول ہے

مجالس نفیس

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم نے اپنے ایک طویل مضمون میں حضرت شاہ رحمہ اللہ کے ملفوظات اور بیان فرمودہ واقعات اور علمی و اصلاحی نکات جمع فرمائیں ہیں جو حضرت کی شان علمی کے ترجمان ہیں جنہیں عنوانات کے اضافہ کیساتھ جزو کتاب بنایا گیا ہے۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ اور ختم نبوت

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ آخری عمر میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف مکمل متوجہ ہوگئے تھے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لیے ہمہ تن علماء اور متوسلین کو متوجہ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی کمی کرتا توجہ نہ کرتا تو خفگی فرماتے۔ خفگی بھی صرف اس کام کے لیے فرماتے تھے

ورنہ تو سراپا شفقت تھے۔ ایک بار گورنمنٹ کی طرف سے دسمبر ۱۹۵۷ء کے اواخر جنوری ۱۹۵۸ء کے اوائل میں پنجاب یونیورسٹی میں مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا۔ عرب و عجم سے سکالر اکٹھے ہوئے' کئی دن پروگرام رہا۔ ان دنوں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ روزمرہ مجلس مذاکرہ کی رپورٹ سے باخبر رہتے۔ ایک دن اطلاع ملی کہ بعض عرب ممالک کے نمائندگان نے فتنہ قادیانیت کے متعلق آگاہی چاہی۔ آپ نے یہ سنا تو تڑپ گئے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو لکھنؤ پیغام بھجوایا کہ لاہور تشریف لائیں۔ وہ کھانسی میں مبتلا تھے' عذر کیا کہ تندرست ہونے پر حاضر ہوں گا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان سے کہو اسی حالت میں آ جائیں یہاں لاہور علاج کرائیں گے' وہ تشریف لائے تو مولانا لال حسین اختر' مولانا محمد حیات' مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے حوالہ جات مہیا کیے۔ مولانا علی میاں نے عربی میں ''القادیانی والقادیانیہ'' لکھی۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے طباعت کے خرچہ کا مجلس کی طرف سے ذمہ لیا۔ پہلے ممبئی سے پھر دمشق سے شائع ہوئی۔ دنیائے عرب میں اسے تقسیم کرایا' عرب دنیا نے اس کتاب سے فتنہ قادیانیت کو سمجھا۔ مصر' شام میں اس کتاب کا اتنا چرچا ہوا کہ قادیانیت پر پابندی لگی۔ پھر دوبارہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا علی میاں نے سفر کیا۔ پھر خود ہی مولانا علی میاں نے اردو میں اسے مرتب کیا۔ روز جتنا حصہ تیار ہوتا حضرت کو سنا دیا جاتا۔ آخری خواندگی مولانا سید عطاء المنعم ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے ذمہ ٹھہری۔

''ایک بار حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ رات کو تشریف لائے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ آرام کے لیے خواب گاہ میں جا چکے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کو زحمت ہوگی' اطلاع نہ کریں' صبح ملیں گے۔ مگر تھوڑی دیر میں خود حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے کمرہ میں طلب کیا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ خدام پر بگڑ گئے کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم لوگوں نے اطلاع کیوں دی؟ خدام نے بتایا کہ ہم نے اطلاع نہیں دی' غصہ ٹھنڈا ہوا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے کمرہ میں گئے' اب پوری خانقاہ کے علماء جمع ہونا شروع ہوئے' کمرہ بھر گیا۔ مولانا علی میاں رحمہ اللہ کو بلا لیا' کتاب کا

ایک باب مولانا علی میاں رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کو مکمل سنایا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ سنتے رہے سر دھنتے رہے جب باب ختم ہوا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ (علی میاں) سے فرمایا کہ آپ نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا۔ پھر خود ہی فرمایا نہیں بلکہ اپنا حق ادا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو کون ادا کرسکتا ہے؟ اس کتاب کی کتابت کی بھی سعادت مجھے بھی حاصل ہوئی۔ کتاب پر نوائے وقت نے بہت عمدہ تبصرہ کیا۔" (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۳ء)

حضرت شاہ صاحب اور ختم نبوت

حضرت سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے قریباً وفات سے چار سال قبل "قادیانیت" کا اردو ایڈیشن اول جو آپ کا کتابت شدہ ہے مجلس کی مرکزی لائبریری سے طلب فرمایا اور پھر اس کا عکس شائع کیا۔ اس نئے ایڈیشن پر پیش لفظ مولانا سید سلمان الحسینی الندوی مدظلہ سے لکھوایا جو یہ ہے:

"قادیانیت اسلام سے خارج اور اسلام کے خلاف خطرناک برطانوی سازش سے پیدا ہونے والا ایک عالمی فتنہ اور غیر مسلم فتنہ ہے جس نے اسلام کا چولا پہن کر اسلام کے قلعہ میں نقب لگانے کی زبردست کوشش کی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا آج واقف حال اور پڑھا لکھا ہی نہیں عامی مسلمان بھی جانتا ہے۔ لیکن ۵۷۔۱۹۵۸ء میں جب لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے بین الاقوامی سطح پر مجلس مذاکرات اسلامی کا انعقاد ہوا تھا جس میں عالم اسلام اور مغربی ممالک سے ممتاز اور سرآوردہ علماء ومفکرین کی شرکت بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی۔ اس وقت مصر، شام وعراق کے علماء قادیانیت کے بارے متجسس تھے۔ ان کے سامنے کوئی کتابچہ نہیں تھا جس سے انہیں اس نامراد وشقی فرقہ سے واقفیت حاصل ہوسکتی۔ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا برصغیر اور پھر عالم عربی پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو بتاکید مامور فرمایا کہ وہ اس موضوع پر عربی میں کتاب تحریر فرمائیں۔ حضرت اقدس کی ایماء اور اہتمام کا نتیجہ تھا کہ عربی میں "القادیانی والقادیانیۃ" کے نام سے حضرت مولانا ندوی رحمہ اللہ نے کتاب تیار فرمائی۔ پھر حضرت رحمہ اللہ ہی کے حکم پر اسے اردو میں منتقل فرمایا اور مزید

اتنے اضافے فرمائے کہ وہ ایک مستقل کتاب بن گئی جس کی کتابت کا فریضہ حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے انجام دیا۔ اس کتاب کی طباعت اور نشرواشاعت ''مکتبہ دینیات'' ۱۳۴ شاہ عالم مارکیٹ لاہور کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں ہوئی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قابل مبارک ولائق شکریہ وسپاس ہے کہ اس نے انکارِ ختم نبوت کے اس فتنہ کو دفن کرنے' اس کی قلعی کھولنے اور اس کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا وہ کارنامہ انجام دیا جو اصلاح معاشرہ اور تجدید دین کی کوششوں میں سب سے زیادہ بنیادی کوشش ہے۔ اس عظیم تحریک کے بانیان وعلمبرداران ایک عظیم فرض کفایہ انجام دے رہے ہیں اور اُمت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت سے مربوط کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ دین کے مختلف شعبوں کی تجدید وسرپرستی فرمارہے ہیں۔ شیعیت اور ناصبیت کے درمیان نقطہ حق واعتدال کو اُبھارنے اور روشن فرمانے کے تجدیدی کام کا سہرا انہیں کے سر ہے۔ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے ''قادیانیت'' نامی اس کتاب کی جدید و معیاری اشاعت کا فیصلہ نہایت ہی مبارک ہے۔ خدا تعالیٰ انکارِ ختم نبوت کے فتنہ کے استیصال کے لیے اسے قبول فرمائے۔ (آمین) (تمہیداں: سید محمد سلمان الحسینی الندوی ۱۴۲۴ھ)

سب سے بڑا دینی کام

فرمایا کہ ''اس وقت دینی کاموں میں دفاعِ ختم نبوت سب سے بڑا دینی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے کہ ایک شخص نے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا۔ چند ہزار یا چند لاکھ گمراہ اس کے گرد جمع ہو کر مرتد ہوگئے۔ اس کے مقابلہ کے لیے کروڑوں افراد نے جس درجہ میں بھی کام کیا منکرین ختم نبوت کا استیصال کرنے والے اشخاص وجماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے جنتی بنادیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

فرمایا: ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ سال بھر قائدین جیلوں میں رہے۔ رہائی کے بعد مارچ ۱۹۵۴ء میں لاہور میں ختم نبوت کے عنوان پر جلسہ ہوا۔ اس وقت میری عمر ۲۱ برس تھی۔ اس کا اشتہار لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت امیر شریعت تشریف لائے تو مولانا مجاہد الحسینی اور دوسرے رفقاء مجھے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی خدمت میں لے

گئے اور اشتہار کی تعریف کی کہ یہ انہوں نے (میری طرف اشارہ کر کے) لکھا ہے۔ شاہ صاحب میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ اشتہار لکھ کر مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟ اپنے نانا کی عزت کا کام کیا ہے۔ اس خوبصورتی سے یہ جملے ادا فرمائے کہ بس جی خوش ہو گیا۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ اور دوسرے حضرات کے بیانات ہوئے۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے' میز پر بیٹھ کر تقریر کی' شہدائے ختم نبوت کے لیے دعاء کرائی اور فرمایا کہ جن کے بچے اس تحریک میں شہید ہوئے ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ بچے جنت میں آغوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پل رہے ہیں۔ ایک میں بدقسمت ہوں کہ جس کے سینہ میں گولی نہیں لگی اور افسوس کہ اس مسئلہ ختم نبوت کے دفاع کے جرم میں میری بیٹی کو چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹا نہیں گیا۔ ایسے انداز میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ جملے فرمائے کہ پورا اجتماع آہوں و سسکیوں کا منظر پیش کرنے لگا' وہ ایسی زبردست تقریر تھی۔ مربوط تقریر کہ بس ایک خاص کیفیت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر طاری تھی۔ ایسا خطبہ پڑھا کہ اجتماع پر طمانیت کا خیمہ تن گیا۔ بس پھر اسے کھولنا شروع کیا تو کھولتے کھولتے تقریر ہو گئی۔ اس تقریر میں آپ نے مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا کہ وہ جبل الاستقامت ہیں۔ شیعہ حضرات کو تحریک میں شرکت پر مبارکباد دی اور فرمایا کہ خلافت الہیہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ خلافت راشدہ علی منہاج نبوت یعنی خلافت نبویہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر سیدنا علی المرتضیٰ پر ختم ہو گئی۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت راشدہ کے خاتم الخلفاء ہیں۔

تذکرہ امیر شریعت رحمہ اللہ

فرمایا کہ: ''ایک بار حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو ملنے کے لیے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تشریف لائے تو شیعہ رہنما سید مظفر علی شمسی بھی آ گئے' بس مجلس لگ گئی' خوب بھرپور گفتگو جاری رہی۔ میں بھی جا کر ایک کونہ میں بیٹھ گیا' ان حضرات کی گفتگو سنتا رہا۔ شمسی صاحب چلے گئے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر میرے ملنے سے' میرے یہاں آنے سے' حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی زیارت

سے یہ لوگ امہات المؤمنین کو گالیاں نہ دیں تو میرا کیا نقصان ہے؟ اس کا نام حکمت ہے۔ ”ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة“ فرمایا میں نے دیکھا کہ شمسی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جا کر تھپکی دی۔ بس وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تھپکی سے شیر ہو گیا جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کہنا چاہتے تھے وہ شمسی صاحب نے کہہ دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے منہ میں گویا اپنی زبان رکھ دی جو کہلوانا چاہتے تھے ان مسالک کے رہنماؤں سے امیر شریعت رحمہ اللہ کہلوا لیتے تھے یہ بڑی خوبی تھی آپ کی۔“ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ)

النخلہ کی تعمیر

☆......آپ نے قادیانی مرکز ”النخلہ“ کی بربادی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”ایک بار حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو معلوم ہوا کہ خوشاب علاقہ سون سکیر میں مرزائیوں نے موسم گرما کا ہیڈ کوارٹر ”النخلہ“ کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس علاقہ کے ایک عالم دین کو تنبیہ کی کہ قادیانی کام کر رہے ہیں تم خاموش کیوں بیٹھے ہو؟ (النخلہ جابہ ضلع خوشاب کے قریب قائم کیا گیا تھا۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف بہاول پوری رحمہ اللہ، قاضی عبداللطیف، مولانا محمد لقمان علی پوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ کے دورے ہوئے۔ قادیانی عمارت چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ و دفتر کے لیے وہاں جگہ خریدی، مسجد و مدرسہ آج بھی وہاں قائم ہے، (ہر سال کانفرنس ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مولانا محمد حیات رحمہ اللہ تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی لاہور آمد پر حاضر باش ہوتے تھے۔ مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ بھی تشریف لاتے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ جماعت ختم نبوت کے ساتھیوں کے متعلق فرماتے: یہ ہمارے کام کے آدمی ہیں۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو شیخ الاحرار اور مرشد الاحرار بھی لکھا گیا جو سو فیصد صحیح ہے۔ (بات حضرت کی یہاں پہنچی تھی تو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان نے فرمایا کہ مولانا محمد حیات رحمہ اللہ بہت بڑے مناظر تھے۔ ایک دفعہ گوجرانوالا نصرۃ العلوم شریف لائے تو دس دن میں نے بھی ان سے رد قادیانیت پڑھی۔ مولانا محمد حیات رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تم

مرزا قادیانی کے متعلق (ذلیل سے ذلیل) دعویٰ کرو۔ میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ وہ اس سے بھی ذلیل تھا۔ چنانچہ کئی دن ایسے ہوتا رہا' بہت ٹھنڈے مزاج کے پختہ مشق مناظر تھے۔ قادیانیت کی کتب ان کو ازبریاد تھیں اور مناظرانہ گرفت بہت مضبوط ہوتی تھی)۔

ایک مبارک خواب کی تعبیر

فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک بات آپ سے کہنی ہے۔ اتنے میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کو جگا دیا۔ اب حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ پریشان کہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے کیا بات فرمانی تھی۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے تعبیر پوچھی تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک سید (کشمیری صاحب رحمہ اللہ) دوسرے سید (حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ) سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی ہی بات کہنی تھی اور کیا۔ اس پر امیر شریعت رحمہ اللہ جھوم اُٹھے۔ فرمایا: بالکل انشراح ہوگیا۔ یہی بات کہنا چاہتے ہوں گے۔"

مرزا قادیانی کی تضلیل واضلال

فرمایا" سیالکوٹ کے علامہ میر حسن رحمہ اللہ بڑے عالم تھے۔ ان کے شاگرد مولوی ظفر اقبال بڑے کاتب تھے۔ حمایت اسلام کے لیے قرآن مجید لکھا۔ مولوی ظفر اقبال سے میری ملاقاتیں رہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ علامہ میر حسن رحمہ اللہ جب طلباء کو پڑھاتے خاص بات کہنی ہوتی تو طلباء سے فرماتے کہ کتابیں بند کردو۔ ایک دن علامہ میر حسن رحمہ اللہ نے طلباء سے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بہت ہی ذلیل قسم کا بے دین تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے زیر استعمال جو قرآن مجید کا نسخہ تھا اس کو میر صاحب فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے۔ ختم سورۃ الناس کے بعد خالی جگہ پر مرزا قادیانی نے قوت باہ کا نسخہ لکھا ہوا تھا۔ علامہ میر حسن رحمہ اللہ صاحب کے خاندان کے کچھ افراد اہل سنت تھے۔ کچھ اہل حدیث' کچھ قادیانی سحر کا شکار ہوگئے۔ علامہ میر حسن رحمہ اللہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ میر ابراہیم صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹی پڑھائیں۔ اس لیے کہ وہ مرزائیت کے خلاف بڑے مناظر تھے۔" (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

ایک نایاب کتاب کی اشاعت کیلئے سعی مشکور

فرمایا ''اہل حدیث رہنما مولانا ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی نے رد قادیانیت پر ''شہادت القرآن فی اثبات حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام پر دو حصوں میں کتاب لکھی جو مرزا قادیانی کی زندگی میں آپ نے شائع کی۔ مرزا قادیانی اس کا جواب نہ دے پایا حالانکہ اسے جواب دینے کے لیے للکارا گیا تھا۔ یہ کتاب نایاب ہوگئی تو اسے پھر قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشر واشاعت سے شائع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''میں اس مجلس میں موجود تھا جس مجلس میں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے حضرت جالندھری رحمہ اللہ سے اس کتاب کی اشاعت کے لیے فرمایا۔ مگر کتاب کا حصول اور طباعت کی اجازت کا مولانا حافظ محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی کے ورثاء سے مرحلہ درپیش تھا چونکہ میرا (سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ) آبائی تعلق سیالکوٹ سے ہے اس لیے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ یہ مرحلے میں طے کروں گا۔ چنانچہ علی الصبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سیالکوٹ چلا نکلا۔ مولانا ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولانا محمد عبدالقیوم میر رحمہ اللہ (والد ماجد پروفیسر ساجد میر) آپ کے وارث تھے۔ ان کے دروازہ پر دستک دی' باہر تشریف لائے۔ میں (سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ) نے ان سے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ کتاب اور اجازت اشاعت طلب کی' وہ اُلٹے پاؤں گھر گئے' لائبریری سے وہ کتاب اُٹھالائے اور یہ وہ نسخہ تھا جس پر مصنف مرحوم (مولانا محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی) نے ضروری اضافے وترامیم کی تھیں لیکن اس نسخہ کے سرورق پر مصنف مرحوم کا نوٹ لگا تھا۔ ''بدلحاظ بن جاؤ لیکن کتاب کو لائبریری سے مت باہر جانے دو'' یہ نوٹ پڑھ کر کتاب کے حصول کی بابت مایوسی ہوئی لیکن قدرت کا کرم کہ اگلے ہی لمحہ میں میر عبدالقیوم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چھپوانا مطلوب ہے اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کا حکم ہے۔ لیجئے کتاب بھی حاضر اور چھاپنے کی بھی اجازت

ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب لے کر خوشی خوشی دو پہر تک لاہور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس کارروائی پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں اور کتاب کی کتابت اپنی نگرانی میں کرانے کا حکم دیا۔ مناظر اسلام' مولانا لال حسین اختر نے اپنے ذاتی نسخہ سے کتابت کی اجازت دی اور مصنف مرحوم کے نسخہ جس میں ترامیم واضافے تھے اسے سامنے رکھا گیا' جتنی کتابت ہوتی جاتی وہ میر عبدالقیوم صاحب کو بھجوادی جاتی' وہ پروف پڑھتے رہے۔ یوں مختصر عرصہ میں کتاب چھپنے کے لیے تیار ہو گئی جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا اور اس نسخہ کے پھر کئی بار ایڈیشن مجلس نے شائع کیے۔'' (احتساب قادیانیت ج۱۹ص۳'۴)

آپ نے مجلس میں اس واقع کا بیان فرمایا اسی مجلس میں زور دے کر تین بار فرمایا کہ: ''بھئی اس کتاب کو ہماری مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا' ہماری جماعت نے شائع کیا' سب ساتھی یاد رکھیں کہ ہماری جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت ہے۔'' یہ بار بار فرمایا:

خدام ختم نبوت سے والہانہ محبت

ایک بار ایسے بھی ہوا کہ کریم پارک راوی روڈ میں حضرت اقدس رحمہ اللہ کی خدمت میں زیارت کے لیے فقیر اور حضرت مولانا فقیر اللہ اختر' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی حاضر ہوئے۔ بھائی رضوان نفیس سے فرمایا کہ پہلے ان کو شربت پلاؤ' پھر چائے پلاؤ' بھائی رضوان نفیس نے ساتھی کی ڈیوٹی لگادی۔ حضرت باتوں میں مشغول ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد فرمایا مشروب نہیں آیا' رضوان کیوں دیر کر رہے ہو؟'' اصل میں تو یہی حضرات ہمارے مہمان ہیں۔'' بعینہٖ جس طرح آپ کے مرشد حضرت رائے پوری رحمہ اللہ' خدام ختم نبوت سے بھرپور محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے اسی طرح حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ بھی خدام ختم نبوت کے لیے عنایتوں وکرم فرمائیوں کی موسلا دھار بارش بن جاتے۔

مدینہ منورہ میں باادب قیام

حضرت شاہ رحمہ اللہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس کے موقع پر ملتان

تشریف لاتے۔ رات کی کانفرنس کو رونق بخشتے۔ برطانیہ کی کانفرنس پر کئی بار تشریف لے گئے' واپسی پر عمرہ کے لیے ایک بار راقم روسیاہ کو بھی ہمرکابی کا شرف نصیب ہو۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کے وقت آپ کی کیفیت دید کے قابل ہوتی تھی۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا مجھ مسکین کے لیے ممکن نہیں۔ عصر کے بعد چھتریوں والے پہلے حصہ کے شمال مغرب کونہ میں عشاء تک تشریف رکھتے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضراء صاف صاف مکمل نظر آتا ہے۔ آپ اکثر مراقبہ میں گردن جھکا کر قبلہ رُخ بیٹھ جاتے' کبھی سر اُٹھاتے تو گنبد خضراء پر نظریں جمادیتے' پھر مراقبہ میں چلے جاتے' اس وقت آپ کے چہرہ انور کی جو کیفیات ہوتیں۔ سبحان اللہ العظمة للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین!!

ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شرکت

اسی طرح لاہور عائشہ مسجد کی ختم نبوت کانفرنس تو آپ کی زیرصدارت منعقد ہوئی۔ صحت کے زمانہ میں بہت سارا وقت سٹیج پر تشریف رکھتے۔ بیماری کے باوجود تھوڑی دیر کے لیے تشریف لاتے مگر تشریف آوری ضرور ہوتی۔

ایک بار لاہور مسجد عائشہ میں ختم نبوت کانفرنس رکھی۔ آپ کی صحت اس میں شرکت کی متحمل نہ تھی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے بھائی عتیق انور سے عرض کیا کہ شرکت کی سبیل بنائیں' چاہے دس منٹ کے لیے ہی تشریف آوری ہو مگر تشریف ضرور لائیں۔ بھائی عتیق انور نے حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری' حضرت مولانا مفتی خالد محمود کو ہمراہ لیا۔ پل سکیاں عصر کے بعد حاضر ہوئے' حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ مغرب کریم پارک واپس تشریف لاتے۔ ان حضرات نے عرض کیا حضرت آج روٹ بدل لیں۔ خانقاہ سید احمد شہید رحمہ اللہ سے کریم پارک جاتے ہوئے عائشہ مسجد میں مغرب پڑھ لی' اس پر مسکرائے اور فرمایا بہت اچھا' اب قافلہ سمیت کانفرنس میں تشریف لائے' مغرب پڑھی' دعاء فرمائی اور روانہ ہوگئے۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی ایک دیرینہ خواہش

ایک بار فیصل آباد ضلع میں گھوڑیا نوالہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے مولانا

سید ممتاز الحسن گیلانی رحمہ اللہ نے آمادہ کیا۔ تشریف لائے' فقیر راقم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیوں کے غلط ہونے کے عنوان پر خطاب کیا۔ آپ کا چہرہ تمتما اُٹھا' دعاء کے بعد مجلس میں راقم روسیاہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''کہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کو آسان طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اس کی پیشین گوئی کی تغلیط پر کتاب مرتب ہونی چاہیے۔ چنانچہ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر اپنی آخری عمر میں فرماتے تھے کہ وقت وصحت نے ساتھ دیا تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ مولانا لال حسین اختر تو اللہ تعالیٰ کے حضور چل دیئے' اب یہ کلام آپ کریں۔ لاہور میں ایک دوبار پھر تذکرہ فرمایا' راقم روسیاہ اِدھر اُدھر کی مار کر وقت گزاری کرتا' کتاب تیار نہ ہوئی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب سے راقم نے عرض کیا انہوں نے حامی بھری مگر کام نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر لحہ نئی شان پر قربان کہ اس دوران ایک بار کراچی میں مانچسٹر اسلامک اکیڈمی کے سربراہ مولانا محمد اقبال رنگونی نے مرزا ملعون کی اٹھارہ پیشین گوئیوں کی تکذیب پر ۱۰۰ صفحہ کی کتاب مرتب شدہ مجلس کی طرف سے چھپوانے کے لیے پکڑادی۔ ایک صفحہ پر راقم روسیاہ نے پیش لفظ لکھا۔ متذکرہ بالا واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے کتاب کا انتساب کیا۔ کتاب چھاپ کر ایک سو نسخہ حضرت سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی خدمات میں لے کر مولانا عزیز الرحمٰن ثانی حاضر ہوئے' بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ آپ کے حضرت الشیخ مرشد شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل تھی۔ کچھ عرصہ بعد بھائی رضوان نفیس نے فرمایا کہ حضرت فون پر بات کرنا چاہتے ہیں' مجھ روسیاہ کے لیے آپ سے فون پر بات کرنا ہمالیہ کو سر کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا لیکن آپ کی شفقتوں نے بار بار فون پر بھی بات کرنے کی سعادت بخشی۔ فرمایا کہ پیشین گوئیوں والی کتاب کہاں ہے؟ عرض کیا حضرت ملتان دفتر میں تو ختم ہے آپ کی لائبریری میں سو نسخہ تھا' یقیناً کچھ موجود ہوں گے۔ فرمایا: بہت اچھا اگلے دن پھر فون کیا کہ لائبریری سے پینتیس پچاس نسخے مل گئے ہیں لیکن دوبارہ شائع کریں۔ اس کتاب کو باضابطہ حرفاً حرفاً اپنی مجلس میں پڑھوایا۔ دوبارہ دو ہزار کتاب شائع کردی۔ سنا تو طبیعت باغ باغ ہوگئی' بہت سی دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

انفرادی اصلاح کیلئے کاوش

ایک بار فون پر راقم روسیاہ سے فرمایا کہ ایک آفیسر کو قادیانی فتنہ کی تازہ شرانگریزی و سرگرمیوں پر مطلع کرنا ہے۔ آپ تمام تفصیلات لکھ کر لائیں' چنانچہ لکھ کر پیش کیا' پورا سنا خوشی کا اظہار کیا کہ تمام تفصیلات آ گئی ہیں' اپنے پاس رکھ لیا' اتنا فرمایا کہ وہ آفیسر دو چار روز تک اسلام آباد سے لاہور آنے والے ہیں۔

مرزا قادیانی کے بارہ میں سرسید کے تاثرات

فرمایا: ''علامہ میر حسن رحمہ اللہ سیالکوٹی فرماتے تھے کہ میں نے خود سرسید احمد خان سے سنا جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو سرسید احمد خان نے کہا کہ: ''مرزا قادیانی کو معلوم نہیں کہ نبی کون ہوتا ہے اور نبوت کا منصب کیا ہے؟'' اس منصب سے عدم واقفیت و جہالت کے باعث مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بیاض یعقوبی میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لشکر کے گھوڑوں کے سائس بھی اہل اللہ ہوں گے۔'' (لولاک ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ)

ہر بے دین فتنہ کی سحر انگیزی

فرمایا'' حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ ابتداء میں طبابت کرتے تھے (دیرہ دو دن میں) وہاں شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ ان کو متبع سنت پایا تو دل میں خیال آیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ سے ملنا چاہیے۔ جب سرگودھا کے لیے سفر کیا تو پہلے رائے پور حاضری دی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات میں ہی دل دے بیٹھے' بیعت کے لیے درخواست کی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا جلدی کیا ہے؟ آپ اپنے گھر سرگودھا سے پہلے ہو آئیں' پھر بیعت بھی کر لیں گے۔ ڈھڈیاں سرگودھا تشریف لائے' ایک عزیز بیمار تھے' عزیزوں کے اصرار پر ان کو حکیم نورالدین بھیروی کے پاس قادیان لے کر گئے۔ چند دن عزیز کے علاج کے لیے وہاں ٹھہرنا پڑا' نورالدین ساحر تھا' بعض باتوں میں قلب پر اثر کر لیتا تھا۔ چونکہ آپ رائے پور

میں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ سے مل کر آئے تھے' خیال کیا کہ جن سے مل کر آیا ہوں ان کا چہرہ سچے آدمی کا چہرہ ہے۔ آپ (سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ ہر بے دین فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں رحمہ اللہ سے میں نے خود سنا کہ فرماتے تھے کہ جب مجھے القادیانیہ لکھنے کے لیے مرزائی کتب پڑھنی پڑیں تو میرے قلب پر سیاہی کے اثرات ہوجاتے تھے' استغفار کرتا' ملت اسلامیہ کے متفقہ مسلمات سے مرزا قادیانی کے انکار کو جانچتا' تب جاکر ایک ایک تار کاٹنے سے قلب کی سیاہی دور ہوتی۔ (فقیر راقم عرض کرتا ہے) کہ میں نے بھی خود حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ جب میں نے مرزا قادیانی ملعون کی کتاب ازالہ کا مطالعہ کیا تو دوران مطالعہ میرے دل پر سیاہی آنا شروع ہوجاتی۔ میں خود محسوس کرتا ہوں کہ اب دل پر اتنا حصہ سیاہ ہوگیا ہے' اب اتنا' تب کتاب بند کرکے استغفار کرتا' تب دل کی سیاہی دور ہوتی۔ پھر مطالعہ کرتا تو سیاہی قلب پر عود کرتی' پھر کتاب بند کردیتا' اس طرح بدقت تمام اسے ختم کیا۔''

آپ (حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم سہارن پوری رحمہ اللہ (جو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے پہلے شیخ تھے) کے پاس حکیم نور الدین گیا۔ نورالدین ان دنوں مہاراجہ کشمیر کا معالج اور ملازم تھا۔ مہاراجہ کی اولاد نہ تھی' نورالدین دعاء کرانے کے لیے سہارن پور گیا تو آپ نے فرمایا کہ قادیان ایک متنفی (فتنہ پرداز) ہوگا' اس سے بچ کر رہنا' تم مجھے ان کے مصاحب لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو' تمہیں بحث و تمحیص کی عادت ہے' یہ عادت بد تمہیں وہاں لے جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہوا''اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰه! قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!''

ایک بزرگ کا کشف

فرمایا مسانیاں گاؤں قادیان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ایک بزرگ بدرالدین کا مزار ہے۔ یہ مرزا قادیانی ملعون کے زمانہ سے قبل فوت ہوئے' ان کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر ختم نبوت کی آیات و احادیث مرقوم ہیں۔ شاید ان پر قدرت کی طرف سے قبل از وقت منکشف ہوگیا کہ تمہارے جوار میں ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلہ کا انکار ہوگیا' تب آپ

کی وصیت یا توجہ سے کتبہ پر آیات واحادیث ختم نبوت کی درج ہوئیں۔

فرمایا اسی طرح بٹالہ کے ایک بزرگ کے پاس مرزا قادیانی کا باپ مرزا قادیانی کو لے کر گیا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو نصیحت کی کہ اہل سنت کے عقائد پر چمٹے رہنا' ان کے جانے کے بعد خدام کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ شخص گمراہی اور کفر کی طرف لپکیگا۔ یہ قبل از وقت ان بزرگ پر منکشف ہوگیا تھا۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی کرامت

فرمایا کہ ہر فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے ایک عقیدت و ارادت مند مولوی عبدالمنان پنجابی تھے۔ ایک دفعہ سرراہ جوگی کے پاس رُک گئے' اس نے سحر کردیا۔ واپس آئے تو طبیعت پر ہندو ہوجانے کے خیالات کا ہجوم ہوگیا' بھاگم بھاگ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ فوراً رائے پور چلے جاؤ' حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے صورت حال عرض کی۔ آپ نے خدام سے فرمایا کہ اسے فوراً سلا دو۔ وہ تین دن سویا رہا' بیدار ہوا تو کہا کہ میں رائے پور سے جاتا ہوں' میرے قلب کی وہی کیفیت ہے۔ ہندو ہوجانے اسلام کو چھوڑنے اور مرتد ہوجانے پر دل مجبور کرتا ہے اتنے میں صبح کی سیر سے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ واپس تشریف لائے۔ مولوی عبدالمنان پنجابی نے عرض کی کہ مجھے اجازت' میرے دل کی وہی کیفیت ہے' ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے شہادت کی اُنگلی سے اس کے دل کی طرف (چبھونے) کا ارشادہ کیا اور فرمایا مولوی صاحب، اللہ تعالیٰ کے بندے اب بھی ایسے موجود ہیں جو یوں اشارہ کریں تو دل کی دنیا بدل جائے۔ اشارہ کرتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور جوگی کے سحر کا اثر جاتا رہا۔

فرمایا ایک بار خود حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی مجلس میں جوگی آ بیٹھا۔ اس نے توجہ (سحر) کی تو آپ کے بدن پر چیونٹیوں کے چلنے کے اثرات ہونے لگے' آپ نے بھانپ کر سر اُٹھایا' اس جوگی کی طرف دیکھ کر اُنگلی کے اشارہ سے منع کردیا' وہ فوراً رفو چکر ہوگیا تو سحر ہوتا ہے ہر فتنہ کے ساتھ جو براہ راست دل کو گمراہی کی طرف میلان کردیتا ہے۔ مرزا قادیانی کی بدگوئی' گمراہی' سیدعیسیٰ علیہ السلام کی صریح اہانت کے باوجود اس کا سحر کئی لوگوں کے دلوں کو ارتداد کی طرف لے گیا' اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔

اکابر کی معیت میں ردّ قادیانیت کیلئے مساعی جمیلہ

☆......۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ربوہ اور لاہوری پارٹی کے مرزائی سربراہوں نے اپنا اپنا مؤقف قومی اسمبلی میں پیش کیا۔

اُمت محمدیہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی زیر نگرانی مولانا محمد حیات رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری نے مرزائیت سے متعلق مذہبی وسیاسی مواد جمع کیا جس سے مرزائیت کی مذہبی وسیاسی حیثیت کو سمجھا، پرکھا، ناپا، تولا جاسکتا ہے۔ مذہبی حصہ کی ترتیب وتدوین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور سیاسی حصہ کی ترتیب وتدوین مولانا سمیع الحق ممبر سینٹ آف پاکستان نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوری طور پر ۸۰ ہزار روپے کی لاگت سے اسے شائع کردیا جسے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے قومی اسمبلی میں پڑھا یہ کتاب ردقادیانیت پر لٹریچر کا نچوڑ ہے اسے عربی، انگریزی میں بھی جماعت نے شائع کیا۔ جب قومی اسمبلی میں پڑھنے کے لیے اسے ترتیب دیا جارہا تھا تو پریس پر سنسر عائد تھا۔ اس کی ترتیب کتابت" طباعت تمام جانگسل مراحل کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ کی نگاہ حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ پر پڑی، آپ کو فون کیا۔ آپ نے کاتب شاگردوں کی جماعت ہمراہ لی اور راولپنڈی پہنچ گئے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے لیے ہوٹل کا ایک حصہ مختص تھا، اس میں تمام متذکرہ حضرات قیام پذیر تھے۔ حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ تشریف لائے تو چمن میں بہار آ گئی۔

قارئین کرام! آپ اندازہ فرمائیں حضرت بنوری رحمہ اللہ، حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ، حضرت سید محمد نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد حیات رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ، مولانا تاج محمود رحمہ اللہ، مولانا تقی عثمانی رحمہ اللہ، مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ یہ پوری جماعت جہاں ایک ساتھ تشریف رکھتی ہوگی اس ماحول کی شیفتگی کا کیا عالم ہوگا؟ غرض جتنی کتاب مرتب ہوئی اتنی کتاب پرنٹنگ وطباعت کے مرحلہ سے گزار دی جاتی، چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہوگیا، اسمبلی میں پڑھا گیا، قادیانی کافر قرار پائے اس تحریک میں بنیادی کام کرنے والے حضرات میں ہمارے حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ بھی صف اول میں شامل رہے۔ فالحمد للہ۔

ختم نبوت کی آیات واحادیث کا چارٹ

☆......ایک بار محترم عبدالرحمٰن یعقوب باوا اور فقیر روسیاہ نے برطانیہ کے سفر میں طے کیا کہ ایک چارٹ خوبصورت جس میں ختم نبوت کی آیت مبارکہ، حدیث ''لا نبی بعدی'' بمع اردو انگلش ترجمہ تیار کریں اور اسے برطانیہ کی مساجد میں لگوائیں۔

فقیر روسیاہ نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ سید محمد نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ سے لکھوانا میرے ذمہ رہا۔ اگلے سال چھپا چھپایا آپ کو مل جائے گا۔ دو تین بار حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ سے عرض کیا آپ فرماتے اچھا پھر اگلی ملاقات، پھر اگلی ملاقات میں روسیاہ کی عرض پر یہی جواب ملتا' بہت اچھا راقم روسیاہ عرض کرتا ''ہو جائے'' فرماتے بہت اچھا۔ نہ راقم روسیاہ دھونی رما کر بیٹھا کہ حضرت اسی کام کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ سرسری تذکرہ کا سرسری جو جواب ملنا چاہیے تھا' مل جاتا۔ اب کانفرنس سر پر آ گئی' مفتی محمد جمیل خان شہید لاہور تھے' فون پر عرض کیا کہ چارٹ ختم نبوت کی آیت وحدیث کا تیار کرانا ہے' انہوں نے حامی بھر لی۔ جا کر حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کے قدموں میں بیٹھ گئے' کام شروع ہو گیا۔ لیجئے شام تک فلمیں بن کر چھپائی شروع' اسے کئی اداروں نے شائع کیا۔ بلا مبالغہ ایک لاکھ سے زائد تو مجلس نے شائع کیا۔ یہ سب ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے صدقہ جاریہ اور نمایاں خدمات ہیں۔

انوارِ انور

مولانا حمید الرحمٰن (راولپنڈی) لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۶ء کو ایک دوست کی معیت میں لاہور آنا ہوا۔ اس وقت تک حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بہرہ ور نہیں ہوا تھا اور اس کا بے حساب اشتیاق وجستجو کا جذبہ وامنگ جی میں تھا۔ کسی واقف کار کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی واقع جیل روڈ پر قیام فرما ہیں۔ میں نے اس دوست کے سامنے اپنے اشتیاق کا اظہار کیا اور اس کی تکمیل کے لیے جیل روڈ جا پہنچے۔ جب کوٹھی میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا حضرت محو خواب وآسودہ نیند ہیں اور تقریباً ایک گھنٹہ بعد بیدار ہو کر شرف زیارت نصیب ہو سکے گا اور دیگر کافی علماء ومشائخ اور عقیدت کیش وخوشہ چیں بھی استراحتی راحت کے مزے لے رہے تھے البتہ دو پرکشش و

جاذب نظر ہستیاں کوٹھی کے دالان میں بیٹھی ہوئی دکھائی دیں اور ان پر ایک اچٹتی نظر ڈالنے سے اتنا یقین ضرور ہو گیا کہ یہ بھی کوئی کم مرتبہ ومقام کے افراد اور اشخاص نہیں ہیں۔ جیسے ہی ہم اُدھر قدم رسا ہوئے ہیں وہ دونوں بسر قد وقامت کھڑے ہو گئے ان کے اس طرز عمل سے ایک گونہ عقیدت واحترام کے جذبات نے جی میں جنم لیا اور حق الیقین کی حد تک یقین ہو گیا کہ یہ محض پارسا و پرہیز گار بزرگ ہی نہیں بلکہ انتہادرجہ کے با مروت و وضع دار اور پیار و پریم کے پیکر ہیں۔

ڈھلے ہوئے بہت ہی پیارے و نفیس انسان بھی ہیں اس لیے کہ اپنے ہم پلہ لوگوں کی ہر کوئی پذیرائی کرتا اور اپنے سے بڑوں کی قدم بوسی بجالاتا ہے لیکن کمترین و بے نام آدمیوں کے ساتھ آدمیت وانسانیت کا برتاؤ تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے، جس کے انگ انگ میں آدمیت و احترام آدمیت رچا بسا ہو اور ہر بال و بن سے اُنس والفت کے سوتے رواں ہوں۔ ہماری کوئی حسبی و نسبی پہچان نہیں تھی نہ ہی علم و عمل کے اعتبار سے کوئی حوالہ وحیثیت رکھتے تھے اور نہ ہی معاشرتی طور پر کسی مرتبہ ومنصب پر فائز تھے۔ محض غبی و کودو اور کم سن و عمر عمر طفل مکتب تھے اور بس جب ہم ان نفوس قدسیہ کے قریب پہنچے تو خندہ جبنی سے گلے لگایا محبت وشفقت کے انداز میں اپنے پاس بٹھایا اور رود سلسبیل و جوئے کوثر نے آپ مصفٰی سے دھلی ہوئی زبان میں نام وتعارف اور کام و دھندہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ ہم نے جواباً عرض کیا کہ طالب علم ہیں اور یہ نام ہیں اور ساتھ ہی جو شخصیت ہمارے ساتھ ہم کلامی میں پیش پیش تھی ان سے ان کے نام وتعارف کی بابت استفسار کیا۔ نہایت دھیمے لہجے اور حلیمانہ طرز تکلم سے ارشاد ہوا۔ یہ فلاں صاحب ہیں اور میں نفیس الحسینی ہوں۔ ان صلحاء ومشائخ کا خادم اور پیشہ خطاطی ہے۔ اللہ اکبر یہ نفیس الحسینی ہیں جو خطاطی کے بے تاج بادشاہ اور شاہانہ فن و ہنر کے یگانہ روزگار امام ومقتداء ہیں ان کے نام و تعارف سے میں غائبانہ واقف تھا اور اس وقت سے جانتا تھا جب حکمرانوں کی پالیسی ''لڑاؤ بھڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت ریشہ دوانیوں سے فرقہ وارانہ فسادات کروائے گئے اور بالخصوص سنیوں کو باہم دیوبندیوں اور بریلویوں کے نام سے لڑایا گیا۔ شورش مرحوم دیوبندیوں کے وکیل کے طور پر سامنے آئے اور ان کے ہفت روزہ چٹان نے خوب شورش برپا کی اور بریلویوں کے لتے لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میری تعلیم کی ابتداء تھی اور ہنوز لکھنے پڑھنے اور سمجھے جانے

سے نابلد تھا۔ تاہم ماشما کی سنی سنائی باتیں اکثر یاد رہتیں اور بھلائے نہیں بھولتی تھیں۔ ان دنوں حضرت شاہ صاحب چٹان بلڈنگ میں ہی اقامت پذیر تھے اور وہیں خطاطی کرتے تھے۔ بنا بریں ان کے نام سے غائبانہ آشنائی اور کام سے ایک گونہ شناسائی رکھتا تھا اور جب ان کی زبان سے نکلا میں نفیس الحسینی ہوں تو مارے خوشی کے میں پاگل ہو گیا اور جنونانہ انداز میں دیدے پھاڑ پھاڑ کر ان کے من موہن موھاندرے کو تکنے لگا' ان کی اس وقت کی دلربا شبیہ اور دل لبھانے والی تصویر اور میرے من میں ثبت ہو جانے والی مورتی آج بھی نہاں خانہ خاطر میں آویزاں ہے اور جب میں چاک بداماں ماضی کے روزن سے جھانکتا اور عہد گزشتہ کے دریچوں سے دیکھنے لگتا تو حسین و نفیس پورٹریٹ بھی دیکھ لیتا ہوں۔ درمیانہ قد' متعدل و مائل بہ فربہ بدن' موزوں و متناسب اعضاء' تیکھے نین نقش' ستواں ناک' غنچہ دہن' جھیل نما گہری آنکھیں' مسنون سیاہ شرعی داڑھی' گندمی و مائل بہ صباحت رنگ' فراخ و کشادہ جبین' خم ارو ابھرے ہوئے ابرو' بھرے بھرے اور پر گوشت رخ زیبا' رسیلے ہونٹ اور ان ہونٹوں پر سدا بہار تبسم و دل آویز مسکراہٹ' آواز میں دھیمہ پن' لب ولہجہ میں حلم کا بانکپن' گفتار میں حلاوت مٹھاس' رفتار میں تمکنت و وقار' آنکھوں میں حجاب و حیاء کی روشنی' ماتھے پر تقویٰ و پارسائی کا ماکھا چندر' سر پر اجلی و سفید نورانی ٹوپی' جسم و جثہ پر چٹی برف پوشاک اور آنکھوں پر نہایت خوبصورت چشمے۔

جو لوگ اپنے اور پرائے دوست اور دشمن یگانے اور بیگانے واقف اور انجان' نیکوکار اور گنہگار' فاضل اور جاہل' امیر اور غریب خورد اور کلاں' سب کے ساتھ یکسانیت کا معاملہ کرتے ہیں۔ ایک ہی لہجے میں ہم کلام ہوتے ہوں' دوسروں کے دلوں کو لبھانے والی بولی بولتے ہوں اور ظاہر و باطن ہر دو اعتبار سے ایک جیسی طرز حیات رکھتے ہوں' لاریب ایسے پاکباز و پاکیزہ لوگ' نرگس کی ہزاروں سال اپنی بے نوری پر آہ وزاری کرنے کے بعد کہیں عدم سے اس دھرتی پر در آنے میں اور اس طرح کے دیدہ ور صدیوں کی عقیم و بانجھ کوکھ انسانی سے خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد وحید یہ ہوتا ہے:

خدا کے بندے تو ہیں بہت بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں تو اس کا بندہ بنوں گا جسے اللہ کے بندوں سے پیار ہوگا

اوراس میں کوئی شک وریب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب بھی ایسے ہی پاکباز و پاک تر لوگوں میں سے تھے۔ اللہ نے انہیں عجیب شان محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ ہر ملنے والا پریم و پیار کی جھولیاں بھر کر جاتا اور ہر آنے والا یہ یقین لے کر جاتا کہ حضرت نے دوسروں کی بہ نسبت میرے ساتھ زیادہ شفقت و محبت کا برتاؤ فرمایا ہے۔

بنتے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام وحشی
الفت کی بھی جہاں میں کیا حکمرانیاں ہیں

بالخصوص دینی مدارس کے طلباء کے ساتھ تو ان کی محبت و شفقت، رشک آور و دیدنی ہوتی اور علماء و مشائخ کے ساتھ معاملہ تقدیس و تکریم کی آخری حدوں کو چھونے والا ہوتا تھا اور یہی قلب و خاطر کی اشتہاء انگیزی انہیں چٹان بلڈنگ کی شورش شعاری و میکلوڈ روڈ کی یورش طراری ہنگامہ خیز ماحول سے جامعہ مدنیہ کی پرسکوں وطمانیت آسا جواریت میں لے آئی تھی۔ میں جامعہ میں ۱۹۶۹ء کو دورہ حدیث کے لیے داخل ہوا تھا اور اسی سال ہی حضرت شاہ صاحب چٹان بلڈنگ سے اُٹھ کر جامعہ کے پڑوس میں آن بسے تھے

گو ازیں پیشتر مختلف مواقع و مختلف مقامات پر ان سے چار پانچ دفعہ شرف باریابی حاصل ہو چکا تھا لیکن مسلسل و پیہم محفل گیری و ہم جلیسی کی سعادت جامعہ میں ہی نصیب ہوئی اور خوب ہوئی۔ اگر چہ عدیم الفرصتی اور انتہا درجہ کی نالائقی کے باعث اکتساب فیوض و برکات سے محرومی ہی رہی۔ حضرت شاہ صاحب کا نظریہ تھا کہ دینی مدارس کے طلبہ اکتساب علم کے ساتھ اکتساب ہنر بھی سیکھیں تا کہ اپنی عملی زندگی میں کسی قسم کی معاشی مشکلات کا شکار نہ ہوں اور باوقار طریقے سے گزر بسر و آبرومندانہ انداز میں مذہبی و معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں اور ان کا یہ نظریہ یقیناً صائب و صحیح تھا۔ ہم نے اس کی عملی جھلک دارالعلوم دیوبند میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے جہاں صنعت وحرفت کے نام اور فن و ہنر کے عنوان سے طلباء کو خطاطی، خیاطی اور بیگ و بریف کیس سازی وغیرہ کئی طرح کی چیزوں کا بنانا سکھایا جا رہا تھا۔ خود شاہ صاحب بھی جامعہ مدنیہ کے طلباء کو خطاطی و کتابت سکھاتے رہے اور اس کے اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے رہے۔ بلا مبالغہ بیسیوں سے بڑھ کر سینکڑوں طلباء ان سے مستفید و مستفیض ہوئے اور آج ملک و قوم اور دین و مذہب کی فیض رسانی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

شیخ طریقت

اب تک شاہ صاحب کی شخصیت کا محض ایک پہلو یعنی بحیثیت نامور خطاط پیش کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کے دوسرے اور اہم پہلو پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ شاہ صاحب ایک ماہر خطاط کے علاوہ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ اور شیخ طریقت بھی ہیں۔ آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ روزانہ بے شمار افراد آپ کی محفل میں شرکت کے لیے آتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی اور محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرے اور آپ کی محبت' شفقت' مہمان نوازی اور اخلاقی بلندی کا گہرا تاثر لے کر نہ اُٹھے۔ آپ کی شخصیت میں قدرت نے عجب جاذبیت اور کشش رکھی ہے۔ متحمل مزاجی اور نرمی کلامی میں شاہ صاحب سا کوئی اور شخص نہیں دیکھا گیا۔ بلند اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ گھنٹوں نشست کیجئے کبھی آپ اکتاہٹ یا بیزاری کا اظہار نہیں فرماتے۔ نامور خطاط اور اس عہد کے ایک بڑے شیخ طریقت ہیں مگر تواضع اور انکساری کا یہ عالم ہے کہ آپ کی محفل میں چھوٹے خود کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ خشونت' درشتی اور تلخی نام کو بھی نہیں' آپ کے ہاں دیکھا گیا کہ جدید اور قدیم دونوں طبقوں کے افراد آپ سے یکساں محبت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ اگر دینی طبقے میں مساجد و مدارس سے متعلق حضرات آپ کے ہاں دیکھے گئے تو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے پروفیسرز حضرات اور طالب علم بھی۔ ہر ایک سے آپ یکساں محبت اور مہمان نوازی سے پیش آتے ہیں۔

روحانی ارتقاء

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ۴۸۔۱۹۴۷ء میں قیام فیصل آباد میں اپنے ماموں مولانا

سید محمد اسلم صاحب کے ہاں رہا جو فاضل دیوبند تھے۔ اسی دور میں آپ کا خصوصی تعلق جناب صوفی مقبول احمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی تھا جو شاہ صاحب کے حقیقی خالو تھے۔ صوفی صاحب بقول شاہ صاحب رحمہ اللہ وہ پاک نفس بزرگ تھے جن کی چھپن سال تک کبھی تہجد قضاء نہیں ہوئی۔ ان بزرگوں اور خاندانی اثرات کی بناء پر شاہ صاحب رحمہ اللہ کا میلان طبع ابتداء سے ہی تصوف کی جانب تھا مگر حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی صحبت نے اس تعلق کو اس قدر گہرا کر دیا کہ آپ اہل اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔ اس بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے تحریر فرمایا:

"وہ (شاہ صاحب رحمہ اللہ) عین عالم شباب میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان سے بیعت کر لی اور ان سے یہ ارادت اس قدر بڑھی کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے وطن رائے پور ضلع سہارن پور میں جا کر مہینوں قیام کیا اور ان کے زیر سایہ طریقت کی مختلف منزلوں سے آشنا ہوئے۔ چند سال قبل جب حضرت رائے پوری صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوا تب بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ارادت ان سے قائم رہی۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی ذات گرامی کے ساتھ جو قرب انہیں حاصل رہا اس نے ان کی دنیا ہی بدل دی اور اس کی بدولت وہ روحانیت کی ایسی منزلوں سے ہمکنار ہوئے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک خوش قسمت انسان ہیں۔"

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فنی اور روحانی مقام کے بارے میں مختلف حضرات نے لکھا ہے جن میں غلام نظام الدین مرلوی مرحوم بھی شامل ہیں۔ وہ اپنے مضمون "فنکار سے ملئے" میں لکھتے ہیں: "شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی صفات کو کامل طور پر جذب کر لیا ہے، کم کھانا اور کم سونا، جاگتے ہوئے باوضو رہنا اور دوزانو بیٹھنا، یہ چیزیں مشائخ کی صحبت کے سوا کہاں سے حاصل ہو سکتی ہیں؟ شاہ صاحب رحمہ اللہ دوران کتابت دایاں گھٹنا اُٹھا کر اور بایاں تہ کر کے رکھتے ہیں اور ساتھ ہی زیر لب اوراد جاری رکھتے ہیں۔ گفتگو میں آواز دھیمی اور الفاظ قلیل استعمال کرتے ہیں۔ نفلی روزہ اور نفلی عبادتوں کا بڑا شوق رکھتے ہیں، ہفت روزہ چٹان کے دفتر میں انہوں نے ایک کمرہ اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ یہاں ان کے شاگردوں کی ایک جماعت اور ملنے والوں کا ہجوم اکثر دیکھا جاتا ہے لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ کے

معمولات اور شاگردوں کے حسن اخلاق کی وجہ سے وہاں ایک خانقاہی ماحول تشکیل پا گیا ہے جس میں نوارد قلبی آسودگی اور روحانی بالیدگی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

۱۹۵۷ء میں شیخ ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی اور بیعت بھی۔ گویا آپ کا دست مبارک عصائے موسوی پر جا پڑا۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ یوں ہی قائم رہا اور حضرت کی زندگی مبارک کی صبح وشام حضرت اقدس رائے پوری رحمہ اللہ کے سایہ عاطفت میں ڈھلتی رہی۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ اصلاح وتربیت کے بڑے بڑے آئمہ میں سے ایک امام تھے۔ آپؒ پر اصلاح نفوس اور تربیت اخلاص بس تھی۔ زہد وتقویٰ، اخلاص وبہادری، عقل کی تیزی، مشکل بات کو آسان کرنے، سخاوت وفیاضی، اعلیٰ فکر، علم کی گہرائی میں آپ کی مثالیں قائم تھیں۔ جذبہ خدمت خلق اور اُمت پر شفقت کچھ نہ پوچھ!

ان تمام خصائل کے باوجود اپنے آپ کو مچھر کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے تھے بلکہ ہر سانس ولحظہ میں اپنی ذات کی نفی کرتے تھے۔ یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت تھی۔ فنائیت وعبدیت اور ذکر اللہ میں انہماک آپ کا مشغلہ تھا اور ذکر الٰہی آپ کی حیات طیبہ کا جزو لاینفک بن گیا تھا۔

اس تربیت گاہ وخانقاہ سے شیخ نفیس الحسینی رحمہ اللہ ایک بہت بڑے شیخ کی صورت میں نمودار ہوئے جنہیں اب مقام عزت حاصل ہے اور انہیں شیخ (عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ) نے جمیع روایات وعلوم کی اجازت مکمل طور پر مرحمت فرمائی جو شیوخ ومشائخ تربیت سے منقول تھیں اور جیسا کہ مشائخ تربیت نے اصلاح نفوس کی ذمہ داری ان کو سونپی تھی وہ سب سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سپرد کردی۔ چنانچہ سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی ہر بات مانی اور اس عقیدت میں پختگی حاصل کی اور تیار فوجی کی طرح جو ہر وقت نیزوں سے مسلح ہوکر دشمن کے مقابلہ میں آمنے سامنے رہتا ہے رہنے لگے۔

تصوف وسلوک کی امامت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا روحانی تعلق مخدوم المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ

عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ سے تھا۔ آپ ان کے خلیفہ مجاز تھے' اللہ پاک نے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ میں محبت وعشق کا جو شعلہ ودیعت فرمایا ہے وہ واقفان حال سے پوشیدہ نہیں۔ یہ شعلہ اگر اعلیٰ درجہ کے فانوس میں روشن ہو تو اس کی بات ہی کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شرافت نسب کے ساتھ جب درد ومحبت کا حسین امتزاج ہوا تو اس نے آپ کی ذات میں ایک خاص شان پیدا کر دی' اس کے بعد اس شمع کے اردگرد پروانوں کا ہجوم ہونا ایک فطری امر تھا' اسی لیے آپ کے خلفاء کی ایک تعداد ہے جن میں ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ حدیث بھی ہیں۔ آپ کی خانقاہ کا شمار ملک کی بڑی خانقاہوں میں ہوتا ہے جہاں ذکر و فکر کا ذوق نصیب ہوتا ہے اور محبت ومعرفت کے جام پلائے جاتے ہیں۔

لاہور میں قیام

فضیلۃ الشیخ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شہر لاہور میں قیام فرمایا جو علمی' ادبی' تاریخی وتہذیبی اور علم تفسیر وحدیث کا مرکز ہے اور یہ ایسا شہر ہے جس کی وجہ سے اسلامی جمہوریہ پاکستان قائم ہے۔ حضرت والا نے دوسرے شہر چھوڑ کر اسے اپنے قیام کے لیے ترجیح دی اور یہ شہر ہی وہ منبر بنا جس سے خوشنما' خوبصورت عربی رسم الخط پھیلا اور حضرت کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگا جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

شیخ کی شہرت کیسے؟

آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے گھر میں مسند پر بیٹھے عجیب وغریب خط کی تختیاں تحریر فرماتے رہے۔ تلامذہ کی ایک جماعت آتی (خط سیکھنے کے لیے) تو آپ انہیں خط کا پورا پورا میزانیہ سکھا دیتے اور شفقت سے پیش آتے اور عمدہ کلام پیش فرماتے۔ پھر اس جماعت کو اجازت مرحمت فرماتے۔ وہ نہایت امن وسلامتی سے چلی جاتی اور دلوں میں محبت وعشق اور شیفتگی لے کر جاتی۔ پھر دوسری جماعت آ جاتی۔ وہ حضرت سے تختیاں خریدتی تو وہ بھی اپنے دلوں میں ایک حاجت محسوس کرتی ہوئی جاتی۔ پھر تیسری جماعت آتی۔ حضرت اس سے بھی وہی معاملہ فرماتے۔ جب کبھی کوئی شخص آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا تو اپنے سامنے عجیب

وغریب اقبال وبخت محسوس کرتا جس کے حصول کی کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی بلکہ ہر آپ کی زیارت کرنے والا اور آپ کا تلمیذ آپ کو مسکراتا ہوا اور خوش اخلاق انسان پاتا۔ آپ میں کسی قسم کا غرور وتکبر نہیں تھا بلکہ نہایت شریف ابن شریف تھے۔ لوگ آپ کو صرف تختیوں کا خطاط نہیں بلکہ نفوس وارواح کا خطاط بھی سمجھتے اور خیال کرتے تھے۔

عادات، احوال ومعمولات

حلیہ مبارک

آپ کا رنگ مبارک نہایت سفید بلکہ سفید مائل بہ سرخی تھا۔ سر مبارک بڑا اور داڑھی گھنی تھی، لمبے قد والے شامی عرب کے مشابہ تھے۔

لباس

جو لباس بھی میسر آجاتا آپ پہن لیتے تھے۔ کرتہ، چادر، شلوار اور ٹوپی پسند فرماتے تھے۔ آپ ہر وقت عصا ہاتھ میں رکھتے اور اس پر سہارا بھی لے لیتے، ملتانی جوتا پہنا کرتے، سردی میں چادر اوڑھتے اور پگڑی پہنتے تھے اور اہل عرب کی طرح اسے داڑھی کے نیچے سے باندھ لیتے۔

دنیوی مال ومتاع

آپ کا گھر وسیع وعریض تھا جس میں ایک حجرہ زائرین کے لیے مخصوص تھا۔ آنے والے اس میں ٹھہرتے۔ اسی طرح گھر میں ایک دینی کتب خانہ بھی تھا۔ موسم سرما میں جب لوگ حضرت سے ملنے آتے تو حضرت کی چارپائی حجرہ اقدس میں بچھائی جاتی اور موسم گرما میں گھر کے وسیع وعریض صحن میں تشریف فرما ہوتے۔

اخلاق

آپ نہایت کم گو تھے۔ کافی لمبے سکوت میں رہتے، نہ کسی کی غیبت کرتے اور نہ عیب لگاتے، زیادہ گفتگو صلحاء کے تذکرے، ادب کی باتوں اور تاریخ پر ہوتی تھی۔ ہاں کبھی بغرض

پختگی ارواح مریدین اشارہ وکنایہ میں بات فرمادیتے اور کبھی شعر طرح کردیتے۔

مجلس

آپ ہروقت مقام حلم وبردباری، وقار وسکون، خشوع وخضوع میں رہتے تھے، زیادہ تر ذکروفکر میں رہتے۔ حقیقت میں وہ مربی نہیں جس پر دنیوی گفتگو کا غلبہ ہو۔

جودوسخاوت

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جو کچھ موجود ہوتا پیش فرمادیتے۔ آپ کا دسترخوان ہمہ وقت بچھا رہتا، مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، تنہا کھانا کھاتے آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔

شجاعت وبہادری

حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے بھی آپ دین اور حق کی بات کہہ دیا کرتے تھے اور اس میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے تھے۔ مبلغین، مجاہدین اور مدرسین کی ہمیشہ تائید وتقویت فرماتے۔ ان کے خلاف کوئی بات کرتا تو اپنی مجالس اور اخبارات و رسائل میں ان کی طرف سے مدافعت کرتے۔

رقت قلب

آپ اہل شام کی طرح نہایت رقیق القلب تھے۔ بزرگان دین کے تذکرہ کے وقت آپ پر گریہ طاری رہتا اور خوف کا غلبہ ہوتا تھا، کمزوروں اور غمگین لوگوں کی حالت دیکھ کر آپ کا دل نرم ہوجاتا تھا۔

تواضع

اپنے اجداد سے آپ نے جو ورثہ پایا اپنے لیے دنیوی ساز وسامان سے کسی قسم کا استحقاق نہیں سمجھتے تھے اور اس معاملہ میں اپنے شیخ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے مشابہ تھے۔ یوں لگتا تھا کہ ہو بہو وہی ہیں۔

ذکاوت اور ذہانت

حضرت جب گفتگو فرماتے تو دانا آدمی بھی بہت کم سمجھ سکتا تھا۔ اسلامی فیصلوں میں بڑی فہم رکھتے

تھے۔پیش آمدہ بات کو سمجھنے میں قوی ادراک کے مالک تھے اور بہت ہی جلد اسے بھانپ جاتے۔

ذوق وشوق

حضرت کا ذوق علمی تھا۔ کتب جمع کرنے اور ان کے مطالعہ میں بہت بڑا اشغف تھا۔ اس نتیجہ میں آپ کا ایک غیر معمولی کتب خان بن گیا تھا۔ اردو اور فارسی اشعار میں آپ کو بہت بڑا ادراک حاصل تھا' ہزاروں اشعار یاد بھی تھے' اسی طرح آپ علم تاریخ اور علم انساب خصوصاً مشائخ کے نسب کا علم رکھتے تھے۔

آپ کے معاصر شخصیتیں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اور پاک و ہند کے بڑے بڑے علماء و مشائخ کا آپ نے زمانہ پایا اور مفکر اسلام حضرت مولانا الحسن علی ندوی رحمہ اللہ تو حضرت رحمہ اللہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ کو اپنا قریبی دوست سمجھتے تھے۔ مفکر اسلام رحمہ اللہ وفات تک حضرت سے راضی اور خوش رہے۔ حضرت کی آخری ملاقات مفکر اسلام رحمہ اللہ سے طواف بیت اللہ میں ہوئی۔

محبین ومسترشدین

اندرون و بیرون ملک کے لوگ خواہ وہ علماء ہوں یا صلحاء' اطباء ہوں یا سائنسدان و سیاست دان' اغنیاء ہوں یا فقراء' تاجر ہوں یا ملازم' وہ فرانسیسی ہو یا مغربی' الجزائری ہو یا شامی' برطانوی ہوں یا افریقی' امریکی ہوں یا ترکی' ہندوستانی ہوں یا بنگلہ دیشی ہمیشہ حضرت کے پاس آتے رہے اور اصلاح نفس کراتے رہے۔ حضرت سب کا مرجع تھے۔

اسفار

آپ نے حجاز مقدس' اردن' مصر' ترکی' انگلستان' افغانستان اور عراق کا سفر فرمایا اور ہر مرتبہ اپنے فن (یعنی رسوخ فی الخط) کا سکہ لوگوں میں بٹھایا۔

منصب واعزاز

آپ نے خرید وفروخت کی غرض سے چند مکتبوں کی بنیاد ڈالی اور بہت ساری مساجد'

دینی وتہذیبی اداروں کی سنگ بنیاد رکھی۔ آپ کی بڑی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپ بہت سے مدارس، جامعات، مجاہدین اور خانقاہوں کے سرپرست ونگران تھے۔ خصوصاً عربی رسم الخط میں پاکستان خوش نویس یونین کے نگران اعلیٰ اور صدر تھے اور اسی نتیجہ میں آپ نے سابق صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم سے انعام بھی حاصل کیا تھا۔

مؤقف ومشن

زندگی بھر بتقاضۂ وقت آپ نے اہل باطل کا مقابلہ کیا ہے۔ اہل حق کی طرف سے دفاع آپ کا امتیازی وصف تھا۔ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی فوراً اس کے حل کیلئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اسی طرح آپ کی عمدگی فہم معلوم کی جاسکتی ہے، اپنی زندگی کے آخری ادوار میں امام عالی مقام مظلوم کربلا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ دفاع کیا (اور بہت ساری کتب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بھی شائع کیں) اور خواص وعوام کو ان سے محبت کرنے اور آپ سے عدل وانصاف کرنے کی دعوت دیتے رہے۔

عقیدت ومذہب

آپ ایک صحیح العقیدہ انسان تھے۔ فرقہ مشبہہ، فرقہ معطلہ، فرقہ مؤولہ، فرقہ مبتدعہ، فرقہ قدریہ و جبریہ اور فرقہ حروریہ سے تعلق بالکل نہیں تھا۔ سلف صالحین کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء وصفات پر ایمان رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''میں اصول وفروع میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک ومذہب پر ہوں۔''

اشغال واوراد یومیہ

معمول بعد از نماز فجر

حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ بعد از نماز فجر اپنے گھر کے مقابل بڑی روڈ پر پیدل چلتے (تاکہ صحت برقرار رہے اور کسل وسستی نہ رہے) کچھ دیر سیر وتفریح کرتے، پھر واپس گھر تشریف لاتے اور مسند نشین ہوجاتے۔ اتنے میں آپ کے محبین ومسترشدین بھی

(پروانہ وار کی طرح) آ جاتے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کی باتیں سنتے اور وہ حضرت کی باتوں سے مستفید ہوتے۔ پھر آپ انہیں ناشتہ بھی کراتے۔ ناشتہ کے بعد چاہتے تو اور وقت دے دیتے ورنہ خلوت میں تلاوت قرآن پاک یا تصنیف و تالیف یا خطوں کے جوابات لکھنے میں مصروف ہو جاتے۔ پھر آرام فرما ہو جاتے۔

معمول بعد از ظہر

نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد جب گھر تشریف لاتے تو اپنے محبین کو وقت دیتے اور انہیں دوپہر کا کھانا کھلاتے' پھر قیلولہ فرماتے۔

معمول بعد از نماز عصر

نماز عصر کے بعد حضرت ذکر اللہ اور اُمت مسلمہ کے لیے دعا کرنے میں مصروف ہو جاتے' اتنے میں زائرین بھی آ جاتے' بعد از فراغت حضرت ان کی حوائج پوری فرماتے' بعض حضرات ان میں سے راہ راست پا کر دلیل خیر بن کر نکلتے۔

معمول بعد از نماز مغرب

نماز مغرب پڑھنے کے بعد قرب خداوندی کے حصول کی غرض سے لمبی دیر نوافل میں مشغول رہتے' پھر اپنے گھر تشریف لا کر ذکر و فکر کے لیے خلوت گزین ہو جاتے۔ بعد از فراغت زائرین کی طرف متوجہ ہو کر انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور ان کا تزکیہ فرماتے اور ان کی حاجات سنتے۔

معمول بعد از نماز عشاء

بعد از نماز عشاء اپنے محبین کو شام کا کھانا کھلاتے' کھانے کے بعد چار پائی پر استراحت کے لیے تشریف فرما ہوتے اور سلف صالحین کے تذکرہ کی مجلس ہوتی۔ اسی اثناء خشوع طاری رہتا۔ پھر مجلس برخاست کر کے اہل خانہ کو وقت دیتے تا کہ وہ بھی حضرت کی مجلس سے مستفیض ہوں۔

حضر میں تو آپ کا یوں ہی معمول اور نظام الاوقات رہتا۔ البتہ سفر میں طبیعت و مصلحت اور حاجات کے مطابق نظام الاوقات بدل جاتا۔

شب بیداری و تہجد سے بھی آپ کو حظ وافر نصیب تھا اور فجر کی اذان سننے تک بیمار آدمی کی طرح بے قرار و بے چین رہتے۔

احوال وارشاد

شیخ عبدالواحد الخیاری الندوی نے حضرت پر عربی زبان میں مقالہ تحریر کیا تھا جس میں حضرت سے راہ سلوک سے متعلق اپنے سوالات اور حضرت کے جوابات جمع فرمائے تھے۔ اس حصہ کا اردو ترجمہ دیا جاتا ہے۔

۱...... میں نے حضرت شیخ سے بعض قلبی احوال کے بارے میں دریافت کیا کہ قلب کبھی تفکر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مضطرب ہوتا ہے اور کبھی بالکل ٹھیک تو انہوں نے مثال دے کر سمجھایا کہ قلب تو فضائے آسمانی کی طرح ہے کہ وہ کبھی گردآلود ہوتی ہے اور کبھی مطلع صاف ہوتا ہے۔ قلب بھی کبھی حالت انبساط میں ہوتا ہے اور کبھی حالت انقباض میں تو حالت انبساط میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر ادا کرنا چاہیے اور حالت انقباض میں استغفار کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا انقباض وانبساط کی دو قسمیں ہیں: (۱) انبساط ظاہری (۲) انبساط باطنی

۲...... میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا مسلمان حضرات عورت کو حاکم بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو شیخ نے فرمایا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے نہ عورت کو خلیفہ بنایا اور نہ اس امر میں عورت کو حق دار سمجھا۔ گویا انہوں نے خلافت صرف مردوں میں منحصر کردی۔

۳...... میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ تلمیذ ومسترشد اپنے شیخ سے کتنی مقدار کلام کرے؟ تو انہوں نے فرمایا جیسے ادب واحترام اور تعظیم میں زیادتی مناسب ہے ایسے ہی شیخ سے کلام کرنے میں احتیاط واجتناب کی زیادتی مناسب ہے۔ پھر فرمایا اس موضوع پر بے شمار تصانیف موجود ہیں (ان کا مطالعہ کرنا چاہیے)۔

۴...... میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی ذکر کرتے ہوئے دوران ذکر باطنی قوت وخوشی محسوس کرتا ہے تو کیا یہ تصرف شیطانی سمجھنا چاہیے؟ یا کچھ اور؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ باطنی قوت وخوشی تصرف شیطانی نہیں بلکہ یہ تو امر خیر ہے۔ بشرطیکہ اصول

شرع کے موافق ہو ورنہ ساری شریعت ایک وجدانی اور باطنی قوتوں سے محسوس ہونے والی چیز ٹھہر جائے گی (حالانکہ یہ غلط ہے) پھر فرمایا کہ شیخ سے ہر وقت دعا کرانی چاہیے اس لیے کہ مسترشد کو سیر الی اللہ میں جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ دعائے شیخ سے حل ہو جاتی ہیں۔

۵......ایک آدمی نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ حضرت ذکر تو کرتا ہوں مگر ذکر اللہ کی حلاوت محسوس نہیں ہوتی تو شیخ نے فرمایا کہ ذکر اللہ پر مداومت رکھو۔ آپ کو پتہ نہیں کہ خوش نویسی کرنے والا پہلے مرحلہ میں الف لکھنا بھی نہیں جانتا بلکہ ٹیڑھی ٹیڑھی لکھتا ہے۔ پھر لکھتے لکھتے سیدھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ میں حلاوت بھی بعد از مداومت نصیب ہو جاتی ہے۔

۶......میں نے شیخ سے جماعت تبلیغی کے متعلق دریافت کیا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ اس جماعت نے تو اہل مشرق و مغرب کے درمیان رابطہ قائم کر دیا ہے۔

طرز اصلاح و تربیت

بغرض اصلاح جو بھی آتا تو حضرت چار چیزوں کی شرط لگاتے:

۱......علم شرعی کے ساتھ پورا پورا تعلق و وابستگی

۲......شیخ کامل عالم کی صحبت پر مداومت

۳......تلاش رزق حلال

۴......ذکر اللہ پر مداومت

توبہ کے الفاظ

آپ کی خدمت میں کوئی بیعت کی درخواست کرتا تو درج ذیل الفاظ کے ساتھ اسے توبہ کراتے: ''کہو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے' شرک سے' بدعت سے' غیبت سے' چوری سے' زنا سے' نماز چھوڑنے سے' جھوٹ بولنے سے' کسی پر بہتان لگانے سے اور سب گناہوں سے چھوٹے ہوں یا بڑے جو ہم نے اپنی ساری عمر میں کیئے' سب سے توبہ کی اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے حکم مانیں گے' تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں گے۔ یا اللہ تو ہماری توبہ کو قبول کر لے ہمارے گناہوں کو بخش دے' ہمیں توفیق دے اپنی رضامندی کی۔ اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔''

پس یہ توبہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اس پر مجھے بھی قائم رکھے اور آپ کو بھی قائم رکھے۔ پانچوں وقت نماز باجماعت کی پابندی کرنا' خلاف شرع باتوں سے بچنا' موت کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ ایک دن مرنا ہے اور یہاں سے جانا ہے۔ آخرت میں نیک عملوں کے سوا کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔

سلسلہ طریقت میں حضرت کا شجرہ طیبہ

امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

☆...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
☆...... شیخ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ سلطان ابراہیم ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ ابوہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ ممشاد علو الدینوری رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ ابی احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ ابی محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ ابی یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ شریف الزندنی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

☆ ...... شیخ علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ شمس الدین الترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عارف رودولوی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ محمد رودولوی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ ابی سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ سید محمدی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عضدالدین امروہی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عبدالہادی امروہی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عبدالباری امروہی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عبدالرحیم شہید ولایتی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ
☆ ...... شیخ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

چند خصوصیات و کمالات

علمی ذوق

شاہ صاحب ایک خطاط و شیخ طریقت ہونے کے باوصف نہایت ستھرا علمی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ ایک وسیع اور نادر کتب خانے کے مالک ہیں جس میں دیگر علوم کے علاوہ خطاطی اور تصوف کی نایاب اور کم یاب مطبوعات و مخطوطات بھی موجود ہیں۔ آپ کئی کتب کے مصنف اور مرتب ہونے کے علاوہ ایک صاحب کمال شاعر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو فن تاریخ نگاری سے بھی خاص شغف ہے۔ آپ تشنگان علم کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کے کتب خانے سے استفادہ کرنے والوں کی کثیر تعداد ہے جن میں علماء و فضلاء کے علاوہ کالجوں اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طالب علم بھی شامل ہیں۔ پی ایچ ڈی کے بعض مقالہ نگاروں کو بھی آپ کے ہاں دیکھا گیا جنہوں نے اپنے مقالات کی تکمیل کے لیے شاہ صاحب کا تعاون حاصل کیا اور آپ کے کتب خانہ سے استفادہ بھی کیا۔ پی ایچ ڈی کے بعض مقالہ نگاروں کے لیے شاہ صاحب نے نہ صرف خود بھرپور مدد فراہم کی بلکہ بیرون ممالک سے متعلقہ تحقیقی مواد کے حصول میں معاونت فرمائی۔ یہاں اس تلخ اور افسوس ناک حقیقت کا اظہار بھی کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کی محبت' شفقت اور نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے آپ کے کتب خانے کے نہایت قیمتی نوادر چوری بھی کیے جا چکے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علمی اور فنی مقالات اور شاعری مختلف اخبارات و رسائل میں چھپتی رہی ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے خطاطوں میں صرف اور صرف شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی ہیں جنہوں نے اس قدر عمدہ اور معلومات افزاء مقالات لکھے ہیں جن کے مطالعے سے اس فن کے کئی گوشے جو نظروں سے اب تک اوجھل تھے منظر عام پر آئے ہیں۔ شاہ صاحب کے یہ مقالات ہی نہیں بلکہ ان میں آپ نے اسلامی خطاطی کی تاریخ محفوظ کر دی ہے۔ فن خطاطی کے علاوہ دیگر موضوعات پر شاہ صاحب کے لکھے مقامات کو جمع کر کے کتابی شکل دی جا سکتی ہے۔

تاریخ نگاری

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک ماہر خطاط ہونے کے باوصف ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ آپ کی نعتوں اور قطعات پر مشتمل مجموعہ کلام ''برگ گل'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ (یہ مکمل مجموعہ اس کتاب میں شامل ہے) شاعری میں تاریخ نگاری ایک مشکل فن ہے۔ اس فن میں بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مکمل دسترس حاصل ہے اور آپ نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی تاریخیں کہی ہیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

۱......والد مکرم سید محمد اشرف علی سید القلم کی وفات پر یہ تاریخ کہی:

ان رحمة اللّٰه قریب من المحسنین٥ ۱۴۱۶ھ

۲......مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی لوح مزار کیلئے:

تنقل خیراً٥ ۱۳۷۰ھ

۳......تاج الدین زریں رقم کے لوح مزار کیلئے:

خوابگه خطاط الملک٥ ۱۳۷۴ھ

ہائے تاج الدین زریں رقم لاہوری ۱۳۷۴ھ

۴......حکیم سید نیک عالم شاہ صاحب کی وفات پر:

آپ جناب والد ماجد سید حسین شاہ و ثقلین زیدی ۱۳۸۷ھ

اللّٰهمّ اغفر٥ ۱۳۸۷ھ

بجناں شاہ نیک عالم رفت — زہے آں مرد نیک و باتقدیس
نسباً سید حسینی بود — قلمش بد کلام پاک نویس
بزبانش دعا وہم تاریخ — ''غفراللہ لی'' نوشت نفیس
(۱۳۸۷ھ)

۵......تاریخ وفات حکیم سید محمد عالم شاہ صاحب:

حق تعالیٰ راچنیں منظور شد — از جہاں آں جان جاں مستور شد
فرد واحد بود درفت آخر نفیس — ''از جہاں لقمان ثانی دور شد''
(۱۳۶۳ھ، ۱۳۶۲ھ)

۶......تاریخ ہائے طباعت برائے کتاب ''شعر ناب'':

جانِ سخن شعر ناب ۱۳۷۸ھ

نظام الدین صاحب کا عمل ہے یہ ان کی زندگی کا ماحصل ہے
مرے دل میں نفیس آئی یہ تاریخ کہ شعر ناب ''فردوس غزل'' ہے
(۱۳۸۷ھ)

....

اللہ اللہ کیا قرینہ ہے ادب و شعر کا سفینہ ہے
بزم مے میں جو شعر ناب آئی رند بولے ''فروغ مینا'' ہے
(۱۳۸۷ھ)

ساقی نے شعر ناب سے مخمور کردیا ہر شعر ہے صراحی صہبائے لالہ فام
اس میں نہیں کلام یہ خم خانہ ہے نفیس تاریخ شعر ناب ہے ''خم خانہ کلام''
(۱۳۸۷ھ)

۷......تاریخ وفات مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی

العالم الحقانی والشاعر العبقری ۱۳۸۷ھ

۸......تاریخ وفات مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ لاہور:

جناب شمس شد غروب 1968ء

حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی پہلی نعت!

حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ نوراللہ مرقدہ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں یہ سلام اپنی عمر کے سولہویں سال میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس دوران آپ لائل پور کالج' ایف اے' سال اول کے طالب علم سید انور زیدی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہ عیسوی سن ۱۹۴۹ء کے دسمبر کی بات ہے۔ منقبت ہذا حضرت اقدس رحمہ اللہ کے انتقال کے روز آپ کے چھوٹے بھائی جان سے ملی۔ ہدیہ قارئین ہے:

سلام اے شمع روشن چشم عبداللہ کی بینائی — زمانہ تجھ پہ قربان فرشتے تیرے شیدائی
ترانہ جھوم کے حوروں نے تیری حمد کا گایا — تیری سیرت ہے لاثانی' تیری شان یکتائی
تیری آمد سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں — عنادل چہچہا اُٹھے بہار آئی بہار آئی
تھا ابر تشدد اور مہر ضوفشاں نکلا — درخشاں ہوگیا عالم' اذانوں کی صدا آئی
ہوئے نخوت کے جھنڈے سرنگوں غیرت بھی شرمائی — ہوئے باطل تیرے دم سے خیلات "من ولائی"
ہوئے بیدار غافل اور پھاڑا کفر کا دامن — بتوں کو توڑ ڈالا شادمانی ہر طرف چھائی
تیرے در سے کوئی سائل تہی دامن نہیں لوٹا — تیرے رحمت کے آنچل کی ہے لامحدود پنہائی
سلام اس پر جو انور کی امیدوں کا سہارا ہے — سلام اس پر دل مسلم کے غم کا جو مداوا ہے

دسمبر ۱۹۴۹ء...... سید انور زیدی (سال اول)

روشنی انتخاب نمبر گورنمنٹ کالج لائل پور (فیصل آباد)

آپ نے مزید گوہر افشانی فرمائی ''تو اپنے فن اور ہنر میں بام عروج تک پہنچنے کے باوجود ان کی اداء اداء میں تواضع، مسکنت اور سادگی رچی بسی ہوئی ہے اور ان کا پورا وجود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمۃ کے اس فیض صحبت کی زندہ کرامت ہے جس نے انہیں سراپا عشق حقیقی بنادیا ہے۔ آپ طبعاً خاموشی پسند تھے لیکن ذہن رسا و ذوق سلیم اور قلب منیب بھی رکھتے تھے اور اللہ نے آپ کو ابتدائے شعور ہی سے موزونی طبع کا ملکہ اور انتہائی اعلیٰ درجہ کا تخیل شاعری ودیعت فرمایا تھا اور اس کے ساتھ خوش کلام و خوش گلو جیسی عمدہ صفات سے متصف کیا تھا۔ جب کبھی باذوق و عدل دوست اور بے تکلف یاران مہر وفا اکٹھے ہوتے تو خوب محفل جمتی اور آپ میر محفل و شمع محفل کا کردار ادا کرتے تھے مگر شعر و سخن میں بذل و یاوہ گوئی اور بے مقصد و بے فائدہ شاعری سے اجتناب کرتے تھے چونکہ فنافی الرسول کے مرتبہ و مقام پر فائز تھے، بنابریں زیادہ تر نعتیہ و توحیدی شاعری موزوں کرتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام برگ گل کے نام سے منصۂ شہود پر رونق آرائے بزم جہاں ہے۔ اس پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ہویدا ہوتا ہے کہ آپ کی شاعری واقعتاً پاکیزگی، شرافت، قناعت اور نفاست کی سلک میں پروئی ہوئی ہے اور استعارات، تشبیہات و تمثیلات کا استعمال کس قدر برمحل کیا گیا ہے اور اس پر مستزاد گرمی عشق نے کلام حسن کو کیسا نکھارا اور روح پرور بنادیا ہے۔ بیہقی ہند حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے تو کس خوبصورت انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ فرمایا:

ہے یہ کس کی خواب گاہ حسین، یہ نفیس کس کا مزار ہے
کہ نفس نفس جو ہے سکون تو نظر نظر کو قرار ہے

آپ کی جیون ساتھی کچھ عرصے پہلے داغ مفارقت دے گئی تھیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے نہایت پُر درد و غمناک یہ قطعہ کہا تھا:

رخصت اے روح روانِ زندگی　　رخصت اے جانِ جہان زندگی
جاملیں گے ہم بھی اِک دن آپ سے　　گامزن ہے کاروانِ زندگی

لاریب آپ کا وجود باوجود صفائے قلب و تزکیہ نفس اور روشن ضمیری کا پیکر تھا اور سوز و گداز درد دل اور تڑپ دروں کا ہمہ تن مجسمہ ان کی صحبت میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ روح

میں اِک شمع معرفت روشن ہورہی ہے اور قلب سے عظمت وجہول کے حجابات اُٹھتے چلے جارہے ہیں۔ اقلیم ولایت کا یہ آفتاب ہمہ تاب چھتر برس کی ضیا پاشیوں کے بعد ۵ فروری ۲۰۰۸ء کو ہمیشہ کیلئے روپوش ہوگیا۔

قرص خورشید در سیاہی شد　　　　نفیس اندر دہان خاکی شد

اُٹھا سائبان شفقت بڑی تیز دھوپ دیکھی　　　　نہیں دور دور چھاؤں کہاں اپنا سر چھپائیں

عشق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات

ہر مسلمان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعشق موجود ہے مگر عارفین کی شان تو کچھ نرالی ہی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے اس نعمت کا ایک بڑا حصہ عطا فرمایا تھا' اسی کا اثر ہے کہ آپ کو مسئلہ ختم نبوت سے خاص تعلق تھا' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دُعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا: صبح شام دعا ہے' ہر نماز کے بعد آپ لوگوں کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کا تعلق براہ راست ذات نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات سے ہے۔ اللہ پاک نے اس دنیا میں ختم نبوت کا تاج صرف اور صرف رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ جیسا کہ آخرت میں مقام محمود صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔ پس جس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور انس ہوگا اس کو مسئلہ ختم نبوت کی عظمت ونزاکت کا شعور بھی ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مرشد حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کا مسئلہ ختم نبوت سے تعلق عشق کی حد تک تھا اسی لیے کاروان ختم نبوت کے حدی خواں' حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ سے لے کر عام کارکن تک حضرت رائے پوری کو اپنا سر پرست اور مربی سمجھتا تھا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے اپنے اسی مبارک جذبہ کے پیش نظر برصغیر کی جلیل القدر شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ سے رد قادیانیت پر کتاب تحریر کروائی اور اس کو اپنی مجلس میں سنا۔ اس کا ترجمہ عربی میں ہوا تو عالم عرب کو فتنہ قادیانیت سے آگاہی

ہوئی ۔ یہ سب اقدس حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے ذوق اور جہد کا اثر تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو عقیدہ ختم نبوت سے شغف اور ردقادیانیت کا ذوق اپنے مرشد و مربی سے بھی وراثتاً ملا۔ چنانچہ جب بھی موقع آتا تو آپ ختم نبوت کے رضا کاروں کے ساتھ صف اول میں ہوتے ۔۱۹۷۴ء میں جب مسئلہ قادیانیت پاکستان کی قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا تو اس موقع پر بھی آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ کی مسئلہ ختم نبوت سے وابستگی ہی کا نتیجہ ہے کہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نائب امیر مقرر کیا گیا۔

سید نے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دھوم مچادی

ذات نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدح و توصیف میں آپ نے منظوم کلام ایسے مخلصانہ اور عاشقانہ انداز میں پیش کیا کہ اس سے دورِ حاضر میں عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دھوم مچ گئی ۔ ذرا غور کریں اس شعر کی معنویت پر!

میں فداءِ عشق رسول ہوں میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں

میرا دل خدا کے حضور میں بہ نیاز سجدہ گزار ہے

برصغیر میں ایک طبقہ نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تو کیا مگر اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ نہ دی اور حضرات اکابر علماء دیوبند کے خلاف سادہ لوح عوام کا ذہن بنایا کہ ان کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔ الحمدللہ ہمارے حضرات اکابر نے اس الزام کو ہر طرح سے تار تار کیا۔ دورِ حاضر میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا منظوم کلام جب قوم کے سامنے آیا تو انصاف پسند طبقہ بے ساختہ پکار اُٹھا کہ سچے عاشق تو یہی اکابر علماء دیوبند ہی ہیں۔ آپ کے کلام میں کمال عشق کے ساتھ ساتھ کمال اعتدال بھی ہے اور یہ توازن کم ہی شعراء کو نصیب ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سید رحمہ اللہ نے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دھوم مچادی۔

خاندانِ نبوت سے محبت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے توازن واعتدال کی نعمت سے خوب نوازا تھا‘

دور حاضر میں بعض لوگ بسا اوقات ردِ روافض میں نقطہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ ومقام کے بیان میں کوتاہی کر جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کو غلط سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بعض کتب کی اشاعت کا بھی آپ نے اہتمام کیا۔ احقر نے ایک نقشہ ''بنو ہاشم کے مصداق کا بیان'' مرتب کیا تو اس پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ آج کل بعض لوگ شوق میں اپنے آپ کو ہاشمی لکھتے ہیں یہ غلط ہے۔

مسلک سے والہانہ وابستگی

اہل السنۃ والجماعت اکابر علماء دیوبند ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ شریعت اور طریقت دونوں ہی کے امام تھے۔ صدر اول سے اُمت میں دین کے فہم کا جو ذوق آ رہا ہے وہ ان کو وراثت میں ملا جس پر انہوں نے خود بھی عمل کیا اور اس ذوق وفکر کو اگلی نسلوں میں بھی منتقل کیا اور یوں یہ پاکیزہ جماعت ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کا مصداق بنی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے حضرات اکابر کے ذوق وفکر سے وابستگی اور اس کے تحفظ اور اشاعت کا جذبہ عشق کی حد تک تھا۔ آپ نے خانقاہ بنائی تو نام ''خانقاہ سید احمد شہید'' رکھا۔ یوں ہر آنے والے کو پیغام دے دیا کہ جیسے اخلاص وتقویٰ اور محبت اور عشق ضروری ہے ویسے ہی باطل سے برسر پیکار ہونا بھی ضروری ہے۔

دور حاضر میں تصوف وسلوک کے حوالے سے دینی طبقات میں کوتاہی برتی جا رہی ہے' آپ اس کوتاہی کے ازالہ کے لیے فکر مند ضرور تھے مگر ''نظریہ ضرورت'' کے تحت ایسے اعمال کو ہرگز درست نہ سمجھتے تھے جن پر حضرات اکابر نے بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے۔ الغرض آپ اپنے حضرات اکابر کی تحقیقات پر نظر ثانی کے قائل نہ تھے اور اس ذیل میں بڑے حساس تھے۔ ایک بار احقر کو فرمایا کہ فلاں صاحب کو رد روافض میں کچھ غلو سا ہو گیا ہے۔ انہوں نے تو مدح یزید شروع کر دی ہے وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر نہ تھے تو میں نے جواب دیا کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حق سمجھتا ہوں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''اَحَقُّ'' سمجھتا ہوں۔

اسی طرح عالم عرب کے عالم محمد بن علوی مالکی کی کتاب ''مفاهيم يجب ان تصحها'' پر

آپ سے تائیدی کلمات لکھوائے گئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس کتاب میں پیش کیا گیا نظریہ اور ذوق اپنے حضرات اکابر کی تحقیقات سے متصادم ہے تو آپ نے واضح طور پر اپنی اس تقریظ سے رجوع کر لیا اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو "المہند" اور "براہین قاطعہ" میں مذکور ہے۔ آپ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ تائید کرنے والوں کی فہمائش کی بھی کوشش کی۔

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنوہی رحمہ اللہ سے روحانی تعلق کے ساتھ مسلک سے وابستگی کے حوالے سے بھی آپ کو عشق تھا خصوصاً سنت و بدعت کی توضیح کے ذیل میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مسلک کا مدار حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں گنگوہ حاضری پر آپ نے جو منظوم کلام کہا وہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی مکمل سیرت ہے۔ اس کا ہر شعر آپ کی زندگی کا ایک باب ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ کلام معنویت اور تاثیر میں بے مثال ہے۔ احقر نے بھی دوبار آپ کی فرمائش پر آپ کو آپ کا یہ کلام سنایا جس سے آپ بہت مسرور ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تخیل کی بلندی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے عقیدت و وابستگی کو اس شعر میں ملاحظہ کریں۔

میں نگاہِ شوق کا کیا کروں دل ناصبور سے کیا کہوں
ابھی حشر میں بڑی دیر ہے ابھی دور روزِ شمار ہے

اسی کے ساتھ دوسرا شعر بھی ملاحظہ ہو:

یہی میرا راز و نیاز ہے کہ میں اسیر زلف رشید ہوں
اسی سلسلے کا مرید ہوں میرا اس پہ دارو مدار ہے

آپ جامعہ خیر المدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن اور سرپرست بھی تھے۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے خدام جامعہ اپنے ایک عظیم دُعا گو سے محروم ہو گئے ہیں۔

اصحابِ کرام و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت

آپ کو اصحاب و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پایاں محبت تھی۔ آپ ہر مجلس اور محفل میں اصحاب و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جذب و وجد کے ساتھ فرماتے۔ ردرفض کے محاذ پر کام کرنے والوں کو فتنہ خروج سے بچانے کے لیے اہل

بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت اور اپنی تقریروں میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی تلقین فرماتے اور اپنی نعتوں اور نظموں میں اہل بیت واصحاب رضی اللہ عنہم کا تذکرہ جھوم جھوم کر کرتے ہوئے نظر آتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جس قلب میں یاران نبی کی ہو عقیدت　　کھلتے ہیں اس قلب پہ اسرار مدینہ
معمور صحابہؓ کی محبت سے رہے گا　　وہ سینہ کہ ہے مہبط انوار مدینہ
وہ آل محمد ہوں کہ اصحاب محمد　　ہیں زینت دربار دربار مدینہ
حسن حسنؓ کو دیکھ کر حسینؓ حسینؓ کو دیکھ　　دونوں میں جلوہ رایز جمال رسول ہے
ابوبکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں، وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ　　چاروں سے آشکار کمال رسول ہے

آپ نے نئی نسل کو رفض وخروج سے بچاتے ہوئے اعتدال کا درس دیا۔ آل واصحاب پر کئی ایک شاندار کتب شائع کیں۔ المرتضیٰؓ سوانح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، سیدنا علی وحسین رضی اللہ عنہم، اللطائف الاحمدیہ فی المناقب الفاطمیہ، حضرات اہل بیت کرام کا قدیم ترین پاکیزہ اور مستند تذکرہ ریحان عترت، شجرۃ الاشراف وغیرہ۔

ایک جامع شخصیت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک اہم ترین وصف یہ تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو کسی ایک خول میں بند نہیں کیا۔ آپ بیک وقت صوفی، مجاہد، شاعر، ادیب اور عاشق رسول نظر آتے ہیں۔ آپ جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر تھے وہاں مجاہدین کی عالمی تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی کے سرپرست بھی۔ آپ اپنے شیخ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی طرح مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البحور تھے۔ تمام دینی تحریکوں کے قائدین آپ کے حلقہ بگوش اور آپ ان کے دعا گو اور سرپرست نظر آتے ہیں۔

حضرت سید احمد شہید اور بزرگان دیو بند کی روایات کے امین

آپ کو امام المجاہدین حضرت اقدس سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ساتھ بے پایاں محبت تھی۔ آپ نے حضرت سید احمد شہید کے رفقاء کے ہاتھوں اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل لکھی ہوئی کتاب ''وقائع سید احمد شہید رحمہ اللہ'' کا عکس لے کر شائع فرمایا اور اس کی بیسیوں

کا پیاں مفت تقسیم کیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت و جہاد حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے جا کر ملتا ہے اس لیے اپنی خانقاہ کا نام بھی خانقاہ سید احمد شہید رحمہ اللہ رکھا اور اپنے متعلقین سے مکتبہ سید احمد شہید رحمہ اللہ شروع کرایا۔

مولانا سندھی رحمہ اللہ

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تحریک آزادی کے نامور رہنماؤں میں سے تھے۔ چیانوالی گوجرانوالا میں ایک سکھ گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اللہ پاک نے ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ایک دینی پروگرام میں شرکت کے لیے چیانوالی تشریف لے گئے۔ رفقاء سے مولانا سندھی رحمہ اللہ کا آبائی مکان دیکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا' مکان دیکھ کر رفقاء کو حکم دیا کہ مکان خریدنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ مکان خریدا اور اسے مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سینے سے لگا کر فرمایا کہ آپ دین پور تشریف لے جائیں اور مولانا سندھی رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر میرے سلام پیش کریں اور دعاء کی درخواست بھی کہ آپ کے آبائی مکان کو مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ ہے۔ مولانا ندیم فرماتے ہیں کہ میں دو تین ماہ کے بعد حاضر ہوا تو معانقہ فرماتے ہی ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے مولانا سندھی رحمہ اللہ کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کا مؤلد و مسکن کو مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا

۱- آپ کی شخصیت اور عمل کو دیکھ کر سنت کا تعین کیا جا سکتا تھا کیونکہ آپ کا کوئی عمل خلافت سنت نہیں ہوتا تھا۔

۲- آپ میں دوسری بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے اپنے آپ کو محدود دائرہ میں کبھی بند نہیں رکھا۔ ہر محاذ پر سرگرم عمل رہے اور ہر دینی محاذ پر کام کرنے والوں کی عملی سرپرستی فرمائی۔

۳- آپ میں تیسری بڑی خوبی یہ تھی کہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے مسلک کو قرآن وسنت کے مطابق دیکھ کر افراط وتفریط سے اپنے آپ کو بچایا اور دیوبندی فکر کے امین رہے۔

۴- جامعہ رحیمیہ قصور کے مہتمم حضرت قاری مشتاق احمد رحیمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میرا تین سالہ مشاہدہ ہے کہ آپ ہمیشہ صف اول اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا فرماتے' چاہے کتنی ہی تکلیف اور بیماری کیوں نہ ہو۔

۵- آپ کو سیرت و تاریخ پر عبور حاصل تھا۔ جب کبھی کسی شخصیت کے متعلق سوال کیا' حضرت نے تفصیل کے ساتھ اس کی خدمات اور تاریخ بیان فرما دی۔

علالت

جولائی ۲۰۰۷ء میں ازبکستان کے سفر سے واپسی پر کان میں درد شروع ہوا' آپریشن ہوا' کچھ طبیعت سنبھل گئی۔ رمضان المبارک کے بعد طبیعت میں نقاہت اور کان کے درد میں شدت ہوئی' دوبارہ ہسپتال داخل ہوا' عیدالاضحیٰ پر چند روز کے لیے گھر تشریف آوری ہوئی' پھر ہسپتال میں لے جایا گیا۔

وفات حسرت آیات

شعبہ امراض قلب کے مشہور معالج جناب ڈاکٹر شہریار اور ان کے رفقاء نے مہنگا سے مہنگا علاج کیا لیکن تدبیر پر تقدیر غالب آئی اور ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء صبح پانچ بج کر پچیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے بوقت تہجد خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ خدام و مشاق پروانہ وار لاہور کی طرف قافلوں کی صورت میں رواں دواں ہو گئے۔

نماز جنازہ

ظہر کی نماز کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے جنازہ اُٹھایا گیا اور دو بج کر پینتالیس منٹ پر عتیق سٹیڈیم پہنچا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ پیر طریقت حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہم کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ دوسرا جنازہ آپ کی قائم کردہ خانقاہ سید احمد شہید رحمہ اللہ میں شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہم نے پڑھایا جس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

تدفین

خانقاہ کے قریب ایک مخصوص احاطہ میں آپ کو سپرد خاک کردیا گیا۔ لحد میں اتارنے کی سعادت بھائی رضوان نفیس، محمد نعیم، احمد علی، قاری سیف اللہ اختر، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا خلیل الرحمٰن نے حاصل کی اور ہزاروں لوگوں نے آہوں سسکیوں کے ساتھ آپ کو سپرد خدا کیا۔

اولاد واحفاد

حضرت نے لاکھوں متعلقین کے علاوہ دو پوتے، پانچ پوتیاں سوگوار چھوڑیں۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے بڑے پوتے سید زید الحسینی زید مجدہ کی دستار بندی کی گئی اور استاذ العلماء مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ نے سید زید الحسینی کو وصیت فرماتے ہوئے کہا کہ حضرت والا کی خواہش اور توقع کے مطابق آپ ان کی جانشینی کا حق ادا کریں گے آپ کی دستار بندی کرائی جاتی ہے آپ حضرت کی وصیت وخواہش کے مطابق اپنے آپ کو حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب فیصل آباد اور حضرت مولانا سید سلمان ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ انڈیا کی زیر تربیت رکھیں اور ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں اپنی تکمیل کریں۔ خانقاہ شریف کے تمام امور ان حضرات کی رہنمائی سے اور خاندانی امور خاندان کے بڑے حضرات کی رہنمائی میں سرانجام دیں۔ اللہ پاک حضرت رحمہ اللہ کی مرقد مبارک پر اپنی رحمتوں کی گھٹائیں نازل فرمائیں اور ان کی قائم کردہ خانقاہ و مدرسہ کو قیامت تک آباد وشاداب رکھیں اوران کے جانشین کو جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی قلمی خدمات!

حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ شانہ نے تصنیف و تالیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا تھا۔ آپ نے بنیادی طور پر بزرگان دین کے تذکرہ و سوانح پر قلم اُٹھایا۔ موضوع آپ کا پسندیدہ تھا۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف یہ ہیں:

۱- برگ گل (مجموعہ کلام)
۲- نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نعتیہ کلام)
۳- شجرۃ الاشراف
۴- شمیم گل برگہ
۵- شمائم گیسودراز رحمہ اللہ
۶- سادات گیسودراز رحمہ اللہ
۷- قطب سوات
۸- حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے روحانی رشتے
۹- حکایات مہر و وفا
۱۰- قاسم العلوم والخیرات
۱۱- شعر الفراق
۱۲- مقالات خطاطی
۱۳- نفائس القلوب
۱۴- تاریخ حبیبی و تذکرہ مرشدی
۱۵- سیدنا علیؓ، حسینؓ
۱۶- ریحان عزت
۱۷- الاسماء الحسنٰی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقعات پر مبنی کتاب)
۱۸- اربعین صلوٰۃ والسلام (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقعات پر مبنی کتاب)
۱۹- نستعلیق نامہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقعات پر مبنی کتاب)
۲۰- نفائس اقبال (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقعات پر مبنی کتاب)
۲۱- ارمغان نفیس (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقعات پر مبنی کتاب)

علاوہ ازیں آپ نے نایاب کتب کو بھی چھپوا کر زندہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی خدمات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے جو سرسری طور پر معلوم ہوئیں وہ یہ ہیں:

۱- امام ابوحنیفہ شہید رحمہ اللہ اہل بیت	۲- المناقب الفاطمہ رضی اللہ عنہا
۳- الامام زید رضی اللہ عنہ	۴- الامام الحسین رضی اللہ عنہ
۵- السیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۶- الامام زید بن علی رضی اللہ عنہ
۷- اخبار المحدث الفقہ	۸- المہند
۹- الافادۃ	۱۰- الامام الہدی رضی اللہ عنہ
۱۱- ارشادات (حضرت رائپوری)	۱۲- بہار عترت
۱۳- --- تحفۃ الاسلام	۱۴- خزینۃ معرفت
۱۵- حضرت سید جلال الدین بخاریؒ	۱۶- حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ
۱۷- رسالہ اشغال	۱۸- سیرت ابن اسحاق
۱۹- سیدہ شباب اہل الجنۃ	۲۰- عظمت قرآن
۲۱- فیصلہ کن مناظرہ	۲۲- قادیانیت
۲۳- گلزار ابرار	۲۴- مکاتیب سید احمد شہید رحمہ اللہ
۲۵- مناقب علیؓ وحسنینؓ وامہا فاطمۃ الزہراءؓ	۲۶- مسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
۲۷- مسند امام زید رضی اللہ عنہ	۲۸- نفائس اقبال
۲۹- تفسیر المستقط (تصنیف حضرت گیسودراز رحمہ اللہ)	۳۰- وقائع حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ

یہ وہ کتب ہیں جن میں سے اکثر عربی میں ہیں۔ ان میں سے بعض کا حضرت ترجمہ کرا کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے اکثر نایاب کتب تھیں۔ پاکستان میں ان کا ملنا دشوار امر تھا۔ ایک ایک کتاب کو حاصل کرنے کے لیے حضرت رحمہ اللہ نے کن دشوار گزار وادیوں کو طے کیا۔ ہر کتاب کے ساتھ مستقل کہانی وابستہ ہے۔ واقفین حضرات ہی اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں اور یہ کام ہونا چاہیے' آپ کی تالیفات وشائع کردہ کتب کی تفصیلات مستقل مقالہ کی متقاضی ہیں۔ اس وقت مجھے آپ کے شائع شدہ "مقالات" پر یہ عرض کرنا ہے۔

ان میں سے بعض و مقالات ہیں جو خطاطی سے متعلق ہیں۔ وہ ''مقالات خطاطی'' کے نام پر یکجا شائع ہو چکے ہیں۔ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱-خطاطین قرآن (یہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور قرآن نمبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا)

۲-خطاطی' تاریخ عظمت کا شاہکار' ایک بے مثال فن (یہ مقالہ نمائش خطاطی آرٹ کونسل ۱۹۷۶ء کے موقع پر شائع ہوا)

۳-دبستان خطاطی (پہلے کہیں نہیں شائع ہوا' مقالات خطاطی میں پہلی بار شائع ہوا)

۴-خط کوفی کی خصوصیات // // // // // // //

۵-خط نسخ کی خصوصیات // // // // // // //

۶-خط نستعلیق کی خصوصیات // // // // // // //

۷-ابن مقلہ // // // // // // //

۸-ابن بواب // // // // // // //

۹-یاقوت مستعصمی // // // // // // //

۱۰-میر علی تبریزی مؤجد خط نستعلیق // // // // // // // //

۱۱-اسلامی خطاطی اور اقسام خط // // // // // // // //

۱۲-تاریخ کتبہ نویسی (روزنامہ امروز لاہور)

۱۳-خط نسخ اور خط نستعلیق کا تقابلی جائزہ (روزنامہ آزاد مورخہ ۲ نومبر ۱۹۷۷ء)

۱۴-فن خطاطی کا ارتقاء (امروز لاہور مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء)

۱۵-فن خطاطی کو فروغ کیسے ہوا (چند ٹھوس تجاویز' تقریر' مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۱ء)

ان پندرہ مقالہ جات کو محترم حضرت مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہ' ناظم الصفہ اکیڈمی لاہور نے ''مقالات خطاطی'' کے نام سے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے۔ فالحمدللہ!

ذیل میں ان مقالہ جات کی فہرست دی جاتی ہے جو مختلف شخصیات اور اکابر کے تذکروں پر مشتمل ہیں۔ یہ مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ ان کی تفصیل بھی پیش خدمت ہے۔ یہ مقالات بھی مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہ نے جمع کر لیے ہیں اور انہیں بھی یکجا شائع کرنے کی

سعی فرما رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔فہرست یہ ہے:

۱۶-علماء دیوبند کا سلسلۃ الذہب (ندائے صفہ ۲۰۰۶ء ص ۱۵)

۱۷-شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (ندائے صفہ ۲۰۰۷ء ص ۱۹)

۱۸-فاعتبروا یااولی الابصار (انوار مدینہ ج ۱۳ ش ۳)

۱۹-ایک خوشنویس خاندان (ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور جنوری ۱۹۷۰ء)

۲۰-آئینۂ حقیقت، مقدمہ خزینۂ معرفت، قلمی نام سے شائع ہوا تھا۔

۲۱-احوال و آثار شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

۲۲-حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ (ریڈیائی نشریہ ۳۱ جنوری ۱۹۷۴ء)

۲۳-حضرت اقدس بنوری رحمہ اللہ کا تعلق بیعت و اجازت

۲۴-روشنی کا مینار (حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رضی اللہ عنہ)

۲۵-لالہ صحرائی (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ)

۲۶-صدرنشین (حضرت مولانا نظام الدین شامزی رحمہ اللہ)

۲۷-سراپا جمیل (حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ)

۲۸-ملفوظات بیان کردہ (حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ)

اکابر کے تاثرات

عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر
حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد مدظلہ
(سجادہ نشین کندیاں شریف)

حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمہ جہت دینی خدمات کا کام لیا۔ ان کا تعلق خانقاہ رائے پور سے تھا جس طرح ان کے شیخ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ فتنہ قادیانیت کے خلاف حساس دل رکھتے تھے اور اس کی سنگینی سے فکرمند تھے اور انہوں نے اپنے متعلق اور خلیفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو لاہور میں بٹھا کر ایک ماہ میں ختم نبوت کے عنوان پر پہلے عربی میں کتاب مرتب کروائی اور پھر اس کا اُردو ترجمہ کروا کر اس کی اشاعت و تقسیم کا انتظام فرمایا جو ان کی تحفظ ختم نبوت کے ساتھ گہری دلچسپی اور قادیانیت کیخلاف شدید نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ٹھیک اسی طرح حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے شیخ کی اقتداء میں قادیانیت سے شدید نفرت کرتے تھے اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں بہت ہی حساس تھے۔

آپ کے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ آپ کے نعتیہ کلام سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ عشق رسالت کا پیکر تھے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی نعت

"اے رسول امیںؐ خاتم المرسلیںؐ　　تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں"

کسی بریلوی مکتب فکر کی کسی اونچی اور مشہور گدی کے سجادہ نشین کو سنائی گئی تو انہوں

نے پوچھا کہ ''یہ کس کا کلام ہے؟'' جب بتلایا گیا کہ یہ ایک دیوبندی بزرگ کا کلام ہے تو انہوں نے کہا ''اگر یہ نظم کسی دیوبندی بزرگ کی ہے تو میں آج کے بعد دیوبندی ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو انواع واقسام کے کمالات وخصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ بیک وقت مصلح، عاشق صادق، محقق، مؤرخ، قادر الکلام شاعر، نعت گو، مجاہد، تحفظ ختم نبوت کے پاسبان اور تمام دینی تحریکوں کے سرپرست وروح رواں تھے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے بعد ہماری جماعت کے نائب امیر قرار پائے۔ مگر افسوس کہ وہ بہت جلد ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ان جیسا مخلص ومجاہد راہنما عطا فرمائے۔ آمین!

خاموش مبلغ

امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم العالیٰ

''حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات اور جنازہ میں شرکت کے بعد امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی خدمت میں حاضری کے موقع پر حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں امام اہل سنّت مدظلہ نے جو کچھ فرمایا مولانا سعید احمد جلالپوری نے اسے محفوظ کرلیا اور حضرت سے درخواست کی کہ اجازت ہو تو اپنے الفاظ میں اس کو مرتب کرکے آپ کی جانب سے شائع کردوں؟ چنانچہ آپ نے بخوشی اجازت دے دی تو مولانا سعید احمد جلال پوری کے الفاظ میں حضرت امام اہلسنّت کے تاثرات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔'' (ادارہ ہفت روزہ ختم نبوت)

حضرت اقدس سید انور حسین شاہ نفیس رقم کی رحلت سے بہت ہی دکھ اور افسوس ہوا۔ یوں تو ہمارے سارے بزرگ ہی قابل صد تکریم اور اپنی اپنی جگہ سب کی دینی، مسلکی خدمات لائق صد افتخار ہیں مگر اس آخری دور میں جبکہ عموماً عوام وخواص میں دینی تصلب اور پختگی نہیں رہی اور دین ومذہب اور مسلک ومشرب میں لوگوں کا علم وفہم سطحی سا ہوگیا ہے اور عوام کیا علماء میں بھی ...... الا ماشاء اللہ...... صلح کل ہونے کا شوق بڑھ رہا ہے اور انہیں یہ

خیال دامن گیر ہونے لگا ہے کہ لوگ ہمارے کسی قول وفعل یا نظریہ سے ناراض نہ ہو جائیں یا ہماری مقبولیت میں کوئی فرق نہ آ جائے یا لوگ ہمیں تشدد پسند اور تنگ نظر نہ سمجھنے لگیں۔

ایسے وقت میں قرآن وسنت' دین وشریعت اور اکابر علمائے اہلسنت اور خصوصاً علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب اور ان کی تحقیقات پر کلی اعتماد اور ان سے سرموانحراف نہ کرنا اور کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرنا' بلاشبہ کارے وارد۔

ہمارے اسلاف' اکابر معاصر اور آج سے کچھ عرصہ قبل تک تقریباً عمومی صورت حال یہ تھی کہ جیسے ہی کوئی طالع آزما جادۂ حق سے ہٹتا تو اکابر علماء اس کے محاسبہ کے لیے میدان عمل میں آ جاتے لیکن جیسے جیسے دوسرے میدانوں میں کاہلی' سستی' ضعف اور کمزوری آتی گئی ویسے ویسے دین ومذہب اور مسلک ومشرب کے سلسلہ میں بھی ضعف اور کمزوری آنا شروع ہوگئی۔ چنانچہ اب ایسے لوگ بہت ہی کم نظر آتے ہیں جو مخالفتوں کے ماحول میں احقاق حق کریں۔

خصوصاً ناصبی اور خارجی تحریک' یزیدیت' فتنۂ انکارِ حدیث' تصوف وسلوک واحسان کی مخالفت اور حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی حیات کے انکار کا فتنہ روز افزوں ہے اور لکھے پڑھے لوگ اور اصحاب علم وفضل بھی اس سے اغماض اور چشم پوشی برتتے ہیں۔

ان حالات میں حضرت اقدس سید انور حسین شاہ الحسینی نفیس رقم رحمہ اللہ کا وجود بہت بڑی غنیمت تھا کہ باوجود سوسو مخالفتوں کے انہوں نے اکابر کے مسلک ومشرب اور ان کے ذوق ومزاج کی خوب خوب ترویج وتشہیر کی اور اپنے متعلقین ومنتسبین کی صحیح خطوط پر تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ بلاشبہ ان کی رحلت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ سچ پوچھئے تو حضرت شاہ صاحب کا وجود مسعود سراپا دعوت وتبلیغ تھا' آپ خاموش مبلغ تھے اور آپ کی خاموش خدمت دین کئی اداروں کے کام سے بھاری تھی۔

ان کے جانے سے دین کی خدمت کے وہ تمام مراکز اپنے روحانی سرپرست سے محروم ہو گئے جو ان کے دم قدم سے آباد وشاداب تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے متعلقین کو ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خانقاہ اور مرکز رشد وہدایت کو آباد وشاد رکھے۔

یہ سن کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ حضرت مرحوم نے اپنی خانقاہ اور سلسلہ کو جاری وساری رکھنے کے لیے بہت سے اہل علم کو تیار کر دیا ہے جن میں سے بہت سے ثقہ اہل علم بھی ہیں، خدا کرے کہ ان کے متعلقین بھی اپنے شیخ کے اعتماد کی لاج رکھیں اور ان کے خطوط پر چل کر ان کی زندگی بھر کے مشن کو آگے بڑھانے کی سعی وکوشش کریں۔

میں آخر میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ان کے اخلاف و پسماندگان، متعلقین، متوسلین، خلفاء اور مجازین سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رحلت کا سانحہ میرے لیے بھی اتنا ہی رنج والم کا باعث ہے جتنا آپ حضرات کے لیے، اس لیے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک غم تصور کریں اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آہ حضرت نفیس الحسینی رحمہ اللہ

(حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

حمد وستائش اس ذات کے لیے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الکریم وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین وعلٰی من تبعھم باحسان الٰی یوم الدین o

پچھلے مہینے حضرت نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع کمالات ہر دلعزیز اور نہایت محبوب شخصیت بھی ہم سے جدا ہوگئی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) حضرت نفیس رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی ایسی دل آویز خصوصیات سے نوازا تھا جو خال خال ہی کسی ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں وہ انتہائی خاموشی کے ساتھ اُمت کی گرانقدر خدمات میں مصروف تھے، ان خدمات کا فیض چار سو پھیل رہا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان حضرات میں سے تھے جن کے وجود کی ٹھنڈک اس فتنوں بھرے دور میں ہم جیسے لوگوں کے لیے ڈھارس کا سبب بنا کرتی تھی اور جن کا تصور قحط الرجال کے اس زمانے میں مایوسی کے احساس کو دور کیا کرتا تھا۔ آج یہ سایہ رحمت وشفقت ہمارے سر سے اُٹھ گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت نفیس شاہ صاحب قدس سرہ کی ابتدائی شہرت ان کی خطاطی کے حوالے سے ہوئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ خوش نویسی کے میدان میں ان کے شہ پارے اپنے حسن، توازن اور دلکشی سے انسان کو مبہوت کر دیتے تھے اور ملک و بیرون ملک انہیں ہر جگہ خراج تحسین پیش کیا گیا لیکن ان کی اصل خصوصیت جس نے انہیں مقبولیت اور محبوبیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچایا ان کی روحانیت، ان کا اخلاص، دین کے لیے ان کا سوز و گداز، اُمت کی فکر، بزرگوں سے تعلق اور سادگی و تواضع کے وہ اوصاف تھے جو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کے فیض صحبت نے پیدا کیے تھے اور جن کی وجہ سے جو ان کے جتنا قریب ہوتا، اتنا ہی ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

میں شروع میں انہیں ایک عظیم خطاط ہی کی حیثیت سے جانتا تھا، ان کی خوش نویسی کا ہر شاہکار یقیناً اپنی طرف دل کو کھینچتا تھا، شاید اِکا دُکا موقعہ پر دور دور سے ملاقات بھی ہوئی ہو لیکن ان کے اصل جوہر اس وقت سامنے آئے جب کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

یہ موقع سب سے پہلے ۱۹۷۴ء میں حاصل ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب ملک بھر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چل رہی تھی۔ مجلس ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء اور سیاسی قائدین متحد ہو کر یہ تحریک چلا رہے تھے اور شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہ انتہائی جانفشانی سے اس کی سربراہی فرما رہے تھے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ۳۸ ارکان اسمبلی کی طرف سے ایک قرارداد پیش ہوئی تھی اور مرزائیوں کے دونوں گروپوں یعنی قادیانی اور لاہوری جماعتوں نے اپنا اپنا بیان اسمبلی میں داخل کیا تھا۔ قرارداد کی تائید میں مسلمانوں کی طرف سے ایک بیان بھی داخل ہونا تھا۔ اس بیان کو مرتب کرنے کے لیے حضرت مولانا بنوری صاحب قدس سرہ نے بندہ کو کراچی سے راولپنڈی بلایا اور طے پایا کہ بیان کا مذہبی حصہ میں لکھوں اور سیاسی حصہ برادر محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب تحریر فرمائیں۔ وقت بہت کم تھا، تقریباً دس روز کے اندر یہ بیان نہ صرف تیار ہونا تھا بلکہ اُسے چھاپ کر ارکان اسمبلی میں تقسیم بھی کرنا تھا، اس وقت کمپیوٹر کا رواج نہیں تھا اس لیے طے پایا کہ جتنا جتنا بیان لکھا جاتا رہے، ساتھ ساتھ اس کی کتابت بھی ہوتی رہے اور کتابت بھی اعلیٰ معیار کی

ہو۔اس کے لیے ضروری تھا کہ کچھ کاتب صاحبان کو راولپنڈی بلا کر ہمارے ساتھ ہی بٹھا دیا جائے۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ کون کاتب صاحبان ایسے ہوسکتے ہیں جو اپنا سارا کام چھوڑ کر یہاں ایسی جگہ آ بیٹھیں جو اس وقت کے ماحول میں خطرات سے بھی پُر تھے۔ اس سلسلے میں مشورہ ہونے لگا تو میں نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ ''حضرت! اگر اس کے لیے جناب نفیس شاہ صاحب کو دعوت دی جائے تو کیا ہی اچھا ہو اور میرا اندازہ ہے کہ اگر آپ ان کو فون کریں گے تو ان شاء اللہ وہ ضرور منظور کرلیں گے۔''

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر بشاشت ظاہر ہوئی اور انہوں نے بے ساختہ ارشاد فرمایا: ''نفیس تو پھر نفیس ہی ہیں۔''

چنانچہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے انہیں پیغام بھیجا اور پیغام پہنچنے کی دیر تھی کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کی ایک پوری ٹیم لے کر راولپنڈی پہنچ گئے۔ اِدھر ہم بیان کا مسودہ لکھتے جاتے اور شام کے وقت ارکان اسمبلی کے سامنے اُسے سنانے کے بعد اس کو حتمی شکل ملتی اور اُدھر حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اُس کی کتابت کرتے جاتے اور اس طرح رات دن یہ کام جاری رہا اور دس روز میں دوسو صفحے کی کتاب ''اُمت مسلمہ کا مؤقف'' کے نام سے مرتب بھی ہوگئی، اس کی کتابت بھی ہوئی اور وہ چھپ کر تیار بھی ہوگئی۔

یہ یادگار اور تاریخی عشرہ اس طرح گزرا کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان کی صحبت اُٹھانے کا موقع ملا اور اسی کے نتیجے میں اُن کی محبت دل میں سما گئی۔ اگرچہ ہم دن رات اپنے کام میں اس طرح مشغول تھے کہ کسی اور طرف توجہ دینے کا وقت ہی نہیں تھا لیکن اس مشغولیت میں بھی ان کی دل نواز ادائیں ان کی گفتگو اور ان کی زبان سے بزرگوں کے تذکرے دل میں گھر کر گئے۔

یہ دس دن چونکہ ہم نے ہم پیالہ و ہم نوالہ بن کر گزارے تھے اس لیے اس کے بعد باہمی تعلق میں مزید اضافہ ہوا، ان کے ساتھ کبھی لاہور اور کبھی کراچی میں بہت سی مجلسیں رہیں اور وہ بھی بندہ پر بہت شفقت فرمانے لگے۔ یہ بے تکلفی یہاں تک بڑھی کہ جب میں نے اپنے ماہنامہ ''البلاغ'' کا مفتی اعظم رحمہ اللہ نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا تو انہی سے

درخواست کی کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کراچی تشریف لاکر اس نمبر کی کتابت اپنی نگرانی میں کروائیں اور اس طرح ایک مرتبہ پھر راولپنڈی کی یاد تازہ ہوجائے۔ یہ درخواست اگرچہ اس لحاظ سے بڑی عجیب لگتی تھی کہ ملک کا وہ مایہ ناز خطاط جس کے فن پاروں کا لوہا دنیا بھر میں مانا جاتا تھا' وہ اپنا سارا کام چھوڑ چھاڑ کر اپنے ایک نیازمند کی درخواست پر رخت سفر باندھ لے اور کراچی آکر مقیم ہوجائے لیکن انہوں نے محبت کا یہ حیرت انگیز حق ادا کیا کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کراچی آکر تقریباً دو ماہ تک دارالعلوم میں مقیم رہے اور اس وقت مقیم رہے جب دارالعلوم کا مہمان خانہ آج کی طرح آرام دہ نہیں تھا اور اس طویل عرصے میں چودہ سو صفحات پر مشتمل ''مفتی اعظم رحمہ اللہ نمبر'' اپنی نگرانی میں تیار کرایا۔

اس مرتبہ چونکہ ساتھ رہنے کی مدت طویل بھی تھی اور کام کی اتنی جلدی بھی نہیں تھی جتنی راولپنڈی میں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی صحبت خوب خوب میسر آئی' ان کی ایک خاص ادا یہ تھی کہ وہ بزرگوں اور خاص طور پر ماضی قریب کے بزرگوں کا مجسم تذکرہ تھے۔ ہر موقع کی مناسبت سے انہیں کسی نہ کسی بزرگ کا کوئی واقعہ یا ملفوظ یاد آجاتا اور وہ اس سے حاضرین کو مستفید فرماتے تھے۔ حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کی جماعت مجاہدین کے تقریباً ہر فرد کے حالات ایسا لگتا تھا کہ انہیں ازبر ہیں وہ ان کے نسب تک سے واقف تھے اور ان کی زبان سے ایسے ایسے بزرگوں کے حالات خاصی تفصیل کے ساتھ سننے میں آتے تھے جن کا ہم نے پہلے نام بھی نہیں سنا تھا اس لیے ان کے ساتھ بیٹھ کر نہ صرف معلومات میں بہت اضافہ ہوتا تھا بلکہ بزرگوں کے افادات سے استفادے کا موقع ملتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نفیس شاہ صاحب قدس سرہ کو شعر کا بھی بڑا بلند ذوق عطا فرمایا تھا چونکہ اس کوچے سے مجھے بھی طبعی لگاؤ رہا ہے اس لیے ان کے ساتھ ان مجلسوں میں ان کی بلند معیار شاعری سے بھی لطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ یہاں تک کہ جب ان کے اشعار کا مجموعہ ''برگ گل'' کے نام سے شائع ہونے لگا تو انہوں نے مجھے بھیجا کہ میں اس پر پیش لفظ لکھوں اور وہ میرے پیش لفظ ہی کے ساتھ شائع ہوا۔

خلاصہ یہ کہ راولپنڈی اور کراچی میں ان کے ساتھ گزارے ہوئے دن ان کے ساتھ

ایک نا قابل شکست تعلق کی بنیاد بن گئے۔ پھر ان سے بفضلہٖ تعالیٰ ملک کے مختلف حصوں میں بار بار ملاقات کا شرف حاصل رہا اور ہر بار انہوں نے اپنی شفقتوں سے نہال فرمایا۔ میں نے ان کے بارے میں کسی جگہ لکھا تھا کہ ''ان کے ہاتھوں سے پھول کھلتے اور منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔'' واقعہ یہ ہے کہ اس جملے میں مبالغے کا کوئی شائبہ نہیں تھا ان کی باتیں سننے سے دل نہیں بھرتا تھا اور جب کبھی کسی جگہ ان سے ملاقات ہو جاتی تو دل کھل اُٹھتا تھا۔

وہ ۱۹۵۷ء میں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ سے بیعت ہوئے تھے۔ بیعت کہنے کو بہت سے لوگ ہو جاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنے شیخ سے بھرپور فیض حاصل کیا اور ایک ہی سال میں انہیں اپنے شیخ کامل سے بیعت وارشاد کی اجازت حاصل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خطاطی کے جس فن سے نوازا تھا اس پر انہیں بہت سے ملکی اور غیر ملکی اعزازات حاصل ہوئے لیکن اس کی بناء پر طبیعت میں کوئی پندار پیدا ہونے کے بجائے طبیعت کی سادگی، تواضع اور درویشی میں اور اضافہ ہو گیا اور پھر کیفیت یہ ہوگئی کہ خطاطی اور کاتب حضرات کو اصلاح دینا تو ایک بہانہ تھا ورنہ ان کا مستقر ایک ''دکان معرفت'' بن گیا جہاں سے نہ جانے کتنے تشنگان سلوک دوائے دل لے جاتے تھے لیکن ان کی کسی ادا میں پیروں اور مشائخ کے کروفر کا کوئی گذر نہیں تھا اور دیکھنے والا پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ طریقت و معرفت کے کیسے جام لنڈھائے بیٹھے ہیں، نہ جانے کتنی زندگیاں ان کی صحبت کے فیض سے بدلیں، کتنے انسانوں میں انقلاب آیا اور کتنے افراد ان کے چشمہ معرفت سے سیراب ہوئے۔ ان کی متعدد تالیفات بھی ایسے موضوعات پر منظر عام پر آئیں جن پر لکھنا انہی کا حصہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُمت مسلمہ کے مسائل کے لیے ان کی آنکھیں ہر دم کھلی تھیں اور وہ اُمت کو پیش آنے والے حالات سے پوری طرح باخبر رہ کر نہایت خاموشی کے ساتھ اجتماعی جدوجہد میں اپنا حصہ لگاتے رہتے تھے۔

جولائی ۲۰۰۷ء میں انہوں نے ازبکستان کا سفر کیا اور وہیں سے آپ کے کان میں تکلیف شروع ہوئی جو دماغ تک پہنچ گئی اس وقت سے علالت کا سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ آخر میں بے ہوشی کی حد تک جا پہنچا۔

مورخہ ۲۶ محرم ۱۴۲۹ھ مطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء کو میں صبح کو بخاری شریف کے درس میں تھا کہ ایک ساتھی نے یہ جانکاہ خبر سنائی کہ آج ہی صبح حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) دل پر ایک بجلی سے گری، ایسے بزرگوں کا وجود نہ جانے کتنے فتنوں کے لیے آڑ بنا رہتا ہے اور ان کا دنیا سے اُٹھ جانا پوری اُمت کا نقصان ہوتا ہے ان کے لیے درس بخاری ہی میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے ساتھ یہ دعا بھی زبان پر آئی: **اللّٰهُمَّ لاتحرمنا اجره، ولا تفتنا بعده.** ان کے صاحبزادے کی وفات ان کی زندگی ہی میں ہوچکی تھی لیکن ان کے پوتے سید زید الحسینی بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

فہرست خلفائے مجازین بیعت

حضرت سید انور حسین نفیس شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے خلفاء کے جو نام لکھوائے تھے۔ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جانشین: حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے پوتے جناب سید زید الحسینی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا

حضرات علمائے کرام

حضرت مولانا سید سلمان ندی مدظلہ لکھنو....نواسہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب....شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا

حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری....ابن امیر شریعت

مولانا عبداللہ صاحب....جامعہ قادریہ بھکر

مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب....گوجرانوالہ

مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب....بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا اللہ وسایا صاحب....خطیب مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

مولانا سید انور شاہ صاحب....دیپال پور

مولانا محمد یوسف خان صاحب....استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا محمود حسنی صاحب....رائے بریلی، انڈیا

مولانا حماد الرحمٰن صاحب....جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد

مولانا محمد افضل صاحب.... چیانوالی، ضلع سیالکوٹ

مولانا محمد اجمل صاحب.... جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب.... شیخ التفسیر شیرانوالہ لاہور

مولانا ظفر احمد احمد قاسم صاحب ....جامعہ خالد بن ولید، وہاڑی

مولانا عبد الرحمٰن صاحب.... استاذ الحدیث دار العلوم اسلامیہ لاہور

مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب.... لاہور

مولانا مفتی برکت اللہ صاحب.... برطانیہ

مولانا عبد الملک عتیق صاحب ....مدینہ منورہ

مولانا ارشاد الحق صاحب.... خیر پور ٹامیوالی

مولانا محمد عمر بنوری صاحب

مولانا مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب.... لاہور

مولانا جلیل الرحمٰن انوری صاحب.... فیصل آباد

مولانا محب النبی صاحب ....لاہور

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی.... مدیر جامعہ ملیہ اسلامیہ، فیصل آباد

مولانا منیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب.... جامعہ حبیبیہ فیصل آباد

مولانا امان اللہ صاحب.... جامعہ مدنیہ لاہور

مولانا عبد الشہید صاحب ....کراچی

مولانا محمد یعقوب بلوچ ایرانی....ایران

مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب.... ملتان

مولانا محمد اشرف صاحب.... گوجرانوالہ

مولانا احمد علی صاحب ....ٹیکسلا

مولانا عبدالحفیظ صاحب.... جانی شاہ

مولانا محمد طیب صاحب.... بن حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مولانا عبدالرشید صاحب.... وہاڑی

مولانا قاری محمد انیس صاحب.... شہداد پور، ضلع سانگھڑ....سندھ

مولانا فیاض خان صاحب سواتی.... گوجرانوالہ

مولانا مفتی شریف اللہ صاحب.... سکردو

مولانا غلام فرید صاحب.... شیرانوالہ لاہور

مولانا مفتی محمد خلیق اعوان صاحب ....بہاولنگر

مولانا عبدالکریم ندیم صاحب.... خانپور

مولانا محمد صبور بخاری صاحب.... دوبئی

مولانا عبدالعزیز صاحب.... ڈھڈیاں شریف

مولانا عبدالحمید صاحب.... بس اڈہ لاہور

مولانا اکرام الحق خیری صاحب.... برطانیہ

مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب ....خیرالمدارس ملتان

مولانا خدا بخش صاحب.... خیرالمدارس ملتان

مولانا مفتی خالد محمود صاحب.... کراچی

مولانا شبیر احمد صاحب.... ساؤتھ افریقہ

مولانا محمد حسن صاحب.... لاہور

مولانا پیر جی عبدالحفیظ صاحب.... چیچہ وطنی

مولانا پیر جی عبدالجلیل صاحب.... چیچہ وطنی

حفاظ وقراء حضرات

جناب قاری محمد شاہ صاحب ....دینہ جہلم

جناب قاری تقی الاسلام صاحب.... لاہور

جناب حافظ خالد حسن صاحب.... لاہور

جناب قاری شاکر صاحب

جناب قاری شبیر احمد صاحب.... مدینہ منورہ

جناب قاری محمد طاہر صاحب ....کراچی

جناب قاری محمد شبیر احمد صاحب ....چیچہ وطنی

جناب قاری سعید احمد صاحب.... ڈھڈیاں شریف

حافظ سید محمد معاویہ بخاری....ملتان (خلف حضرت مولانا سید عطاء المنعم بخاری رحمہ اللہ)

جناب قاری محمد رفیق، لاہور

جناب قاری اصغر علی صاحب....والٹن، لاہور

جناب قاری احسان اللہ صاحب.... قصور

جناب قاری محمد مشتاق صاحب... قصور

جناب قاری محمد رفیق صاحب.... لاہور

مخلصین و محبین

جناب عبد القادر صاحب....(خلف الرشید حضرت مولانا عبد العزیز رائے پوری، سرگودھوی نور اللہ مرقدہ)

جناب عطاء الحق صاحب ....فیصل آباد

جناب راؤ عبد السلام صاحب

جناب بھائی رضوان نفیس صاحب.... لاہور

جناب ڈاکٹر سعید صاحب قبولہ..... پاکپتن

جناب سید کلیم الرحمٰن صاحب..... لاہور

جناب فیضان نگرانی صاحب..... انڈیا

جناب ڈاکٹر مقصود صاحب .....لاہور

جناب اقبال انصاری صاحب

جناب منیر احمد صاحب

جناب سلطان حنیف صاحب

جناب سید اظہار احمد گیلانی صاحب

جناب پروفیسر میاں افضل صاحب.....اوکاڑوی

جناب رفیق اظہر صاحب.....اوکاڑہ

جناب ڈاکٹر شہزاد صاحب.....شہداد پور

جناب پروفیسر سیف اللہ خالد صاحب

جناب خالد محمود قاسمی صاحب..... خلف حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ

جناب پروفیسر زبیر حسین شاہ صاحب مدظلہ

جناب حسین شاہ صاحب.....مانسہرہ

جناب حکیم عبدالواحد صاحب..... سیالکوٹ

جناب عتیق انور صاحب.....لاہور

جناب ڈاکٹر محمد جمیل صاحب..... لاہور

جناب منیر صاحب.....لاہور

جناب پیر جی عتیق الرحمٰن صاحب.....کمالیہ

جناب مسعود صاحب، چاہ میراں.....لاہور

جناب صدیقی صاحب.....لاہور

جناب ملک محمد صدیق ڈوگر صاحب.....ملتان

اعزازی

دیگر سلاسل کی وہ شخصیات جن کی دینی خدمات پر حضرت شاہ صاحب نے ان کو اعزازی طور پر اجازت مرحمت فرمائی

مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب، جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

مولانا طارق جمیل صاحب، تبلیغی جماعت

مولانا محمد قاری حنیف جالندھری صاحب خیرالمدارس ملتان

مولانا منظور احمد صاحب، استاذ الحدیث خیرالمدارس ملتان

مولانا فضل الرحمٰن درخواستی صاحب خان پور

مولانا محمد ایوب سواتی صاحب برطانیہ

مولانا مفتی سعید احمد صاحب، رائے ونڈ

مولانا مفتی محمد طیب صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد

مولانا قاری محمد یٰسین صاحب، دارالقرآن فیصل آباد

مولانا عیسیٰ منصوری صاحب برطانیہ

مرحوم خلفاء

حضرت شاہ صاحب کے وہ خلفاء جو انتقال فرما گئے ہیں

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید

حضرت مولانا عبدالمجید سکھروی مرحوم

حضرت مولانا انور ملتانی مرحوم، لاہور

جناب حضرت قاری سعید احمد صاحب مرحوم، جیا موسیٰ لاہور

جناب حضرت قاری عطاء اللہ صاحب مرحوم

حضرت مولانا سید ممتاز الحسن شاہ صاحبؒ

نوٹ: مندرجہ بالا فہرست میں شامل حضرات کے اسمائے گرامی جناب سید زید الحسینی اور بھائی محمد رضوان صاحب کی جناب سے فراہم کردہ فہرست کے مطابق شائع کئے ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ الاحرار)

برگِ گل

سیّد نفیس الحسینی

جمع و ترتیب

سیّد اظہار احمد گیلانی

انتساب

مِرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مِرے ہُنر پہ ہے اُن کا سایہ
حضورِ خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم مِرے قلم کا مِرے ہُنر کا سلام پہنچے

سیّد نفیس الحسینی

برگِ گُل ہست ارمغانِ نفیس

سیّد نفیس الحسینی

تحسین

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ۔
برادرِ دینی جناب سید اظہار احمد گیلانی نے "برگِ گل" کی جمع و ترتیب اور نظمِ طباعت و اشاعت کا کام نہایت سلیقے سے انجام دیا ۔
عزیزم حافظ سید انیس الحسن مرحوم نے بیماری کے عالم میں اپنی زندگی کا آخری سرورق تحریر کیا ۔
محمد جمیل حسن نے پورے ذوق و شوق سے "برگِ گل" کا مسودہ تیار کیا ۔
سید جمیل الرحمٰن نے بھی اپنے قلم سے کلام کو سنوارا ۔ کچھ کمپوزنگ بھی کی ۔
افتخار احمد نے بھی کچھ صفحے کمپوز کیے ۔
سید حسن شعیب نے "برگِ گل" کی تزئین و آرائش کی ۔
محمد عاشق نے کاپی پیسٹنگ کی ۔
قدیم دوست جناب منہاج الدین اصلاحی کی شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے زیورِ طباعت ہوئی ۔ زبیر صاحب ، عثمان صاحب ، عمران صاحب اور پریس کے عملہ نے مخلصانہ معاونت کی ۔

ناچیز راقم سطور ان سب مخلص احباب کا تہِ دل سے شکرگزار ہے
اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے ۔

احقر نفیس الحسینی
نفیس منزل ۔ کریم پارک ۔ لاہور

۲۰ ذیقعد ۱۴۲۲ھ
(۴ فروری ۲۰۰۲ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

برگ گل پر تقریظ

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الحمدللہ و کفیٰ' وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے مخدوم بزرگ حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) جو محبت کرنے والوں کے درمیان حضرت نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ ان اصحاب کمال میں سے ہیں جن کی نظیریں کسی زمانے میں خال خال ہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فن خطاطی میں جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ان کے قلم سے خوشنویسی کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں وہ ملک وملت کیلئے قابل فخر ہیں اور خطاطی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن بڑی بات یہ ہے کہ ان کی کتابت کی طرح ان کی شخصیت بھی حسن وجمال کا مرقع ہے۔ ان کے ہاتھوں سے پھول کھلتے اور باتوں سے پھول جھڑتے ہیں۔ اپنے فن اور ہنر میں بام عروج تک پہنچنے کے باوجود ان کی ادا ادا میں تواضع' مسکنت اور۔سادگی رچی ہوئی ہے اور ان کا پورا وجود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کے اس فیض صحبت کی زندہ کرامت ہے جس نے انہیں سراپا عشق (حقیقی) بنادیا ہے۔

عشق اور شاعر کا چولی دامن کا ساتھ ہے' جب دل میں عشق کی آگ سلگتی ہے تو اس کا دھواں شعر کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہم کی شاعری درحقیقت اسی عشق کے دھویں سے عبارت ہے۔ لیکن عشق اگر مجازی ہو تو اس کے دھویں میں نہ جانے کتنی کثافتیں شامل ہوجاتی ہیں۔

؎ وہ عشق جسکی آگ بجھادے اجل کی پھونک　　　　اس میں مزا نہیں، تپشِ انتظار کا

حضرت نفیس شاہ صاحب کا عشق چونکہ حقیقی ہے۔ اس لئے اس کا دھواں ان کثافتوں سے پاک اور لطافتوں کا وہ دل آویز مجموعہ ہے جس کی پاکبازی کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بلندی خیال اور سوز و گداز کے ساتھ حسن اظہار کا وہ سلیقہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ جسے کہنے والوں نے ''سحر حلال'' سے تعبیر کیا ہے۔ وان من البیان لسحراً۔ یہ پاکیزہ شاعری جس کی نیو عشق حقیقی پر اٹھتی ہے۔ اس میں حمد، نعت، غزل یا نظم، اظہار کے مختلف اسالیب کے نام ہیں۔ ورنہ حمد ہو یا نعت، غزل ہو یا نظم سب کا منتہائے مقصود ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی عشق حقیقی اور اس لحاظ سے حمد و نعت کی پاکیزگی غزل میں بھی پوری طرح جلوہ افروز نظر آتی ہے۔

اب ذرا حضرت نفیس کی غزل کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کیوں شکوۂ غم اے دل ناشاد کرے ہے　　　　اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے
دل محو محبت ہے اسے کچھ نہیں پروا　　　　آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے
پاوے ہے وہی عشق سرافرازی عالم　　　　جس عشق پہ وہ حسن ازل صاد کرے ہے
ہاں ساقی کوثر سے صبا عرض یہ کرنا　　　　اک رند سیہ مست بہ یاد کرے ہے
کچھ جو میری سمجھ میں آئی ہے　　　　زندگی موت کی دھائی ہے
روز اول سے جانتا ہوں انہیں　　　　ان سے دیرینہ آشنائی ہے
غم وہ تحریر ہے محبت کی　　　　خون دل جس کی روشنائی ہے
دل کے ساغر سے پی رہا ہوں نفیس　　　　وہ جو یثرب سے کھنچ کے آئی ہے

جب اس پاکیزہ کلام کے گلہائے رنگ رنگ بہ نفس نفیس آپ کے سامنے ہیں تو میرے انتخاب کے واسطے کی ذرا بھی حاجت نہیں لیکن میں کیا کروں کہ یہ سطور لکھتے وقت حضرت نفیس کے چند اشعار یہاں نقل کئے بغیر بھی رہا نہیں جاتا:

اللہ اللہ محمد، ترا نام اے ساقی　　　　ان گنت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی
کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں　　　　صحن دل میں ترا آہستہ خرام اے ساقی
دل مرا ڈوب رہا ہے کہ تہی دامن ہوں　　　　ہونیوالی ہے ادھر زیست کی شام اے ساقی

ایک امید شفاعت ہے، فقط زادِ سفر — جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بگام اے ساقی
لاج رکھنا کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیس — ہے ترے در کا غلام ابن غلام اے ساقی

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے — حرا سے آ رہے ہیں کملی والے
اُمڈ آئے ہیں بادل کالے کالے — مرا ایمان ساقی کے حوالے
تجھے اے وحشت دل دینے والے — دعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے
زکوٰۃ حسن جاناں بٹ رہی ہے — گدائے عشق ! قسمت آزما لے
بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں — مرے دل ! تو بھی دو دن مسکرا لے

اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے فیض پر یہ اشعار:

ساقی، تری نظر پہ مری زندگی نثار — تیرے فیوض روکش پنجاب ہو گئے
تاب جبیں سے بہ گئے سیلاب نور میں — تیری نظر سے غرق مئے ناب ہو گئے
صحرا جو راستے میں پڑے، گرد ہو گئے — دریا جو آئے سامنے، پایاب ہو گئے
ضرب المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیس — ساقی کے درد جام سے سیراب ہو گئے

حضرت نفیس کا کلام ایک بار پہلے بھی بعض اہل محبت نے از خود مرتب کر کے شائع کیا تھا لیکن اس میں بہت سی اہم چیزیں رہ گئی تھیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ یہ کلام اپنی مکمل صورت میں شائع ہو رہا ہے جو انشاء اللہ اصحاب ذوق کیلئے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت نفیس کا سایہ رحمت ہم پر تا دیر سلام رکھے۔ آمین

محمد تقی عثمانی دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔ ۱۲ صفر ۱۴۲۲ھ

’’برگ گل‘‘

پر ایک تاثراتی مطالعہ

جناب سید نفیس الحسینی کو بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص مسلم دنیا میں خطاط کی حیثیت سے اکثر صاحبان علم وفن اور عوام جانتے ہیں پاکستان و ہند میں آپ جادہ طریقت کے سلسلہ قادریہ کے نامور شیخ و رہنما‘ فاضل ادیب و محقق‘ متعدد دینی مدارس کے سرپرست اور تاریخ اسلامی کے سکالر کے طور پر بھی معروف ہیں مگر ایک خوش کلام و خوش گلو شاعر کی حیثیت سے آپ اپنے ادب دوست‘ باذوق اور بے تکلف یاران محفل کے مخصوص حلقے کی جان ہیں اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سید مخدوم نے اپنے مشائخ طریقت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی انا کو انکساری اور خودشکنی سے روند کر جہاں اپنی دیگر بیشمار شخصی خوبیوں اور صفات پر ہیچ میدانی اور اخفاء کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ وہاں آپ نے مشاعروں اور عام محفلوں میں کبھی اپنا کلام نہیں سنایا اور یوں عوامی حلقوں میں بطور شاعر مشہور ہونا پسند نہیں فرمایا۔ اسی طرح آپ نے اپنا کلام معروف ادبی پرچوں میں بغرض اشاعت نہیں بھجوایا۔ شہرت پسندی آپ کا شیوہ نہیں۔

سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف شاندار اور تابناک پہلوؤں کا احاطہ کرنے کیلئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے زیرنظر خود منتخبہ کلام کے ابلاغ کی مناسبت سے ہم اپنے مطالعہ کو آپ کی شاعرانہ شخصیت کے ارتقاء‘ افکار عالیہ اور کلام کی پرکشش اور نمایاں ادبی خصوصیات تک محدود رکھیں گے۔

جناب سید نفیس الحسینی محض ایک مرجع خلائق شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ ایک نہایت خلیق

وملنسار انسان بھی ہیں وہ غمزدہ دلوں اور حاجت مندوں کے بے حد غمگسار، ہمدرد اور ہمہ وقت ان کی مدد اور خلق خدا کی خدمت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ شان استغناء اور غیرت وحمیت رکھنے والے درویش خدا مست اور صاحب قلم ہونے کے ساتھ وہ صاحب سیف بھی ہیں کیونکہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر افغانستان وکشمیر کے مجاہدین کے سرپرست اور شیخ طریقت کے طور پر جہاد اسلامی میں عملاً شریک ہیں۔ وہ تین مرتبہ افغانستان کے جہاد کے زمانہ میں اگلے مورچوں میں ٹھہر کر مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور ان کیلئے دعائے فتح ونصرت فرمانے کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ ولی کامل ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

مذکورہ صفات وخصوصیات کے علاوہ مجھ سمیت بے شمار خدام اور ان کے گردیدہ وفریفتہ مداحین کو ان کی شخصیت کے جس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ان کے اخلاق حسنہ کے لحاظ سے ان کا ایک عظیم انسان ہونا ہے اس ایک جملے میں ان کے تمام کمالات، اوصاف اور محاسن مجتمع ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں کہ سید نفیس ایک کامل شیخ طریقت ہیں؟ اس دور کے عظیم ترین خطاط ہیں؟ یا ان کی شاعری اور علمیت انہیں عظمت، عبقریت اور رفعت کے اعلیٰ مقام پر متمکن کرتی ہے؟ دل ودماغ بالآخر فیصلہ دیتے ہیں کہ ان کی خطاطی بھی شاعرانہ صفات وکمالات کی مظہر ہے۔ وہ اگر نفیس مزاج شاعر نہ ہوتے۔ تو اتنے اعلیٰ اور منفرد صاحب طرز خطاط اور آرٹسٹ بھی نہ ہوتے اور اگر جناب سید نفیس اپنے اخلاق کریمانہ کے طفیل مجھے یہ گستاخانہ جملہ کہنے کی اجازت دیں تو عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ وہ اتنے بلند پایہ شیخ طریقت اور بلند اخلاق انسان بھی شاید اپنی فطرت کے بنیادی شاعرانہ جوہر اور فطری مذاق کی بنا پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خصوصیت یعنی ادبی ذوق عطا فرما کر ان کے دیگر کمالات اور اوصاف کو مزید نکھار دیا ہے اور انہیں ایسے نمایاں اور بلند و بالا مقام پر متمکن فرمایا ہے جہاں سے وہ اپنے فیضان علمی وروحانی کی ضیا پاشیوں سے مختلف میدان ہائے عمل میں خلق خدا کو منور فرما رہے ہیں۔

زمانہ ماضی یا حال کے عظیم المرتبت اور گراں قدر مشاہیر کی شخصیات کو جاننے اور سمجھنے کیلئے ان کی عمر بھر کی جدوجہد، کامرانیوں اور خدمات جلیلہ کے ساتھ ان کے افکار وخیالات

واحساسات، طرز عمل اوران کی زندگی کی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوئے ہمیں کا معلوم کرنا بھی ناگزیر ہے جو اکثر وبیشتر ان کے خطبات ومضامین، شاعرانہ کلام یاان کے مکاتیب کے براہ راست مطالعہ ہی سے واضح ہوتے ہیں۔ اسی طرح مشہور ومعروف مدبرین، خطباء، شعراء اور ادباء کے کلام کی کماحقہٗ تفہیم وتحسین کیلئے ہمیں اولاً ان حالات وواقعات، ماحول اوران شخصیات کا علم ہونا بھی ضروری ہے جو ان کے خیالات ومذکورہ عوامل کے تناظر میں ان شخصیات عظیم کی جہد مسلسل، تب وتاب اور محسوسات کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔

اسی نہج پر زیر نظر مطالعہ درحقیقت سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی کے شاعرانہ کلام کو اولاً سمجھنے پھر اس سے لطف اندوز ہونے اور اس کے بعد اس ذریعے (سیر بین) سے آپ کی دل آویز شخصیت کو قریب سے دیکھنے کی ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔

شاہ نفیس کا کلام منظوم اصناف سخن کے لحاظ سے گو زیادہ تر نظموں، غزلیات اور قطعات ورباعیات پر مشتمل ہے مگر موضوعات کے تنوع اور افکار وخیالات کی گہرائی اور وسعت کے نقطہ نگاہ سے وہ ایک ہمہ جہت سخن ور ہیں اگرچہ ان کی غزلیات میں مشاہدہ حق کی گفتگو اور عارفانہ نکات کے بیان کیلئے بادہ وساغر کی روایت کی پاسداری موجود ہے مگر زیر نظر مجموعہ کلام میں بیشتر موضوعات سخن حمد ونعت، قومی وملی جذبات، جہاد اسلامی اور اکابرین دین و ملت کی شاندار خدمات خصوصی طور پر نمایاں ہیں۔

نام ونسب

آپ کا خاندانی نام انور حسین ہے۔ نفیس الحسینی قلمی نام ہے۔ سلسلہ نسب چودہ واسطے سے خواجہ دکن حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ (م ۸۲۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ پنجاب میں سادات گیسو دراز رحمہ اللہ کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی گلبرگوی قدس سرہ خاندانی روایت کے مطابق ۱۱۳۴ھ میں دکن سے تشریف لائے۔ مسکن ومدفن نواح سیالکوٹ ہے۔

ولادت

آپکی پیدائش ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ (۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء) کو گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم قریبی قصبہ بھوپالوالہ کے ہائی سکول میں پائی۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے خال مکرم حضرت مولانا سید محمد اسلم رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) کے پاس لائل پور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے۔ قیام پاکستان کے دن لائل پور میں تھے۔ مولانا سید محمد اسلم صاحب کو خاتم المحد ثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ ان سے کچھ علمی استفادہ کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور سے بھی انٹرمیڈیٹ تک تعلیم پائی۔ فن خطاطی آپ نے اپنے والد ماجد خطاط القرآن سید محمد اشرف علی سے حاصل کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ان کے زیر سایہ باقاعدہ فن کتابت کا آغاز کیا۔

ذوق شعروسخن

موزونی طبع یوں تو ابتدائے شعور ہی سے ودیعت تھی۔ قیام لائل پور کے زمانہ میں شعروسخن کا ذوق بھی نشوونما پاتا رہا۔ ۱۹۴۹ء میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلا اور غائبانہ سلام عرض کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور کے سال اول کے طالب علم سید انور زیدی کے نام سے ان کی نعتیہ نظم کالج کے ادبی میگزین میں شائع ہوئی پندرہ سال کی عمر میں کہی گئی اس نظم ''سلام'' کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ان کی فطرت میں موجود پوشیدہ شاعرانہ جوہر کو نمایاں کررہے ہیں اور مستقبل کے صاحب طرز ادیب وشاعر کے انداز فکر اور جذبات کی غمازی کررہے ہیں۔

سلام اے شمع روشن، چشم عبداللہ کی بینائی — زمانہ تجھ پر قربان ہے، فرشتے تیرے شیدائی
''تری آمد سے رونق آگئی گلزار ہستی میں'' — عنادل چہچہا اٹھے ''بہار آئی، بہار آئی''
ترے در سے کوئی سائل تہی دامن نہیں لوٹا — تری رحمت کے دامن کی ہے لامحدود پہنائی

نوجوان شاعر انور زیدی کے زمانہ طالب علمی اور اس سے متصل دور کی شعری کاوشیں بیشتر غزلیات پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ انہوں نے بہت عمدہ نظمیں بھی کہی ہیں۔ ان غزلیات کا اکثر حصہ انہوں نے پیش نظر مجموعہ انتخاب میں شامل نہیں کیا۔ اس زمانے کی غزلیات سے

محض چند ایک ہی اس مجموعہ کلام کیلئے منتخب کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سید نفیس نے، جگر مرحوم کے الفاظ میں، یوں بیان فرمائی:۔

شباب میں اے جگرؔ غزل تو حقیقتاً ہی غزل تھی لیکن
غزل میں یہ وسعتیں کہاں تھیں شعور فکر ونظر سے پہلے

جہاں تک اپنی فہم کا تعلق ہے یہ "ادبی خود احتسابی" ان کے موجودہ مقام رشد و ہدایت پر فائز ہونے، عالمانہ تقدس اور شعور فکر ونظر کا فطری تقاضہ ہو سکتی ہے مگر ان کی شاعری کے اولین دور کا جائزہ لینے والے صاحب نظر نقاد کے لئے ان خوبصورت غزلیات کو یکسر نظر انداز کرنا مشکل ہوگا لیکن اس زمانے کی غزلیات کے نقد ونظر کیلئے ایک علیحدہ مطالعہ درکار ہے۔

لائل پور (فیصل آباد) کے زمانہ قیام میں انہوں نے بہت عمدہ نظمیں بھی کہی ہیں۔ مثلاً "دعوت عمل" ان کی ایک پر جوش قومی وملی جذبات سے بھرپور نظم ہے۔ یہ لاہور منتقل ہونے سے دو تین روز قبل ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کو کہی گئی اور ماہنامہ "حکیم مشرق" لائل پور کے شمارہ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں سید انور زیدی کے نام سے ان کے اپنے سواد خط میں شائع ہوئی گو کہ یہ نظم زیر نظر مجموعہ میں شامل نہیں تاہم ان کے اس وقت کے قومی جذبے، جوش جہاد اور قوت عمل کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

دلوں میں حکمت قرآں لئے ہوئے اٹھو　　جلال بوذرؓ وسلماںؓ لئے ہوئے اٹھو
وہ ہند دعوت یلغار دے رہا ہے تمہیں　　رگوں میں خون شہیداں لئے ہوئے اٹھو
پکارتی ہے تمہیں آج وادی کشمیر!　　دلوں میں جوش کا طوفان لئے ہوئے اٹھے
تمہارے مد مقابل ہیں کفر کے لشکر!　　علیؓ کی قوت ایماں لئے ہوئے اٹھو

تمہارے دین کی عظمت ہے چوٹ کھائے ہوئے
جگر پہ داغ نمایاں لئے ہوئے اٹھو

اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیر کرو　　یہ کام ایسا نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو

سکونت لاہور

سید نفیس الحسینی ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو لائل پور سے لاہور منتقل ہو گئے۔ لاہور پہنچ کر پہلے چند ماہ روزنامہ احسان اور پھر نوائے وقت میں بحیثیت خطاط سرخی نویس پانچ برس کام کیا۔

اس دوران میں بھی ذوق سخن قائم رہا۔ اس دور (۵۰۔۱۹۵۳ء) کے کلام کا بیشتر حصہ لاہور کے روزنامہ نوائے وقت' نوائے پاکستان' احسان' آواز وغیرہ میں شائع ہوتا رہا لیکن جیسا گزشتہ سطور میں بیان ہوا۔ انہوں نے اپنا کلام کبھی مشاعروں میں سنایا اور نہ کسی مخصوص حلقہ ادب سے وابستہ ہوئے۔ بقول خود یہ ان کا مزاج ہی نہیں ہے۔

انور زیدی سے نفیس الحسینی تک

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنی شاعری کے آغاز میں انہوں نے بعض غزلوں میں اپنا تخلص انور بھی کیا۔ خطاطی کیلئے چونکہ نام ''نفیس رقم'' بہت پہلے لکھنا شروع کر دیا تھا اس لئے شاعری میں ''نفیس'' اور نثر کیلئے ''نفیس الحسینی'' لکھنے لگے۔ ''حسینی'' کو اپنے نام کا جزو بنانے کی وجہ آپ نے ایک مرتبہ یوں بیان فرمائی:۔

''اگرچہ شروع ہی سے مذہبی رجحانات کا غلبہ تھا لیکن (۵۳۔۱۹۵۴ء) میں طبیعت تمام تر تصوف کی طرف مائل ہوگئی۔ میں تصوف میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے شدید جذبے کے زیر اثر داخل ہوا۔ ان ہی کی محبت نے مجھے دین اسلام کا پر عزیمت راستہ دکھایا اور طریقت کی طرف مائل کیا۔

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں جس نے وابستہ کیا دامن شبیر کیساتھ

اپنے مورث اعلیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت' بے مثال قربانی' صبر و استقامت اور علو شان کے مقابلے میں اپنی درماندہ زندگی کے حالات سے شرمندہ ہوکر انفعالی کیفیت میں دیر تک آبدیدہ رہا کرتا تھا۔ اسی طرح میرے جد امجد حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ سے فطری محبت کے باعث آپ کے نام ''محمد الحسینی'' کے جزو آخر نے بھی ترغیب دلائی چنانچہ اسی خاندانی نسبت کے زیر اثر نفیس کے ساتھ ''الحسینی'' لکھنا شروع کر دیا۔ بالآخر عنایات خداوندی نے شیخ وقت قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) کی خدمت مبارک میں پہنچا دیا۔ گویا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت میرے راہ سلوک و طریقت اختیار کرنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ بنی''۔

۵۱۔۱۹۵۲ء ہی میں اپنے خاندان کے محترم بزرگ صوفی مقبول احمد شاہ صاحب کے

سفرِ حج کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر پیش کرنے کیلئے اپنی ایک نعت ''بحضور امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لکھ کر دی اور ان کی وساطت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی عقیدت و محبت کا نذرانہ اشعار میں پیش کیا۔

میں ہر آستاں چھوڑ کر آ گیا ہوں　　مواجہ پہ باچشم تر آ گیا ہوں
رسالت پناہا' نبوت کلاہا　　اک امید وار نظر آ گیا ہوں
محبت کے سکے عقیدت کی نقدی　　یہی لے کے زادِ سفر آ گیا ہوں
مجھے لوگ کہتے ہیں مقبول احمد　　اس ارماں اس امید پر آ گیا ہوں

یہ اشعار اردو زبان کے مطلع ادب پر ایک ابھرتے ہوئے نوجوان شاعر کے جذب دروں' ان کی طبیعت کے سوز و گداز اور سلامتی فکر کے آئینہ دار ہیں جو انکی آئندہ شاعری کی مستقل بنیاد بنے۔

اسی زمانہ میں ''اسوہ شبیر رضی اللہ عنہ'' ''کربلا کے بعد'' ''ذکر حسنینؓ '' ''انتم الاعلون'' اور چند غزلیات مثلاً '' وہ سزا وار پارسائی ہے'' ۔ '' وہ دل کہ دیر سے تھا پریشان آرزو'' '' آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں'' کہی گئیں۔

ان نظموں اور غزلوں میں ہمیں نوجوان شاعر سید نفیس حب وطن اور جوش جہاد کے جذبات سے سرشار اور اپنے اسلاف سے نسبی تعلق رکھنے پر بے حد مسرور نظر آتے ہیں مگر اپنی ذات کو ان اکابر سے نہایت درجہ فروتر سمجھتے ہیں۔

اللہ اللہ یہ حسب یہ نسب　　مرتضائی ہے مصطفائی ہے
ننگ اسلام ہوں! معاذ اللہ　　توبہ توبہ! یہ بے وفائی ہے
جو برائی ہے میری اپنی ہے　　ان کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

ارتقائے فکری و روحانی

سید نفیس الحسینی کا گھرانہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آغاز ہی سے دین اسلام کی عالمگیر حقانیت اور اس کی روحانیت کے علم برداروں کا خاندان ہے۔ آپ کے جد امجد قطب الاقطاب خواجہ دکن حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز رحمہ اللہ کا مزار مبارک گلبرگہ شریف (جنوبی ہندوستان) میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ رحمہ اللہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے جانشین

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ کے روحانی فرزند اور خلیفہ اعظم ہیں۔

حضرت سید محمد حسینی رحمہ اللہ اور اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں سید نفیس اپنی تالیف ''شمائم سید محمد گیسودراز رحمہ اللہ'' میں فرماتے ہیں۔ ''آپ کا خاندان عالیشان مدینہ منورہ سے عراق اور پھر عراق سے خراسان منتقل ہوا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں حضرت سید ابوالحسن زید الجندی رحمہ اللہ پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے برصغیر پاک وہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

حضرت زید الجندی اپنے آبائے کرام کی سنت جہاد کے علمبردار تھے آپ سرفروش مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ خراسان سے علم جہاد بلند کیے ہوئے فتح دہلی کیلئے کئی بار تشریف لائے۔ ایک معرکہ عظیم میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ کے ملفوظات ''جوامع الکلم'' میں حضرت زید الجندی کا ذکر خیر آیا ہے۔

حضرت زید الجندی کی شہادت کے بعد انکی اولاد و احفاد اپنے وطن خراسان ہی میں نشو ونما پاتی رہی۔ پھر ایک مدت کے بعد اس خاندان کے کوئی بزرگ برصغیر پاک وہند میں وارد ہوئے بعض کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ گیسودراز قدس سرہ کے دادا بزرگوار سید علی الحسینی رحمہ اللہ ہرات سے تشریف لائے اور دلی میں فروکش ہوئے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ کے والد گرامی سید یوسف ''سید راجا'' اور والدہ ماجدہ ''بی بی رانی'' کے لقب سے معروف تھے غیر ملک سے آئے ہوئے کسی خاندان میں مقامی عرفی نام اتنی جلد رائج نہیں ہو پاتے۔

حضرت زید الجندی کا مزار مبارک حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ کے زمانے تک معروف تھا۔ البتہ آج کل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب''۔

سید نفیس کے نانا حضرت عبدالغنی شاہ رحمہ اللہ (۱۳۵۹ھ ۱۹۴۱ء) سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے باکرامت شیخ تھے۔ اس لئے سید نفیس کی فطرت کا خمیر ہی شریعت، روحانیت، نفاست اور محبت کے عناصر اربعہ سے گوندھا گیا ہے۔ طبیعت چونکہ فطرۃً تصوف کی طرف مائل تھی اور اللہ نے ذوق جمالیات کے ساتھ حساس و دردمند دل کی نعمت سے نوازا تھا اس لئے مرشد کامل تک پہنچنے کیلئے اضطراب و تشنگی روز بروز بڑھتی ہی رہی۔ آپ اپنے ایک مضمون ''سیر گلبرگہ'' میں اس زمانے کی کیفیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ادھر ایک عرصہ سے میرے دل کا یہ حال تھا کہ اندر ہی اندر خدا طلبی کی آگ سلگ رہی تھی۔ بزرگوں کے تذکرے اکثر میرے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اس طرح اپنے اس ذوق کو تسکین دیتا رہا' لیکن یہ پیاس کتابوں سے کہاں بجھنے والی تھی بلکہ یہ تو کسی ''پیر مغاں'' کے انتظار میں تھی جو صراحی دل سے کچھ اس طرح پلائے کہ ہونٹوں کو خبر تک نہ ہو اور پیمانہ قلب لبریز ہو جائے۔ آخر کار مشیت خداوندی نے مرشد المشائخ' قطب الارشاد' حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت بابرکت میں پہنچا دیا''۔

در ''پیر مغاں'' پر

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی پہلی زیارت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء) میں ہوئی۔ دوسری اگلے ہی سال ۱۱ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ (مطابق ۴ دسمبر ۱۹۵۷ء) کو ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ مزنگ چونگی لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کے بنگلہ میں قیام فرما تھے ایک زبردست کشش اور جذبہ صادق انہیں گوہر مقصود تک لے گیا اور یہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے انہیں سلیم الفطرت' باصلاحیت وبا استعداد سالک راہ طریقت پا کر قریباً ایک سال کے عرصہ میں نعمت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ایک بار حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے سید نفیس سے دریافت فرمایا: ''شعر کا ذوق بھی ہے؟'' انہوں نے عرض کیا ''حضرت بہت زیادہ ذوق وشوق ہے''۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا ''جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ خوب رونق اور چہل پہل ہو مگر جب وصال کا لمحہ آ پہنچتا ہے تو اپنے اور محبوب کے درمیان کسی غیر کا وجود برداشت نہیں کر سکتا''۔ سید نفیس نے اپنے ذوق شعر گوئی کے بارے میں فرمایا۔ ''مرشدی ومولائی حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے اس بلیغ جملہ میں اک جہان معنی پوشیدہ تھا۔ یہ عارفانہ جملہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے سننے کے بعد سے میری ذہنی کیفیت ہی بدل گئی۔ طبیعت میں وہ پہلے سا جوش وخروش نہ رہا۔ چنانچہ کبھی کبھی کوئی شعر ہوتا تھا۔ اب شعر گوئی کا ''ذوق'' تو باقی رہ گیا ہے مگر ''شوق'' بالکل جاتا رہا اور شاذ ہی کوئی نعت یا نظم موزوں ہوتی ہے''۔

اپنے شیخ طریقت کے سایہ محبت وعافیت میں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء کا درمیانی عرصہ سید

نفیس کی روحانی تربیت اور مدارج سلوک کا زمانہ ہے۔ چنانچہ اس دوران میں انہوں نے شعر گوئی کی جانب زیادہ توجہ نہ فرمائی۔ اس تبدیلی مزاج کے بعد سید نفیس کی شاعری کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ آپ نے روایتی غزل کی بجائے نظم کہنے کی طرف خود کو مائل پایا۔ آئندہ زمانے کی غزلیں بھی نظم یا نعت کا رنگ اور مزاج لئے ہوئے ہیں۔ پیش نظر مجموعہ کلام بیشتر اسی مزاج اور ذوق کی صدائے بازگشت ہے۔

۱۹۵۸ء اور ۱۹۷۰ء کے درمیانی عرصہ میں بہت سی خوبصورت نظمیں کہی گئیں۔ اپنے شعری محاسن، ندرت خیال اور بلندی فکر کے لحاظ سے یہ منظومات اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ ان میں شاعر کار ہوار فکر ان کی آئیڈیل شخصیات مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمہ اللہ اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے اوصاف حمیدہ کا طواف کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اور شاعر کی زبان ان عظیم ہستیوں کی محبت میں نغمہ زن ہے۔ سید نفیس کو اپنے مرشد روحانی شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے انتہائی گہرا عشق ہے۔ سید نفیس الحسینی بلاشبہ شیخ زمانہ ہیں۔ ان کی مجلس میں معارف وحکم سے مستفیض ہونے والوں کو علم ہے کہ وہ تصوف وطریقت کے آداب واشغال اپنے شیخ ہی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں اور منازل سلوک بھی مریدان باصفا کو انہی کے انداز تربیت میں طے کراتے ہیں۔ عموماً انہی کے ملفوظات روایت کرتے ہیں اس لئے اپنے کلام منظوم میں بھی سید نفیس نے اپنے مرشد روحانی سے والہانہ محبت و عقیدت کے جذبات اور آپ کی دلآویز شخصیت کو اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے۔

زاہد خود پسند کیا جانے — وقت کا بایزید ہے ساقی
اللہ اللہ ! فرید ثانی ہے — یعنی فرد فرید ہے ساقی
لوگ کہتے ہیں جس کو شاہ نفیس — تیرا ادنیٰ مرید ہے ساقی

انہی کے بارے میں ایک اور نظم ''تصور'' میں فرماتے ہیں:

وہ فرخندہ جبیں مسند نشیں ہے — دلوں کی سلطنت زیر نگیں ہے
بڑا فیاض ہے وہ شاہ خوباں — کشادہ دل کشادہ آستیں ہے

ایک اور غزل کے اشعار ہیں:

ساقی ! تری نظر پہ مری زندگی نثار — تیرے فیوض روکش پنجاب ہو گئے
ضرب المثل تھیں جنکی بلا دنوشیاں نفیس — ساقی کے دردِ جام سے سیراب ہو گئے

شیخ طریقت کا وصال

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس اللہ سرہ کا وصال لاہور میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

سید نفیس جیسے حساس ودردمند شاعر اور مرشد روحانی کے عشق میں سرتاپا غرق سالک راہ طریقت کیلئے اپنے شیخ کے وصال کا صدمہ برداشت کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا جسے انہوں نے اپنی غیر معمولی ہمت اور صبر سے طے کیا۔ اس حادثہ جاں کاہ پر کہی گئی نظم ''آہ قطب الارشاد گزشت'' ایک تاریخی نظم اور جذبات غم سے بھرپور بہت عمدہ مرثیہ ہے۔ چھوٹی بحر کی اس مترنم نظم کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ایک عاشق صادق عالم تنہائی میں اپنے محبوب کے ہجر وفراق میں گیلی لکڑی کی طرح دھیرے دھیرے سلگ رہا ہے اور قطرات اشک ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔

اے غم جاناں! اے غم جانم! — دل ہے پرخوں، آنکھیں پرنم
تجھ سا دیکھا نہ تجھ سا پایا — اتر، دکھن، پورب، پچھّم
آہ ترا انداز محبت — عشق میں شعلہ، حسن میں شبنم
آہ نفیس زار کی حالت — بیکل بیکل بے دم بے دم
سینہ بریاں، دیدہ گریاں — آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم
آہ کہ تجھ بن چین نہیں ہے — یاد ہے تیری پیہم پیہم

پروفیسر غلام نظام الدین صاحب (م ۱۹۹۹ء) نے اپنے ایک مضمون میں سید نفیس کی دل آویز شخصیت، فن اور اس ''نظم رثا'' پر بہت جامع، خوبصورت اور فاضلانہ تبصرہ کیا ہے۔ مناسب ہے کہ اس مضمون سے کچھ سطور یہاں نقل کر دی جائیں۔

ان کی ایک نظم رثا جو انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے وصال (۱۹۶۲ء) پر لکھی اور لاہور کے ایک رسالہ میں چھپی، میری نظر سے گزری ہے۔ شاہ صاحب نے مرثیہ کی بحر کے انتخاب میں فنی خوش سلیقگی کا عمدہ مظاہرہ کیا ہے۔ نظم

کی پوری فضا میں ٹھہراؤ اور حزن انگیز سکون نظر آتا ہے۔ چھوٹی بحر میں مصوت بلند (حروف علت ا' و' ی) کے بکثرت استعمال سے اشعار میں ایک فریاد کی لے پیدا ہوگئی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک درد بھرا دل ایک سوزناک آہ کھینچ کر سولخت ہوگیا ہے اور ہر لخت سے غم والم کا لاوا امڈا چلا آتا ہے:۔

اے غم جاناں' اے غم جانم　　　دل ہے پرخون' آنکھیں پرنم

بعض اشعار میں اندیشہ و خیال کی وسیع دنیائیں ایک شگفتہ اور برجستہ اختصار میں سمٹ آئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک صراحت اور تابناک چکا چوند بھی پیدا ہوگئی ہے۔ ایسے اشعار میں افعال کا استعمال کم ہے۔ لفظوں کے تکرار اور املا کی علامت ''واؤ'' (= کاما) کو افعال کا قائم مقام ٹھہرایا ہے۔ مثلاً

اللہ اللہ ! ان کا عالم　　　عشق سراپا' حسن مجسم
قطب زمانہ ' غوث یگانہ　　　رشکِ جنیدؒ و شبلیؒ واد ہمؒ
لاکھوں دلبر لیکن پھر بھی　　　تیرا عالم' تیرا عالم
حسن تکلم ' رنگ تبسم　　　غم کا مداوا ' زخم کا مرہم
گاہ اشارہ ' گاہ کنایہ　　　مجمل مجمل؛ مبہم مبہم

مختصر بحر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ بعض اوقات حذف افعال سے اشعار میں ایک ترکیبی صورت پیدا ہوگئی ہے لیکن اس کے باوجود لہجہ ''فارسیت'' سے گرانبار نہیں ہوا اور اس میں اردو کی چاشنی اور لطف عذوبت پوری طرح جلوہ نما ہے۔

عسکری اصحابؓ مقدس　　　لشکری پیغمبر خاتم
نور شریعت ' فیض طریقت　　　جاری ساری باہم باہم
سوز مروت لحظہ لحظہ　　　درد محبت پیہم پیہم

صنائع بدائع لفظی و معنوی اور تجع کا استعمال اس خوبی سے ہوا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے دانستہ یہ وسائل اختیار نہیں کئے بلکہ کلام میں محسنات یونہی بے خودی کے عالم میں وزدیدہ درآئے ہیں۔

فانی فی اللہ ' باقی باللہ ختم انہی پر ان کا عالم
جامع سنت ' قامع بدعت نائب حضرت فخر دوعالم
ذکر کی دنیا ' سونی سونی فکر کا عالم درہم برہم
دنیا دنیا ' عقبیٰ عقبیٰ عالم عالم' تیرا ماتم
تجھ سا نہ دیکھا' تجھ سا نہ پایا اتر ' دکھن ' پورب' پچھم

ایک اور معرکہ آرا نظم

آپ کی بہترین نظموں میں سے ایک نظم ''برمزار قطب الارشاد'' ہے سید نفیس ۱۹۷۰ء میں ہندوستان گئے تو اپنے سلسلہ طریقت کے ایک عظیم نورانی ستون قطب الارشاد مجدد العصر' مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ یہ نظم اسی کیفیت حضوری کی یادگار ہے۔ جذبات وخیالات' فکروفن اور محاسن شعری کے اعتبار سے یہ ان کی نمائندہ نظموں کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ اس نظم میں ان کے فکروآ گہی کی جولانی' جوش وہوس کا حسین امتزاج' قدرت کلام اور فنی چابکدستی اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ تراکیب کی چست بندش' ہر مصرع میں نغمگی' لطیف کنایوں اور خوبصورت گاتی لہراتی بحر نے اس نذرانہ عقیدت کو ایک شاہکار نظم بنادیا ہے۔ اس نظم کے بارے میں سید نفیس سے کمترین مرتب نے یہ عرض کیا کہ یہ نظم آپ کی نمائندہ شعری تخلیقات میں شمار کی جاسکتی ہے تو سید موصوف نے بالکل بجا فرمایا۔ '' کیوں نہیں۔ اس نظم میں تذکرہ جمیل اور اس کی کیفیات بھی تو اس عظیم الشان شخصیت کا فیض ہیں جن کے ہم خود نمائندہ ہیں''۔

''برمزار قطب الارشاد'' کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ اور اس خوبصورت نظم کی موسیقیت' شکوہ الفاظ اور رمزیت سے لطف اندوز ہوئیے۔

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن ' یہ حریم حسن نگار ہے
یہاں محو جلوہ سرمدی وہ ہزار رشک بہار ہے
یہاں قدسیوں کا نزول ہے ' یہ دلیل حسن قبول ہے
یہاں سو رہا ہے وہ نازنیں جو نبی کا عاشق زار ہے

یہ جنوں کا محمل شوق ہے، یہ نظر کی منزل شوق ہے
مرا عشق حاصل شوق ہے، مرا عشق اس پہ نثار ہے
کوئی نکتہ چیں ہو، ہوا کرے، مگر اے نگاہ کمال بیں
ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ یہاں نور ہے وہاں نار ہے

فکروفن کا اوج لازوال

سید نفیس کا جذب دروں اب ان کی شاعری میں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ انہیں اہل خرد کی نسبت اہل جنوں کی مجالس زیادہ پسند آنے لگی ہیں۔

رہتا ہے نفیس ان دنوں ارباب جنوں میں   دیوانہ ہے، رسوائی اجداد کرے ہے!

مگر ان کی اس دیوانگی پر ہزار فرزانگی قربان کہ وہ ''ارباب جنوں'' جن کی صحبت سید نفیس کو حاصل رہی وہ ہماری دنیا کے قاتر العقل اور مادہ پرستی کی زنجیروں میں جکڑے ذہنی مریض نہیں ہیں یہ تو وہ خدا مست عشاق ہیں جو اس مادہ پرست دنیا اور اہل ہوس کو ٹھوکر مار کر بادۂ عشق الٰہی کے اور ہی طرح کے نشے سے مخمور ہیں۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند   سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

اس زمانے کی غزلیں اور نظمیں سید نفیس کے فکر سلیم، ذوق نظر اور ہمت بلند کی آئینہ دار ہیں۔ ان کے خیال میں اگرچہ گردش حالات نے ان کی فطری صلاحیتوں کو بہت متاثر کیا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فن خطاطی، روحانی منازل اور شعروادب کے میدان میں وہ ترقی کے مراحل نہایت سرعت سے طے کر رہے ہیں اور عالم جوش جنوں میں ''رند بادہ الست'' کے منہ سے بعض باتیں ایسی نکل جاتی ہیں جنہیں سن کر ارباب ہوش حیران سے ہو جاتے ہیں۔

فکر سلیم، ذوق نظر، ہمت بلند   ہر چیز نذر گردش حالات ہو گئی
ارباب ہوش اپنا سا منہ لے کے رہ گئے   جوش جنوں میں مجھ سے کوئی بات ہو گئی

۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں عید الفطر کے روز کہی گئی ایک غزل اپنی ظاہری ہیئت کے اعتبار سے غزل ہو تو مگر اپنی وحدت خیال و جذبات اور دو قطعہ بند کی موجودگی میں اردو

زبان کی جدید نظم کے زمرہ میں شمار کی جا سکتی ہے۔اس خوبصورت غزل کا عنوان اگر ''ساقی'' بھی لکھ دیا جائے تو شاید مضائقہ نہ ہو۔

آج روز سعید ہے ساقی | لاصبوحی کہ عید ہے ساقی
دوستوں کا فراق لائی ہے | عید غم کی نوید ہے ساقی
روئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ | حسرت باز دید ہے ساقی
مے کشان الست وجد میں ہیں | شور "ھل من مزید" ہے ساقی
"نحن اقرب الیہ " کی دھن پر | رقص "حبل الورید" ہے ساقی
عہد حاضر میں اہل حق کا امام | سید احمد شہیدؒ ہے ساقی
صبح نو کی شفق کو غور سے دیکھ | رنگ خون شہید ہے ساقی

۱۹۶۴ء میں فارسی زبان اور چھوٹی بحر میں کہی گئی ایک اور قابل ذکر نظم ''اے رونق بزم چشتیائی''،''بحضور خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ'' ہے۔ یہ سید نفیس کا اپنے جد اعلیٰ کی خدمت عالی میں نذرانہ عقیدت و اخلاص ہی نہیں بلکہ آپ کی سیرت اور کمالات کا جامع ترین اعتراف و اظہار بھی ہے۔ بقول سید نفیس ''حضرت خواجہ گیسو دراز قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں میں بچہ ہوں۔حضرت کی انگشت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔

یکبار کہ باریاب کردی | ہم باردگر کرم نمائی

نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نعتیہ کلام

حضرت سید نفیس راوی ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا تھا۔''عشق مجازی تو عشق شیخ کا نام ہے اور جس کو لوگ عشق مجازی سمجھتے ہیں وہ تو مہلک ہے''۔

۱۹۷۰ء کے بعد سید نفیس کی شاعری کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں طریقت کا یہ سالک مجذوب اپنے عشق مجازی میں ''فنافی الشیخ'' سے اگلے مرحلے یعنی ''فنا فی الرسول'' کے مقام میں رسوخ حاصل کر چکا ہے۔اب شاعری میں ان کے افکار و خیالات کا دھارا ان کی راہ سلوک کے ساتھ ساتھ بہتا معلوم ہوتا ہے۔ان کی شاعری کو طریقت و سلوک اور ان

کے محسوسات کے اظہار سے جدا کرنا مشکل ہے۔ جدید ادبی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سائیکی میں سب سے شدید جذبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے جس کے شاعرانہ اظہار کو انہوں نے ''نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا نادر نام دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کے بارے میں ان کے شیخ طریقت کے فرمودہ لطیف و بلیغ اشارہ نے، جس کا تذکرہ ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ غزل اور دیگر اصناف سخن میں سید نفیس کی شعر گوئی اور انکی طبیعت کی جولانی کے شعلہ جوالا کو دھیما کر دیا مگر جگر کی یہ آگ بجھنے کی بجائے نعت گوئی کے میدان میں بھڑک اٹھی اور وہ زیادہ تر نعت کہنے لگے۔ اس ارتقائے فکری وفنی میں ان کی نسبت روحانی کی علاوہ خاندانی اور نسبی تعلق کا بھی کافی دخل ہے۔ انہیں اپنی عالی نسبی پر کوئی فخر نہیں بلکہ بقول خود ''اپنے اجداد عظام کے کارہائے نمایاں، علمی اور دینی خدمات اور ان کے روشن اور مصفا کردار کے مقابلے میں اپنی بے بضاعتی اور کوتاہی پر ایک طرح کا احساس ندامت مضطرب کئے رکھتا ہے''۔ دوسری طرف وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام واحسان عظیم کے ہمہ وقت شکر گزار رہتے ہیں۔

قرابت باتو شد اعزاز امت بحمد اللہ من درویش دارم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عترت ورحمت سے وابستہ ہونے اور امت مسلمہ پر آپ کے عظیم احسانات کا احساس واعتراف انہیں مدحت خواجہ دو جہاں پر راغب کرتا ہے وہ اپنی صلاحیتوں اور کمال ہنر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنفوان شباب سے پیرانہ سالی کی منزل تقدس وعظمت تک ان کی زبان حق ترجمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رطب اللسان اور آپ کی شان عالی کی ہمیشہ مدح سرا رہی ہے۔ سید نفیس کا نعتیہ کلام پڑھ کر ان کے جذبات عقیدت کے خلوص اور گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ دور حاضر کے شعراء کی روایت اور تقلید محض میں نعت نہیں کہتے بلکہ ان کے نعتیہ اشعار عقیدت کی سچائی، خلوص کی گہرائی اور جذبات کی شدت سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے قاری کو اسی جذبہ عشق ومحبت اور ادب واحترام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کر دیتے ہیں۔ جو خود ان کے رگ وریشے میں رواں دواں ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار پڑھتے ہوئے ہماری

آنکھیں فرطِ عقیدت ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر بار نم ناک ہو جاتی ہیں۔

۱۹۸۳ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کے موقع پر بے پایاں کیف وسرور کے عالم میں کہے گئے ان کی نعت ''سراپائے اقدس'' کے یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی آنکھیں بھی ضرور پرنم ہو جائیں گی۔

اے رسول امیں، خاتم المرسلیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
اے براہیمی وہاشمی خوش لقب — اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب
دود مان قریشی کے درِّ ثمیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی — تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
کہکشاں ضو ترے سرمدی تاج کی — زلف تاباں حسیں رات معراج کی
لیلۃ القدر تیری منور جبیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اس نعت شریف کے بارے میں سید نفیس نے بتایا کہ وہ حضور اقدس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری میں یہ ہدیہ عقیدت بادیدہ نم پیش فرماتے رہے ہیں۔

عشق ومحبت رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے یہ ''نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' سن کر کون سنگ دل ہوگا بے چین نہ ہو جائے اور شاعر کے اسی جذبہ محبت سے سرشار ہو کر دھڑکتے دل اور کپکپاتے ہونٹوں سے یہ اشعار نہ گنگنانے لگے۔

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری، یارسول اللہ
ہے اب ناقابل برداشت دوری، یا رسول اللہ
اجازت ہو تو کچھ چشمان تر سے بھی بیاں کر لوں
ابھی ہے داستان غم ادھوری، یا رسول اللہ
دم رخصت نفیس اشکوں سے تر ہے، رحم فرماؤ
خدارا اک جھلک ہلکی سی، نوری، یا رسول اللہ

سید نفیس کے انکسار کا عالم یہ ہے کہ اس ''دربار دربار'' نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف باریابی پانے کے باوجود وہ خود کو اس بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے قابل نہیں سمجھتے۔

بارگاہ سید کونین میں آ کر نفیس سوچتا ہوں کیسے آیا، میں تو اس قابل نہ تھا

اپنی نظم ''بحضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم'' میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں ''ان کے در کا غلام ابن غلام'' سید نفیس ''ان گنت درود و سلام'' کا ہدیہ پیش کرنے کے بعد اپنا ''غم دل'' یوں عرض کرتا ہے۔

خوار ہے عالم اسلام نصاریٰ کے تلے آج امت کا دگرگوں ہے نظام اے ساقی

وہ اپنی تہی دامنی کے شدید احساس اور اپنی زیست کی ڈھلتی شام کے پیش نظر حضور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو اپنا سرمایہ اور آخرت کیلئے زاد سفر سمجھتے ہیں۔

ایک امید شفاعت ہے فقط زاد سفر جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بگام اے ساقی

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ''ماہ تمام'' ہیں سید نفیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ختم المرسلین کو ''مسک ختام'' سے تشبیہ دیتے ہیں۔

جبیں لاکھ سہی شہرہ آفاق مگر ان کے حلقے میں ہے تو ماہ تمام اے ساقی
نازنین ایک سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے ہے تری ذات مگر مسک ختام اے ساقی

بتقاضائے بشری اپنی کوتاہیوں کے احساس کے ساتھ وہ شافع محشر کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

یہ التجا ہے کہ روز محشر گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیع امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کا سلام پہنچے

سوز و گداز سے بھرپور ایک اور نعت شریف ''لاکھوں سلام'' میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں ہدیہ سلام یوں پیش فرما رہے ہیں۔

روکش حسن یوسف ہے جس کا جمال اس نگار نبوت پہ لاکھوں سلام
جس کے دو پھول پیارے حسنؓ اور حسینؓ شاخسار نبوت پہ لاکھوں سلام

اس طویل نعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عقیدت و محبت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو نمایاں کیئے گئے

ہیں۔اس کے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذرانہ درود وسلام پیش کرنے کے بعد بالترتیب جبریل امینؑ' کعبۃ اللہ' براق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' بدر واحد' خلفائے راشدین' حسنین کریمین' جملہ اصحاب نبی رضی اللہ عنہم اور ساری امت محمدی کو نذرانہ سلام پیش کیا گیا ہے۔

ایک اور نعت میں سید نفیس امت مسلمہ اور تمام انسانیت کے دکھوں کا مداوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی کو سمجھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب نظریں لگائے ہوئے ہیں۔

خیال فرما کہ چشم عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما کہ ساری امت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

یہاں فکر وخیال کی ایک حساس اور ناقدانہ لہر سید صاحب کو اپنے زمانے کے خانقہی سلسلوں کی بے رونقی پر بھی افسردہ دل کر دیتی ہے۔

نفیس کے ساتھ یہ وقت آیا سلوک واحساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

''فنافی الرسول'' کی منزل کا یہ عارف باتمکین اک خاص مقام پر عالم بے خودی میں پکار اٹھتا ہے۔

ہاں' نقش پائے ختم رُسُل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاک نعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

سید نفیس اپنی تمام علمی فکری اور فنی صلاحیتوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم کا صدقہ سمجھ کر دل سے اس کا اعتراف واظہار فرماتے ہیں۔

مرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ' مرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم مرے قلم کا مرے ہنر کا سلام پہنچے

مناقب اصحاب رضی اللہ عنہم واولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سید نفیس محترم کو جہاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے غایت درجہ عشق ہے وہاں اس سعادت کے ثمرہ میں انہیں جملہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ کی محبت بھی مبداء فیض سے بے پایاں ملی ہے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام سے اپنی گہری محبت اور احترام کا کھلے دل سے اعتراف اور اظہار کیا ہے۔

جس قلب میں یاران نبی کی ہو عقیدت — کھلتے ہیں اسی قلب پہ اسرار مدینہ
معمور صحابہ کی محبت سے رہے گا — وہ سینہ کہ ہے مہبط انوار مدینہ
وہ آل محمد ہوں کہ اصحاب محمد — ہیں زینت دربار در ر بار مدینہ
آل اطہار کے صدقے ہو عطا اک ساغر — اک پیالہ پئے اصحاب کرام اے ساقی
حسن حسنؓ کو دیکھ، حسینؓ حسیں کو دیکھ — دونوں میں جلوہ ریز جمال رسول ہے
ابو بکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں وہ عثمانؓ ہو یا علیؓ — چاروں سے آشکار کمال رسول ہے

مرتب کا اعتراف حقیقت

سیدی و مولائی، حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب (متع اللہ المسلمین بطول بقائہ) کی نفیس شخصیت اور ان کے کلام منظوم کے محاسن پر خامہ فرسائی اور تبصرہ نقادان فن اور ادبیات کے اساتذہ کرام ہی کا کام ہے اور یہ کام زیب بھی انہی کو دیتا۔ ناچیز مرتب سخن فہمی سے بے بہرہ اور اصول انتقاد سے نا آشنا ہو کر اس گستاخی کا مرتکب کیونکر ہو سکتا تھا؟ مگر ''الامر فوق الادب'' کے پیش نظر اپنے محسن و مربی، مرشد و استاذ اور ملجاء وماویٰ کے حکم سے سرتابی کی ہمت بھی نہیں پڑتی۔ اس خاکسار نے آپ سے دیرینہ و نیاز مندانہ تعلق خاطر کی بنا پر اپنے ادبی ذوق کی تسکین کیلئے آپ کی شخصیت کے ادبی پہلو اور ذوق شعر گوئی پر کچھ یادداشتیں لکھ رکھی تھیں وہی آپ کے حکم کی بجا آوری میں معاون ہوئیں چنانچہ آپ کے ''خود منتخبہ'' کلام ''برگ گل'' کی ترتیب، تدوین، تزئین اور طباعت کی تفویض کردہ ذمہ داری کے تقاضہ کے تحت یہ چند طالب علمانہ گزارشات پیش خدمت کی گئی ہیں۔

بلاشبہ جس طرح سید نفیس الحسینی کی جاذب روح و نظر شخصیت بذات خود نفیس ہے اس کی مانند آپ کا کلام منظوم بھی بے حد نفیس ہے اور اس مجموعہ منتخبہ کلام نفیس کا عنوان بھی

''برگ گل'' آپ ہی کا تجویز کیا ہوا ہے۔

اگرچہ سید نفیس الحسینی کے ادبی مضامین و علمی مقالات، قلمی شہ پارے، اور ان کے ''جوامع الکلم'' ملفوظات بھی بے حد بامعنی، موثر اور خوبصورت ہیں۔ ان میں کچھ تو اردو زبان کے ادب عالیہ میں شامل کئے جانے کے قابل ہیں لیکن فی الحال آپ کے محبین و صاحبان ذوق کی تسکین طبع کیلئے آپ کے شاعرانہ کلام یا ''نفائس منظوم'' کا انتخاب پیش خدمت ہے۔

زیر نظر مجموعہ کلام میں بیشتر منظومات زمانی ترتیب کے لحاظ سے پیش کی گئی ہیں۔ ماسوائے ''حمد باری'' کہ ہر کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور اس کی تحمید و تمجید سے ہی ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں چند قطعات تاریخی اور ''شجرہ قمیصیہ قادریہ'' کے تکمیلی اشعار اپنی اہمیت کے لحاظ سے ترتیبِ زمانی کی بجائے نظموں کے بعد رکھے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کی ترتیب میں ہر قدم پر جناب سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی کی خواہش اور مشورہ شامل رہا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزانہ التجاء مرتب ہے کہ اس خدیم بارگاہ نفیس کی طالب علمانہ کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس بھلی بری سعی کے اجر میں مجھے اور میرے والدین کریمین اور تمام برادران طریقت کو آخرت میں جناب مرشدنا و سیدنا نفیس الحسینی مدظلہ العالی کی معیت میں حضور اقدس نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اظہار احمد گیلانی نفیسی قمیصی قادری

لاہور - ۵ مئی ۲۰۰۱ء

نفائس النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حمدِ باری

حَمْدِ باری مِری زباں پر ہے
وَجْد طاری مِری زباں پر ہے

دَم بَدَم لَآ اِلٰہَ اِلَّاَ اللہ
ذِکر جاری مِری زباں پر ہے

ہَے تصوُّر میں رَوضۂ اطہر
نعت پیاری مِری زباں پر ہے

نعت گوئی مِرا شِعار ہُوئی
کِس نے واری مِری زباں پر ہے؟

ذِکرِ پیاروں کا چار یاروںؓ کا
باری باری مِری زباں پر ہے

حرفِ مطلب اَدا نہیں ہوتا
عرض بھاری مِری زباں پر ہے

صبرِ جانکاہ میرے دل میں ہے
شُکرِ باری مِری زباں پر ہے

شب کا پچھلا پہر ہے، اور نفیسؔ
آہ و زاری مِری زباں پر ہے

○

(صفر المظفر ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء)

دَریا جو بَہ رہا ہے، سُبحان تیری قُدرت!
ہر قطرہ کَہ رہا ہے، سُبحان تیری قُدرت!
جو بار اُٹھا سکے نہ، اَرض و جبال و اَفلاک،
اِنسان سَہ رہا ہے، سُبحان تیری قُدرت!

○

سکردو
صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

بحضورِ سیّدالمُرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مَیں ہر آستاں چھوڑ کر آ گیا ہُوں
مُواجہ پہ با چشمِ تر آ گیا ہُوں

رسالت پناہا! نبُوت کُلاہا!
اِک اُمّیدوارِ نظر آ گیا ہُوں

زمانے نے روکا، مصائب نے ٹوکا
زیارت کی خاطر مگر آ گیا ہُوں

محبّت کی شِدّت مجھے کھینچ لائی
عقیدت کے پیشِ نظر آ گیا ہُوں

اِلٰی اَصلِہٖ یَرجِعُ کُلُّ شَیٔ
مَیں بھُولا ہُوا اپنے گھر آ گیا ہُوں

مری راہ میں گرچہ حائل تھے دریا
خُدا کی قسم بے خطر آ گیا ہُوں

مَحبّت کے سِکّے، عقیدت کی نقدی
یہی لے کے زادِ سفر آ گیا ہُوں
مِرے پاس تک آ سکے گی نہ دُنیا
قریب آپؐ کے اِس قدر آ گیا ہُوں
مِری زِندگی ہو رہی ہے نچھاور
جو روضے پہ میں لمحہ بھر آ گیا ہُوں
مجھے لوگ کہتے ہَیں مقبولِ احمد
اِس ارماں اِس اُمّید پر آ گیا ہُوں

○

۵۲-۱۹۵۱ء

ﮧ سیّد نفیس الحسینی کے خاندان کے بزرگ عارفِ ربّانی صوفی سیّد شاہ مقبول احمد (م ۱۹۷۸ء) نے ۱۹۶۳ء میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر پہ پہلی حاضری کے وقت یہ نعت پیش کی (مرتّب)

یا رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیک وسلم

یہ درماندہ مواجہہ شریف پر حاضرِ خدمتِ اقدس ہُوا تو فوراً ہی ایک شعر وارد ہوگیا۔ بعد میں تدریجاً مدینہ منورہ ہی میں اور شعر بھی ہوگئے آخری شعر رخصت کے وقت ہُوا ——— نفیس

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری ، یا رسُول اللہؐ
ہَے اب ناقابلِ برداشت دُوری ، یا رسُول اللہؐ

عنایت ہو اگر اِک لمحہ ، اپنی خاص خَلوت کا
مجُھے اِک عرض کرنی ہَے ضروری ، یا رسُول اللہؐ

اجازت ہو تو کچھ ہجرانِ تر سے بھی بیاں کر لُوں
ابھی ہَے داستانِ غم ادُھوری ، یا رسُول اللہؐ

مِری غایت تمنّا ہَے ، درِ اَقدس کی دَربانی
زہے عزّت ، اگر ہو جائے پُوری ، یا رسُول اللہؐ

مدینے ہی میں آ کر راحت و تسکِین پاتی ہَے
دلِ فُرقت زدہ کی ناصبُوری ، یا رسُول اللہؐ

دمِ رُخصت نفیس اشکوں سے تر ہے رحم فرماؤ
خدارا اِک جھلک ہلکی سی، نُوری ، یا رسُول اللہؐ

(صلّی اللہ علیٰ خیرِ خلقہٖ محمّدؐ و آلہٖ وسلّم)

پہلی حاضری: جمعرات یکم ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ ۸ ستمبر ۱۹۸۳ء

○

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے

سَراپائے اَقدس

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ وآلہٖ وسلم

اے رسُولِ امیںؐ ، خاتمُ المُرسَلیںؐ ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصِدق ویقیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی و ہاشمی خُوش لقب ، اے تُو عالی نَسب ، اے تُو والا حَسب
دُودمانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے ، جُملہ اَوصاف سے خُود سجایا تجھے
اے اَزَل کے حَسیں ، اے ابَد کے حَسیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

بزمِ کونَین پہلے سجَائی گئی ، پھر تِری ذات منظر پہ لائی گئی
سیّدُ الاوّلیں ، سیّدُ الآخریں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سِکّہ رواں کُل جہَاں میں ہُوا ، اِس زمیں میں ہُوا ، آسماں میں ہُوا
کیا عَرَب ، کیا عَجَم ، سب ہیں زیرِ نگیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے اَندازمیں وُسعتیں فرش کی ، تیری پَروازمیں رِفعتیں عرش کی
تیرے اَنفاس میں خُلد کی یاسمیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

"سِدرَۃُ المُنتہیٰ" رہگزر ہیں تری، "قابَ قوسین" گردِ سفر ہیں تری
تُو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ ساکوئی نہیں، تجھ ساکوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سرمدی تاج کی، زُلفِ تاباں حسیں رات معراج کی
"لَیلَۃُ القَدر" تیری مُنوّر جبیں، تجھ ساکوئی نہیں، تجھ ساکوئی نہیں

مُصطفےٰ مُجتبیٰ، تیری مدح و ثنا، میرے بس میں نہیں، دَسترس میں نہیں
دِل کو ہمّت نہیں، لَب کو یارا نہیں، تجھ ساکوئی نہیں، تجھ ساکوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے! وہ کہ مَیں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ ساکوئی نہیں، تجھ ساکوئی نہیں

چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہَیں یہ صِدّیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
شاہدِ عَدل ہَیں یہ ترے جانشیں، تجھ ساکوئی نہیں، تجھ ساکوئی نہیں

اے سراپا نفیسؔ انفَسِ دوجہاں، سَرورِ دِلبراں دلبرِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ ساکوئی نہیں، تجھ ساکوئی نہیں

(۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)

بحضورِ ساقیٔ کوثر

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ اللہ ! محمّد ترا نام اے ساقی
ان گِنت تجھ پہ دُرود اور سلام اے ساقی

بعد اللہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی
کِس کی جُرأت ہے کرے اِس میں کلام اے ساقی

از ازل تا بہ اَبد تیری ہی سرداری ہے
سیّدُ الکُل ہے توُ، ہے سب کا اِمام اے ساقی

تجھُ پہ اللہ کی رحمت کا ہے سایہ ہر دَم
کُل جہاں پر ترِی رحمت ہے مُدام اے ساقی

فرشیوں پر تو عنایات کی کچُھ حد ہی نہیں
عرشیوں پر بھی ترا فیض ہے عام اے ساقی

واسطہ تجھُ کو براہِیم کی فرزندی کا
ایک کوثر کا چھلکتا ہُوا جام اے ساقی

آلِ اطہار کے صدقے ہو عطا اِک ساغر
اِک پیالہ پئے اصحابِ کرام اے ساقی

خستہ جانوں سے کوئی پُوچھے حلاوت اِس کی
راحتِ جان و جگر ہے تِرا نام اے ساقی

کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہُوں
صحنِ دِل میں تِرا آہستہ خرام اے ساقی

مہ جبیں لاکھ سہی شہرۂ آفاق مگر
اُن کے حلقے میں ہے تُو ماہِ تمام اے ساقی

نازنیں ایک سے اِک بڑھ کے جہاں میں آئے
ہے تری ذات مگر مِسکِ خِتام اے ساقی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے خُدا کا اِرشاد
ہے اُفق تا بہ اُفق تیرا پیام اے ساقی

مِٹنے والے ہیں سبھی نقش جہانداروں کے
نقش ہے تیرا فقط نقشِ دوام اے ساقی

تجھ پہ اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا سلام
ہم غلاموں کی بھی جانب سے سلام اے ساقی

سوچتا ہُوں غمِ دِل عرض کرُوں یا نہ کرُوں
اِن دِنوں فِکر سے ہے جِینا حرام اے ساقی

خوار ہے عالمِ اِسلام نصاریٰ کے تلے
آج اُمّت کا دِگرگُوں ہے نِظام اے ساقی

نگہِ لُطف غریبوں پہ خُدا را ہو جائے
پھر سنور جائے یہ بگڑا ہُوا کام اے ساقی

دِل مِرا ڈُوب رہا ہے کہ تہی دامن ہُوں
ہونے والی ہے اُدھر زیست کی شام اے ساقی

ایک اُمّیدِ شفاعت ہے فقط زادِ سفر
جس سے ہمّت سی ہے کُچھ گام بہ گام اے ساقی

لاج رکھنا، کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیسؔ
ہے ترے در کا غلام ابنِ غلام اے ساقی

○

(مدینۃ المنوّرۃ : ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم موتی

دُنیا سِیپ ، محُمّد موتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم
اُس بِن دُنیا کیسی ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

مقصُودِ کونین محُمّد ، مطلوبِ دارین محُمّد
اُس بِن دُنیا کیسے ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

گر نہ ہوتا آمنہ جایا ، خَلقت کا غم کھانے والا
خلقت میٹھی نیند نہ سوتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

زَہرؓا کا دِل غم کا مارا ، ہجرِ نبیؐ میں پارہ پارہ
گمُ سمُ آنسُو ہار پروتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

ساجن بِن سُکھ چَین نہ آوے ، یاد اُس کی دِن رَین ستاوے
دِل تڑپے ہے ، آنکھیں روتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

کاش مِرے محبُوب کی دَھرتی ، مجُھ پہ نفیسؔ یہ شفقت کرتی
اپنے اَندر مجُھ کو سموتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

یکم شعبان ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء)

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی — آ گئی رُت پلانے پینے کی
نہیں حسرت زیادہ جینے کی — زندگی چاہیے قرینے کی
زندگی اُس کی ، موت اُس کی ہے — خاک ہو جائے جو مدینے کی
رات دن شغلِ بادہ خواری ہے — رَمَضاں عید ہے مہینے کی
مَے افرنگ میں وہ بات کہاں — لا مِرے واسطے مدینے کی
ساقیا چھوڑ ساغر و مِینا — اب پِلا دل کے آبگینے کی
ختم ہے سِلسلہ نُبوّت کا — مُہر ہے ہاشمی نگینے کی
ہفت اِقلیم سے ہے بیش بہا — خاک چُٹکی سی اِک مدینے کی
ہفت قلزم کے موتیوں سے گراں — بُوند اِک اِک ترے پسینے کی

ننگِ اولادِ مصطفٰے ہے نفیسؔ
لاج رکھ لے خدا کمینے کی

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴ء)

لبؔ پر درُود

لَب پر درُود ، دِل میں خیالِ رسُولؐ ہے
اب مَیں ہُوں اور کیفِ وصالِ رسُولؐ ہے

دائم بہارِ گُلشنِ آلِ رسُولؐ ہے
سینچا گیا لہُو سے نِہالِ رسُولؐ ہے

حُسنِ حَسنؓ کو دیکھ ، حُسینِؓ حَسیں کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسُولؐ ہے

بُوبکرؓ ہوں ، عُمرؓ ہوں ، وہ عُثماںؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسُولؐ ہے

اِسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سَردارِ مومنین ، بلالِؓ رسُولؐ ہے

ہاں نقشِ پاے ختمِ رُسُل میرا تخت ہے
اور سَر کا تاج خاکِ نعالِ رسُولؐ ہے

جامِ جَم اُس کے سامنے کیا چیز ہے نفیسؔ
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسُولؐ ہے

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

سلام بحضورِ خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اِلٰہی ! محبُوبِ کُل جہاں کو ، دِل و جگر کا سلام پہنچے
نَفَس نَفَس کا دُرُود پہنچے ، نَظَر نَظَر کا سلام پہنچے

بِساطِ عالَم کی وُسعتوں سے ، جہانِ بالا کی رِفعتوں سے
مَلک مَلک کا دُرُود اُترے ، بَشَر بَشَر کا سلام پہنچے

حُضورؐ کی شام شام مہکے ، حُضورؐ کی رات رات جاگے
مَلائکہ کے حَسِیں جِلَو میں ، سَحر سَحر کا سلام پہنچے

زبانِ فِطرت ہے اِس پہ ناطِق ، ببارگاہِ نبیِّ صادق
شَجَر شَجَر کا دُرُود جائے ، حَجَر حَجَر کا سلام پہنچے

رسُولِ رحمتؐ کا بارِ اِحساں ، تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو اَیسے مُحسِن کو بَستی بَستی ، نگر نگر کا سلام پہنچے

مِرا قلَم بھی ہے اُن کا صَدقہ ، مِرے ہُنَر پہ ہے اُن کا سایہ
حضُورِ خواجہؐ ، مِرے قلم کا ، مِرے ہُنَر کا سلام پہنچے

یہ اِلتجا ہے کہ رُوزِ محشَر ، گُناہگاروں پہ بھی نَظَر ہو
شفیعِ اُمّتؐ کو ہم غریبوں کی چشمِ تَر کا سلام پہنچے

نفیسؔ کی بَس دُعا یہی ہے ، فقیر کی اب صَدا یہی ہے
سَوادِ طَیبَہ میں رہنے والوں کو عُمر بھر کا سلام پہنچے

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم

○

شبِ عاشورۂ محرّم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۱۴ جون ۱۹۹۷ء

لاکھوں سلام

تاجدارِ نُبُوَّت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ نُبُوَّت پہ لاکھوں سلام

سیّدُ الاوّلیں، سیّدُ الآخریں
نامدارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

فخرِ اَولادِ آدمؑ پہ اَربوں دُرُود
اِفتخارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ براہیمی و ہاشمی خُوش نَسَب
شاہوارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ جب آئے جہاں میں بہار آگئی
نَو بہارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

جلوہ گاہِ مُحمّد، وُہ غارِ حِرا
جلوہ زارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

جبرئیلِؑ امیں، مرحَبا مرحَبا
راز دارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

نُور پاشِ رسالت پہ دائم درُود
نُور بارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

کعبۃ اللہ حصنِ حصینِ یتیم
سایہ دارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ جو فاراں کی چوٹیوں سے اُٹھا
شہسوارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر نبیؑ کی رِسالت ہُوئی مُعتبَر
اِعتبارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

جس پہ ختمِ نُبوّت کا دار و مَدار
اُس مدارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

رُودکشِ حُسنِ یُوسفؑ ہے جس کا جمال
اُس نگارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

سِدرۃُ المُنتہیٰ جس کی گردِ سَفر
راہوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

بَدر میں تو نزُولِ ملائک ہُوا
کارزارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

کیا کہُوں جو اُحُد سے محبّت رہی
کوہسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

وہ جو پائے مُبارک کی زِینت رہا
اُس غُبارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

کوئی دیکھے رفاقت ابُوبکرؓ کی
یارِ غارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ! فارُوقؓ کا دَبدَبہ
ذی وقارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

بہرِ عُثمانؓ رِضواں کی بَیعت ہُوئی
جاں نثارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

مُرتضیٰؓ بابِ شہرِ عُلُومِ نبیؐ
شاہکارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جِس کے دو پھُول پیارے حَسنؓ اور حُسینؓ
شاخسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر صحابیؓ نبیؐ پر تصَدُّق رہا
جاں سپارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ساری اُمّت پہ ہوں اَن گنت رحمتیں
پاسدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جس کو ترسا کیے چشم و دِل اے نفیسؔ
اُس دیارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

○

(۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۲۷ مئی ۱۹۹۷ء)

اُداس راہیں

(طریقِ ہجرت سے متأثر ہو کر)

حَرَم سے طَیبہ کو آنے والے! تجھے نِگاہیں تَرس رہی ہَیں
جِدھر جِدھر سے گزُر کے آئے! اُداس راہیں تَرس رہی ہَیں

رسُولِ اَطہرؐ جہاں بھی ٹھَیرے، وُہ مَنزلیں یاد کر رہی ہَیں
جَبینِ اَقدس جہاں جُھکی ہے، وُہ سَجدہ گاہیں تَرس رہی ہَیں

جو نُور افشاں تھیں لحظہ لحظہ، حضُورِؐ انور کے دَم قدَم سے
وُہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہَیں، وُہ بارگاہیں تَرس رہی ہَیں

صبائے بَطحا غموں سے پُر ہے، فَضائے اَقصیٰ بھی دُکھ بھری ہے
اب ایک مُدّت سے حال یہ ہے، اَثر کو آہیں تَرس رہی ہَیں

خیال فرما کہ چشمِ عالَم تِری ہی جانِب لگی ہُوئی ہے
نِگاہ فرما، کہ ساری اُمّت کی مِیٹھی چاہیں تَرس رہی ہَیں

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا، سُلوک و اِحساں کے سِلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وُہ خانقاہیں تَرس رہی ہیں

○

(ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)

راہِ حق کربلا کو جاتی ہے
اِس میں ہوتے ہیں سَر قَلَم، ساقی

گھر گھر اُجالا

حضورِ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر گھر اُجالا
ظہورِ محمّد سے گھر گھر اُجالا
بنایا خدا نے سراجاً مُنیرًا
ہے نورِ محمّد سے گھر گھر اُجالا

○

ہے ذاتِ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر گھر اُجالا
صفاتِ محمّد سے گھر گھر اُجالا
یہ انوارِ ذات و صفات، اَللہ اَللہ!
حیاتِ محمّد سے گھر گھر اُجالا

(۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)

ارمغانِ مدینہ

مست بادل سرِ کہسار نظر آتے ہیں
فضلِ باری سے گرانبار نظر آتے ہیں
یہ جو صحرا، گُل و گلزار نظر آتے ہیں
تیری رحمت ہی کے آثار نظر آتے ہیں

رشکِ صد یوسفِ کنعاں ہے مدینے کا نگار
دو جہاں طالبِ دیدار نظر آتے ہیں
تاج ہے ختمِ نبوّت کا سرِ اقدس پر
گِرد انوار ہی انوار نظر آتے ہیں

آج حسرت کی ہے تصویر قُبا کی مسجد
سُونے سُونے در و دیوار نظر آتے ہیں
اِن سیہ فام فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ
مُجھ کو یہ صاحبِ اسرار نظر آتے ہیں

رِند تو رِند ہیں زمزم کی صَبُوحی پی کر
زاہدِ خشک بھی سرشار نظر آتے ہیں
حلقِ ناموسِ محمّد پہ کٹانے والے
کچھ جو ہیں تو یہی احرار[1] نظر آتے ہیں

جذب کامل ہو تو ملتا ہے حضوری کا شَرَف
چشمِ ظاہر سے بھی سرکار نظر آتے ہیں
بختِ بیدار مبارک ہو انھیں، جن کو نفیسؔ
خواب میں سیّدِ ابرار نظر آتے ہیں

یہ اشعار ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ (ستمبر ۱۹۸۳ء) میں پہلے سفرِ حج کے دوران میں مدینہ منورہ سے مکۂ معظمہ جاتے ہوئے کہے گئے۔

[1] احرار: تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے اپنی زندگیاں لُٹانے والے مجلسِ احرارِ اسلام کے سرفروش و جانباز کارکن۔ (مرتب)

صحنِ حرم میں

گورے آئے ہیں، کالے آئے ہیں
سب یہاں بخت والے آئے ہیں

صُبحِ صادِق کی طرح سے اوڑھے
نُوری نُوری دوشالے آئے ہیں

یہ کفن پوشش، پیکرِ تسلیم
گردنیں اپنی ڈالے آئے ہیں

اپنا سب کچُھ نِثار کرنے کو
مُصطفےٰؐ کے جیالے آئے ہیں

چھاؤنی بن گیا ہے صحنِ حرم
عاشقوں کے رسالے آئے ہیں

اپنے اپنے گھروں سے دیوانے
بے خُودی کے نِکالے آئے ہیں

درِ جاناں پہ پھوڑنے کے لیے
دِل جلے لے کے چھالے آئے ہیں

اللہ اللہ! جمالِ محملِ دوست
تِیرگی میں اُجالے آئے ہیں

مالک الملک! اے رحیم و کریم
تیری شفقت کے پالے آئے ہیں

چشمِ نادِم برس رہی ہے نفیسؔ
خشک ہونٹوں پہ نالے آئے ہیں

○

صحن حرم النبوی صلی اللہ علیہ وسلم (ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء)

انوارِ مدینہ

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

روشن رہیں دائم دَر و دیوارِ مدینہ
تا حشر رہے گرمیٔ بازارِ مدینہ

ہَے شہرِ نبیؐ آج بھی فردوس بَداماں
جاری ہَے وُہی موسمِ گلبارِ مدینہ

پھرتے ہَیں تصوُّر میں وہ پُرکیف مناظر
تا حدِّ نظر ہَیں گُل و گُلزارِ مدینہ

جس قلب میں یارانِ نبیؐ کی ہو عقیدت
کُھلتے ہَیں اُسی قلب پہ اَسرارِ مدینہ

مَعمُور صحابہؓ کی محبّت سے رہے گا
وہ سِینہ کہ ہَے مہبطِ انوارِ مدینہ

وہ آلِ محمّدؐ ہوں کہ اصحابِ محمّدؐ
ہَیں زینتِ دَربارِ دُرربارِ مدینہ

نِسبت نہیں شاہوں سے نفیسؔ اہلِ نظر کو
کافی ہے اُنھیں نسبتِ سرکارِؐ مدینہ

○

(٦ جمادی الاولیٰ ١٤٠٥ھ / ١٩٨٥ء)

مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ اشعار حرمِ پاک میں اور کچھ جدّہ میں ہُوئے ـــــــ نفیسؔ

○

شُکر ہے تیرا خُدایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
تُو نے اپنے گھر بُلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

اپنا دِیوانہ بنایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
گرد کعبے کے پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مُدّتوں کی پیاس کو سیراب تُو نے کر دِیا
جام زَمزم کا پِلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک مِرے سینے میں تُو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذِکر اِلَّا اللہ کا
یہ سبق کِس نے پڑھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

خاص اپنے دَر کا رکھّا تُو نے اے مَولا مُجھے
یُوں نہیں دَر دَر پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافِل رہا
پَر نہیں تُو نے بُھلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں کہ تھا بے راہ تُو نے دستگیری آپ کی
تُو ہی مُجھ کو رہ پہ لایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

عہد جو رُوزِ ازل تُجھ سے کیا تھا یاد ہَے
عہد وُہ کِس نے نِبھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہُوا مُجھ کو نصیب
گُنبدِ خضرا کا سایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قُدس میں
اَور جو پایا سو پایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بارگاہِ سیّدِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آ کر نفیسؔ
سوچتا ہُوں، کیسے آیا؟، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

○

(۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء)

پیام آ ہی گیا

اللہ اللہ! جانِ جاناں کا پیام آ ہی گیا
لُطف کا پروانہ اِک دن میرے نام آ ہی گیا

جذبۂ بے اختیارِ شوق کام آ ہی گیا
اِک فقیرِ بے نوا تک دَورِ جام آ ہی گیا

عاجز و درماندہ، سرتاپا شکستہ، ہائے ہائے!
رفتہ رفتہ تا درِ بیت الحرام آ ہی گیا

آبِ حیواں کی تمنّا تھی، سو پُوری ہوگئی
چشمۂ زمزم پہ آخر تشنہ کام آ ہی گیا

اپنے ارماں پُورے کرلے، خُوب جی بھر کر یہاں
اے دلِ بیتاب! لے تیرا مقام آ ہی گیا

میری جاں جس پر فِدا، کون و مکاں جس پر نثار
سامنے وہ روضۂ خیر الانامؐ آ ہی گیا

اُن کی یہ ذرّہ نوازی، اُن کا یہ جُود و کرم
بارگاہِ قُدس میں بہرِ سلام آ ہی گیا

حاضری اب ہو رہی ہے سال کے بعد اَے نفیسؔ
صبح کا بھُولا ہُوا گھر اپنے شام آ ہی گیا

○

مکۃ المکرمۃ — رمضان المبارک
مدینۃ المنورۃ — شوال المکرم ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء

یادِ مدینہ

رَمَضاں کا جو مہینہ آیا
یاد رہ رہ کے مدینہ آیا

ہاتھ اُٹھا کر جو دُعائیں مانگیں
ہاتھ رحمت کا خزینہ آیا

بارگاہِ نبویؐ میں پہنچا
جیسے ساحل پہ سفینہ آیا

حوصلہ سامنے ہونے کا نہ تھا
مُنھ چُھپائے یہ کمینہ آیا

تن بدن کانپ رہا تھا میرا
اُف، ندامت سے پسینہ آیا

عرض کرنا تھا دلِ زار کا حال
کچُھ سلیقہ نہ قرینہ آیا

آہ افسوس! صد افسوس نفیسؔ
فصلِ گُل میں بھی نہ پینا آیا

○

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

○

توحید کا دَم بھر شام و سحر
اللہ کے بندے شرک نہ کر

○

حسرت

رَمَضاں بھی گزر گیا یوں ہی
چڑھ کے آیا، مگر گیا یُوں ہی

مَوج آئی نہ کوئی ساحل تک
دِل کا دَریا اُتر گیا یُوں ہی

ماہِ نَو عِشق کی طرح آیا
ہم پہ اِلزام دَھر گیا یُوں ہی

کیا سُہانی سُہانی راتیں تھیں
خواب تھا جو بکھر گیا یُوں ہی

دامنِ دِل نہ بھر سکا اَب کے
موسمِ گُل گزر گیا یُوں ہی

لگ رہی ہے فَضا اُداس اُداس
ہائے سُنسان کر گیا یُوں ہی

ذکرِ جاناں سے جاں میں جاں آئی
زیست کا رُخ نکھر گیا یُوں ہی

اُنؐ کا غم تو مُحیطِ عالَم ہے
میرے سینے میں بھر گیا یُوں ہی

سَفرِ حج بہت مُبارک ہے
کیا کریں گے، اگر گیا یُوں ہی

اللہ اللہ اُس کا بَختِ نفیس
جو مَدینے میں مَر گیا یُوں ہی

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

آرزُو

یہی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں مَرنے کو جی چاہتا ہے

یہ کِس جانِ جاناں کا فیضِ نظر ہے
کہ جی سے گزرنے کو جی چاہتا ہے

بِگڑنے ہی میں عُمر گزری ہے ساری
خُدایا! سنْورنے کو جی چاہتا ہے

○

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

○

محمّد را بجانِ خویش دارم
بجانِ خویش بیش از بیش دارم

قرابت با تو شُد اِعزازِ اُمّت
بحمدِ اللہ مَن درویش دارم

غمِ تو مذہب اہلِ محبّت
زہے قسمت محبّت کیش دارم

بیا عشقِ جنوں ساماں ! مدد کُن
کہ صحرائے عرب دَر پیش دارم

بفیضِ حسن تو اَے شاہِ خُوباں
سرِ سُلطاں ، دلِ درویش دارم

نفیسؔ آں جانِ جاناں را سلامے
ز دردِ عشقِ اُو دِلریش دارم

(نواح ۱۹۷۵-۱۹۸۳ء)

مَناقِب

بُوبکر و عُمر، عُثمان و علی رضی اللہ عنہم

اَصحابِ مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ولی
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
یارانِ نبیؐ میں سب سے جلی
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

وُہ شمعِ حَرم کے پروانے
وُہ ختمِ رُسُل کے دیوانے
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

اِسلام نے جن کو عِزّت دی
اِسلام کو قُوّت جن سے ملی
اِیماں کی روایت جن سے چلی
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی
ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

اِس نظم کی خُوشبُو پھیلے گی
یہ خُوشبُو ہر سُو پھیلے گی
گُونجے گا یہ نغمہ گلی گلی
"بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ"

یہ کتبہ حرم کی زینت ہے
یہ لَوح و قلم کی زینت ہے
لکھ شاہ نفیسؔ اَب اِس کو جلی
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

○

(۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)

کربلا کے بعد

لایا جو خُون رنگِ دِگر کربلا کے بعد
اُونچا ہُوا حُسینؓ کا سَر کربلا کے بعد

پاسِ حرم، لحاظِ نبوّت، بقائے دیں
کیا کچھ تھا اُس کے پیشِ نظر کربلا کے بعد

اے رہ نوردِ شوقِ شہادت ترے نثار
طے ہو گیا ہے تیرا سفر کربلا کے بعد

آباد ہو گیا حرمِ ربِّ رسُولؐ کا
وِیراں ہُوا بتُولؓ کا گھر کربلا کے بعد

ٹُوٹا یزیدیت کی شبِ تار کا فُسُوں
آئی حُسینیت کی سحر کربلا کے بعد

اک وُہ بھی تھے کہ جان سے ہنس کر گزُر گئے
اِک ہم بھی ہیں کہ چشم ہے تر کربلا کے بعد

جوہر[1] کا شعر صفحۂ ہستی پہ ثبت ہے
پڑھتے ہیں جس کو اہلِ نظر کربلا کے بعد

"قتلِ حُسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

○

(۱۹۵۵-۵۱ء)

---

[1] مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دُلاروں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گُساروں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدُّس کی سیرگاہ
اُن خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزر گئی پھُولوں کو کیا ہُوا
گُلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھُلے ہُوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شِمرِ لعیں کا ذِکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خُدا کے مرگ شِعاروں کی بات کر

(۷۳-۱۳۷۵ھ / ۵۴-۱۹۵۶ء کے درمیان کہی گئی)

اُسوۂ شبیّر رضی اللہ عنہ

گُونج اُٹھے اَرض و سما، نعرۂ تکبیر کے ساتھ
رَن میں نِکلا کوئی سُونتی ہُوئی شمشیر کے ساتھ

ایک بجلی سی چمکتی ہَے پسِ پردۂ اَبر
ایک ظُلمت سی اُلجھنے کو ہَے تنویر کے ساتھ

ہر قدم اُٹھتا ہَے اِسلام کی عظمت کے لیے
دَم بَدم بڑھتا ہے اللہ کی تکبیر کے ساتھ

یہ تو پھر خُونِ جگر گوشۂ پیغمبرؐ ہَے
عرش ہِل جاتا ہَے اِک آہ کی تاثیر کے ساتھ

خاک اور خُون میں لتھڑے ہُوئے جانبازوں سے
پیش آتی ہَے مشیّت بڑی توقیر کے ساتھ

اپنے اللہ کا صد شُکر اَدا کرتا ہُوں
جس نے وابستہ کیا دامنِ شبّیر کے ساتھ

(۷۱-۱۳۷۴ھ/۵۲-۱۹۵۵ء)

خواجہ اجمیریؒ

معین الدیں حسنؒ[ح] سنجری امیرے
امامِ چشتیاں ، روشن ضمیرے
رسول اللہ ﷺ او را حکم فرمود
برائے ملک ہند آمد سفیرے

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

قُطب صاحبؒ

بختیارؒ[1] آں قطب دین مصطفیٰ
پیروانِ مرتضیٰ را رہنما
شعرِ پیرجامؒ[2] بشنید از قضا
"کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است"

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

ح سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمہ اللہ (م-۶۳۳ھ/۱۲۶۶ء)

۱ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ (م-۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء)

۲ حضرت شیخ احمد جام رحمہ اللہ...... شہاب الدین ابونصر احمدؒ المعروف بہ ژندہ پیل (۴۴۱ھ/۱۰۴۹ء تا ۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء) دورِ سلاجقہ کے ایرانی صوفی اور متعدد فارسی کتابوں کے مصنف (مرتب)

بابا فریدؒ

فریدؔ[1] آں امیرِ امیرانِ عالَم
شہِ چشتیاں پیرِ پیرانِ عالَم
چہ خُوش گُفت سیّد محُمّد حُسینیؒ[2]
"فرید است از بے نظیرانِ عالَم"

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

○

سُلطان جیؒ[3]

یتیمے بود مردِ باخدا شُد
مر اُو را منصب عالی عطا شُد
اجودھن[4] چوں رسید آں جانِ جاناں
نظامُ الدیں محمد اَولیاء شُد

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

---

[1] حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (م ۔ ۶۶۴ھ)

[2] حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ (م ۸۲۵ھ)

[3] سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ (م - ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء)

[4] پاک پٹن شریف

چراغِ دہلی[1]

آہ وُہ عہدِ با فراغ تِرا
جس سے پاتے ہَیں ہم سُراغ تِرا
کتنے طُوفان سَر سے گزُرے ہَیں
جَل رہا ہے مگر چراغ تِرا

(۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

○

---

[1] حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغِ دہلی (م - ۷۵۷ھ) جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہما اللہ

بحضورِ خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ

اے مظہرِ شانِ کبریائی　　اے پرتوِ نورِ مصطفائی
اے پیکرِ زُہد و پارسائی　　اے وارثِ فقرِ مرتضائی
اے خواجۂ خواجگانِ عالم　　اے رشکِ اجودھنیؒ و طائیؒ
اے خسروِؒ زمزمہ طرازے　　اے ثانیِ سعدیؒ و سنائیؒ
اے روشنیِ چراغِ دہلیؒ　　اے رونقِ بزمِ چشتیائی
اے مشربِ تست عشقِ احمدؐ　　اے مسلکِ تو خدا نمائی
ہر نقشِ تو آفتاب بادا　　تا حشر فشاندہ روشنائی
یکبار[1] کہ باریاب کردی　　ہم بارِ دگر کرم نمائی
شاق است چو بر دلِ نفیسیؔ　　اے جانِ جہاں! چرا جدائی

○
(۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء)

---

[1] حضرت خواجہ گیسو دراز قدس سرہ کو خواب میں دیکھا، ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں۔ میں بچہ ہوں حضرتؒ کی انگشتِ شہادت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔ (نفیس)

حضرت سیّد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ

حسینؒ[1] ابنِ مخدومِ بندہ نواز
زِ اقطابِ مرحومِ اہلِ دکن
بہ اکبر حسینی و "سیّد بڑا"
مگر ہست موسومِ اہلِ دکن
چہ مہرِ جہانتابِ افلاکِ چشت
چہ خوش دُرِّ منظومِ اہلِ دکن
زِ دہلی بہ گلبرگہ تشریف بُرد
مزار است مقسومِ اہلِ دکن
چو پُرسند سالِ وصالش نفیسؔ
بگو "بُود مخدومِ اہلِ دکن"

۸۱۲ھ

---

[1] سید حسین المعروف بہ حضرت سید محمد اکبر حسینی فرزندِ اکبر خواجۂ بندہ نواز حضرت گیسو دراز قدس اللہ سرہ
یہ قطعہ تاریخ "تذکرۂ مخدوم زادۂ بزرگ" مولفہ سید عظمت اللہ حسینی شائع کردہ بزم معراج العاشقین
گلبرگہ میں طبع ہوا۔ تاریخ تصنیف: ۱۳۸۳ھ / ۶۳-۱۹۶۴ء

بر مزارِ قُطبُ الاِرشاد

خاتم المحدثین، شیخ الاسلام والمسلمین، سند الاصفیا، الکاملین، مُجددِ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ
(م۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے حضور میں نذرانۂ نفیسؔ

ہے یہ کس کی خوابگہِ حسیں، یہ نفیسؔ کس کا مزار ہے
کہ نفَس نفَس کو جو ہے سکوں تو نظَر نظَر کو قرار ہے

یہاں اِک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی، وُہ ہزار رشکِ بہار ہے

یہ فرودگاہِ رشیدؔ ہے، یہ مقامِ فخرِ فرید ہے
یہ مکان خُلد نشان ہے، یہ مکین عرش وقار ہے

ل[1] ابُوحنیفۂ وقت : حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو تفقہ میں مقامِ بلند کی بنا پر "ابُوحنیفۂ عصر" کا لقب دیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں اِسی لقب سے معروف تھے۔

جو ابُوحنیفۂ[1] وقت تھا، جو کبھی بخاریؔ عصر تھا
جو جُنیدؔ و شِبلیؔ دہر تھا، یہ اُسی کی خاکِ مزار ہے
یہ مزار بُقعۂ نُور ہے، یہ جہانِ عشق کا طُور ہے
یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تجلّیوں کا دیار ہے
یہاں قُدسیوں کا نزُول ہے، یہ دلیلِ حُسنِ قبُول ہے
یہاں سو رہا ہے وُہ نازنیں، جو نبیؐ کا عاشقِ زار ہے
جو کلامِ دوست کا نُور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے
اِسی فیض سے، اِسی نُور سے، یہ مزارِ مُقتُمہ زار ہے
یہ جُنوُں کا مَحمِلِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے
مِرا عشق حاصلِ شوق ہے، مِرا عشق اِس پہ نثار ہے
وُہ کہ تھا مُجاہدِ شاملی[2]، صفیں جس نے اُلٹیں فرنگ کی
اُسی صف شکن کی یہ گھات ہے، اُسی شیر کا یہ کچھار ہے

---

[2] شاملی: آپ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں خانقاہِ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو گئے اور اپنے مُرشد حضرت حاجی اِمداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دُوسرے رُفقاء کے ساتھ قصبۂ شاملی کے معرکۂ جہاد میں شامل ہو کر خوب دادِ شجاعت دی۔ [1]، [2] قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ
(پچاس مثالی شخصیات بحوالہ تاریخِ دارالعلوم دیوبند)

کبھی جام پینے پہ آ گئے، تو سمندروں کو چڑھا گئے
یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، مے عشق ہی کا خمار ہے

یہ عنایتیں، یہ نوازشیں، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھیے
مری آنکھ محوِ جمال ہے، مرے سامنے رُخِ یار ہے

مَیں نگاہِ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبور سے کیا کہوں
ابھی حشر میں بڑی دیر ہے، ابھی دُور رُوزِ شمار ہے

کوئی نکتہ چیں ہو، ہُوا کرے، مگر اے نگاہِ کمال بیں
ذرا کر کے دیکھ مُشاہدہ، یہاں نور ہے وہاں نار ہے

کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کام کیا
مری اہلِ دل سے ہے دوستی، مجھے اہلِ درد سے پیار ہے

یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زُلفِ رشیدؒ ہوں
اِسی سلسلے کا مُرید ہُوں، مرا اِس پہ دارومدار ہے

کوئی دیدہ وَر ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مَرد ہے
یہ جو کہکشاں کی سی گرد ہے، اِسی گرد میں وُہ سوار ہے

مَیں فدائے عشقِ رسُولؐ ہُوں، مَیں نبیؐ کے پاؤں کی دُھول ہُوں
مِرا دل خُدا کے حضُور میں، بہ نیاز سجدہ گزار ہے

○

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ
سہارنپور
۲۷ جنوری ۱۹۷۰ء

شعرِ الفراق

آہ قطب الارشاد گزشت ۱۳۸۲ھ

نظمِ فراق

سلطان العرفا، سید الطائفہ حضرتِ اقدس مولانا و مرشدنا شاہ عبدالقادر رائپوری نور اللہ مرقدہ

اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم — دِل ہے پُرخوں، آنکھیں پُرنم
اَللہ اَللہ، اُن کا عالَم — عِشق سراپا، حُسن مُجسّم
حضرت عبدُالقادرِ ثانی[1] — قِبلہ نُما و قِبلۂ عالَم
قُطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ — رشکِ جنیدؒ و شبلیؒ و ادہمؒ
فانی فی اللہ، باقی باللہ — ختم اُنہی پر اُن کا عالَم
جامعِ سُنّت، قامعِ بدعت — نائبِ حضرتِ فخرِ دوؐ عالَم
عَسکریٔ اصحابِؓ محمّدؐ — لشکریٔ پیغمبرِ خاتَم
نُورِ شریعت، فیضِ طریقت — جاری ساری باہَم باہَم
اَیسا عارف، اَیسا مُرشد — ڈھونڈ نہ پائے عالَم عالَم
تجھ سا دیکھا، نہ تجھ سا پایا — اُتّر، دکھن، پُورب، پچھّم

---

[1] وصالِ مبارک ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بروز پنجشنبہ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء بوقت چاشت در بلدۂ لاہور، پاکستان۔

لاکھوں دِلبر، لیکن پھر بھی ‌ تیرا عالَم، تیرا عالَم
حُسنِ تکلّمُ، رنگِ تبسّمُ ‌ غم کا مُداوا، زخم کا مرہم
گاہ اِشارہ، گاہ کِنایہ ‌ مُجمِل مُجمِل، مُبہم مُبہم
سوزِ مروّت لحظہ لحظہ ‌ دردِ مَحبّت پَیہم پَیہم
اپنے پرائے، یکساں یکساں ‌ سب کا مُونِس، سب کا ہمدم
اِستِغنا کا عالَم، واللہ ‌ خاک برابر لاکھوں دِرہم
اُف رے دبی چنگاری دِل کی ‌ آگ لگا دی پُورب پچھّم
آہ! تِرا اندازِ مَحبّت ‌ عِشق میں شُعلہ، حُسن میں شبنم
یاد رہیں گے تیرے جلوے ‌ روشن روشن، مدّھم مدّھم
آہ کہ تجھُ سے گرم تھی محفِل ‌ آہ کہ اَب ہَے درہَم برہَم
اُجڑا اُجڑا، وِیراں وِیراں ‌ ہائے وہ رلائے پُور کا عالَم
ساحِل جمنا پر کیا گزُری ‌ آہ وہ طُوفاں برہم برہم
تمُ ہی کہو کچھ غم کی کہانی ‌ اے لبِ راوی، اے لبِ جہلَم
آہ نفیسؔ زار کی حالت ‌ بیکل بیکل، بیدم بیدم
اللہ اللہ دیکھ لیا ہَے! ‌ حَشر سے پہلے حَشر کا عالَم
سِینہ بِریاں، دیدہ گِریاں ‌ آہ کہ اَب کِس حال میں ہَیں ہم
ذِکر کی دُنیا سُونی سُونی ‌ فِکر کا عالَم درہم برہم
دُنیا دُنیا، عُقبیٰ عُقبیٰ ‌ عالَم عالَم تیرا ماتَم

دِل کہ شہیدِ ناز ہے تیرا — زِندہ ہے اب بھی لیکن کم کم
آہ کہ تجھ بِن چین نہیں ہے — یاد ہے تیری پیہم پیہم
آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے — آہ! ندامت سے ہے سَر خم
اے مِرے مُشفق، اے مِرے مُحسِن! — تُم ہو جو میرے پھر مُجھے کیا غم
اِنشاء اللہ، اِنشاء اللہ — آج سے ہے یہ وَعدہ مُحکم
وُہ جو عزیزِ[2] جاں ہے تُمھارا — وُہ ہے ہمارا اُس کے ہیں ہم
ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے — لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم
حَشر میں ہم کو بھُول نہ جانا — یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم

حَشر تلک تُربت پر تیری
نُور کی بارش بَرسے چھم چھم

(۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

---

[2] حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوری جانشینِ حضرتِ اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ

اہلِ علم و فضل کے سرتاج ، ولیوں کے ولی
عارفِ لاہور یعنی حضرتِ احمد علی[1]

اللہ اللہ ایک نومُسلم کا فرزندِ جلیل
شرک کے ماحول میں جس نے مچا دی کھلبلی

تربیت دی تھی عُبید اللہ سِندھی[2] نے اُسے
اِنقلابی فِکر و حکمت جن کے سایے میں پلی

مُرشدِ امروٹ[3] سے اور عارفِ دیں پور[4] سے
زندگی پائی تھی نُورِ حق کے سانچے میں ڈھلی

اُن کی رگ رگ میں تھا فکرِ دیوبندی موجزن
اُن کے خُونِ دل سے شاخِ حُرّیت پھُولی پھَلی

کون تھا اس دَور میں انگریز کا پکّا حریف
جانتی ہے خُوب یہ لاہَور کی ہر ہر گلی

کِس نے للکارا فرنگی جَبر و اِستبداد کو
سَر اُٹھانے کی یہاں رسمِ جُنوں کِس سے چلی

---

[1] شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ، سانحۂ ارتحال ۱۸ رمضان ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء)

[2] مولانا عُبید اللہ سِندھیؒ : (م۔ ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء)

[3] مُرشدِ امروٹ : حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ (م۔ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

[4] عارفِ دین پور : حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوریؒ (م۔ ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء) مُرشدِ مولانا احمد علیؒ

مجمعِ اوصاف تھی لاریب اُن کی شخصیت
وُہ مُفسّر، وہ مُصنّف، وُہ مجُاہد، وُہ ولی

اُن کی بزمِ فقر تھی اِس بات کی زِندہ دلیل
شاہِ ہفت اِقلیم سے درویش کی صُحبت بھلی

یہ حقیقت ہے کہ اُن کے قلبِ نُورافروز سے
خطّۂ پنجاب میں اِیمان کی مشعل جلی

اللہ اللہ، جس کے حق میں اُٹھ گئے دستِ دُعا
عُمر بھر کی تِیرہ بختی کی بَلا سر سے ٹلی

عشق تھا اُن کو جو مولانا حُسین احمد[۵] کے ساتھ
اِس کی وجہِ خاص تھی عشقِ نبیؐ کی بے کلی

زِندۂ جاوِید ہیں اُن کے نقوشِ زندگی
نامِ نامی ثبت ہے اُن کا بعُنوانِ جلی

جانشین اُن کے ہیں مولانا عبُیداللہ[٦] آج
لوگ کہتے ہیں بجا اُن کو ولی ابنِ ولی،

مَیں نے مولانا کو دیکھا وقتِ رُخصت اے نفیسؔ
چہرۂ انور تھا جیسے خُلد کی کِھلتی کلی

○

(۸۱ - ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)

---

۵ شیخ الاسلام حضرت مولانا حُسین احمد مدنیؒ : (م۔ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء)

٦ مولانا عُبید اللہ انورؔ رحمہ اللہ (م۔ ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء) ابن حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ۔

مولانا محمدؐ کشیر رحمہ اللہ تعالیٰ

داعیِ اہلِ سُنّت ، محمّدؐ کشیر — عالمِ باعمل ، مردِ روشن‌ضمیر
جانشینِ امیرِ کبیرِ[1] شہیر — پیروِ راہِ آں ھادیٔ کاشمیر
فاضلِ دیوبند[2] و ولیِ خدا — مُصلحِ تبّتِ خُرد ، شیخِ کبیر
آں خُجستہ خصال و سُتودہ صفات — حاملِ دولتِ فقر و خیرِ کثیر
فیضِ علمی ز انورشہِ[3] بے‌مثال — ہم ز سیّد حسینؐ احمدِ[4] بے‌نظیر
شیخِ الیاس[5] و از شیخِ عبدالشکورؒ[6] — باطن و ظاھرِ اُو شدہ مُستنیر
بالیقین بُود اُو یادگارِ سلف — اہلِ اسلام را ہم صفیر و سفیر
صاحبِ خُلق ، خیلے کریم و حلیم — گُفتگو اش ملائم ، سُخن دلپذیر

لہ شاہِ ہمدان امیرِ کبیر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۶ھ) ہادیٔ کشمیر

لہ دارالعلوم دیوبند (ضلع سہارنپور ، ہند)

لہ ، لہ خاتم المحدّثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ اور شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے حدیث شریف پڑھی . زیادہ تر شاہ صاحبؒ سے پڑھا .

لہ رئیس التبلیغ بانیٔ تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور طریقۂ تبلیغ سیکھا .

لہ امامِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تردیدِ شیعیت کی تعلیم حاصل کی .

ساکنانِ سکردو و خپلو ہمہ — حُسنِ اَخلاقِ اُو را مُطیع و اَسیر
خادمِ اہلِ بیت رضؓ و صحابہ رضؓ بسے — عاشقِ مُصطفےٰ بُود غایت کثیر
ظُلمتِ رِفض از نُورِ اُو پاش پاش — ذاتِ اُو بلتیاں را سراجِ مُنیر
غازی و زاہد و عَبدِ شب زِندہ دار — صائم لذّت اندوزِ نانِ شَعِیر

بادِ مَغفُورِ ربِّ غَفُور اے نفیسؔ
بہرِ جاہِ رَسُولِ بَشِیر و نَذِیر
صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

تاریخ وفات : ۲۹ر شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ / ۲۱ر جنوری ۱۹۹۶ء

۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ
۱۲ر فروری ۱۹۹۶ء

○

بیادِ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اے نورِ عینِ حضرتِ الیاس[1] دہلویؒ
اے یوسفِ زمانہ! زہے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تیری ذات تھی روشن ترین مثال

ہر بتکدے میں تیری اذاں گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق و لبِ بلالؓ

تبلیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر
اِس راستے میں جان بھی دے دی زہے کمال

وارد ہُوا یہ قلبِ حزینِ نفیسؔ پر
"رأسِ مُبلّغاں" ہے ترا سالِ انتقال[2]
۱۳ ھ ۸۴

---

[1] قطب الواصلین شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ، بانیٔ تبلیغی جماعت۔
[2] تاریخِ وفات ۲، اپریل ۱۹۶۵ء (۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء)

جنابِ شاہ حسین خیر بندہ نوازی رحمۃ اللہ علیہ

آں عاشقِ اِلٰہ مقبولِ بارگاہ
چشم و چراغِ چشت سلطانِ خانقاہ
مہتابِ کرّ و فر خورشیدِ عزّ و جاہ
پیشانیش فراخ روشن چو مہر و ماہ
طبعش فروغِ بزم ذاتش چراغِ راہ
انوارِ روضتین ہر شام و ہر پگاہ
گلبرگۂ شریف بر شانِ اُو گواہ
گیسو دراز بودہ خوش قلب و خوش نگاہ
زیں عرصۂ حیات رحلت نمود آہ
گفتہ دلم نفیسؔ سالِ وصالِ شاہ

"شاہِ حسین خیر بندہ نوازی آہ"

۵ ۸ ۳ ۱

ہم "عاقبت بخیر" گفتہ دلِ تباہ

۱۳۸۵ھ

ے سجّادہ نشین روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف ۱۳۸۵ھ (۶۶-۱۹۶۵ء)

حکیم سیّد مُحمّد عالَم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ را چنیں منظور شد
از جہاں آں جانِ جاں مستور شد
نام اُو سید محمد عالم است
شہرہ زاتش قریب و دُور شد
آں حکیم حاذق و خطاط عصر
یک جہاں از فیض اُو معمور شد
اے خوسا منظر کہ ہنگامِ واصل
رُوئش از عین الیقیں پرنور شد
فردِ واحد بود و رفت آخر نفیس
''از جہاں لقمانِ ثانی دُور شد''

۱۳۶۳-۱-۱۳۶۲ھ

○

۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

ولادت: ۱۶ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ / ۱۷ نومبر ۱۸۸۳ء

وفات: ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ / ۸ جون ۱۹۴۳ء

استاذ الخطاطین سید محمد عالم گھوڑیالوی اور کاتب القرآن حکیم سید نمیک عالم شاہ سیالکوٹی رحمہ اللہ علیہما (فرزندانِ سید نواب شاہ بن سید محمد شاہ بن شاہ محمد سلیم از اولادِ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس اللہ سرہٗ) دونوں حقیقی بھائی اور والد ماجد کے اساتذہ خطاطی تھے۔ نفیس

حکیم سیّد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ا

بجہاں شاہِ نیک عالم رفت

زہے آں مردِ نیک و با تقدیس

نسباً سیّدِ حسینی بود

قلمش بد کلامِ پاک نویس

بزبانش دعا وھم تاریخ

غفر اللہ لی نوشت نفیسؔ

۱۳۸۷ھ

(۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء)

لہ سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب کے والدِ گرامی سیّد محمّد اشرف علی شاہؒ کے برادرِ عم زاد، متواضع، متوکل، سادہ پوش اور خدا ترس انسان۔ عمر بھر میں اُنسٹھ ۵۹ قرآنِ پاک کی خطاطی کے علاوہ صرف تئیس ۲۳ دِنوں کی ریکارڈ مدت میں ایک حمائل کی کتابت فرمائی۔

تاریخِ وفات: ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء بروز دوشنبہ بعمر ہفتاد و چہار سال۔

غروبِ آفتاب

نالۂ دل بر وصالِ عارفِ ربّانی حضرت صوفی سیّد شاہ مقبولؒ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المتوفیٰ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ شبِ جمعہ
۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء

چھُپ گیا آفتاب شام ہُوئی — اِک مُسافر کی رہ تمام ہُوئی
شب سیہ پوش ہوگئی غم سے — صُبح کی آنکھ لالہ فام ہُوئی
زِندگی پُرکُشا رہی برسوں — آخرِ کار زیرِ دام ہُوئی
آہ! خاموش ہیں وہ لب جن سے — یادِ حق باصد اِلتزام ہُوئی
اُٹھ گئی برکتِ سحر گاہی — لیلۃُ القدر بے قیام ہُوئی
مے و مینا کا دَور ختم ہُوا — آخرِ شب شکستِ جام ہُوئی
جانِ جاناں کے ساتھ ہی رُخصت — لذّتِ نامہ و پیام ہُوئی
گوشۂ چشمِ اِلتفات پھرا — ختم رسم و رہِ سلام ہُوئی

میکدے کی بہار بیت گئی
بند اَب وہ صلائے عام ہُوئی

اُن کا دِل مَہبطِ محبّت تھا
اَب محبّت خیالِ خام ہُوئی

جب مِلے، دِل سے دِل قریب ہُوا
رُوح سے رُوح ہمکلام ہُوئی

اُن کی گمنام زندگی دیکھیں
وُہ جنھیں شہرتِ دَوام ہُوئی

لاکھ گرہوں میں بند تھی پھر بھی
مُشک و عنبر کی مَوج عام ہُوئی

ساعتِ وصل آن ہی پہنچی
بندگی فائزُ المَرام ہُوئی

زَہے وُہ جاں کہ مُطمئن تھی یہاں
آخرت میں بھی شادکام ہُوئی

مَرحبا وہ نفس کہ جس کو نصیب
خُلد کی عشرتِ مُدام ہُوئی

شادباش اے مکینِ خُلد، تری
تُربتِ خام خُوش مقام ہُوئی

میری تحریر رہ گئی قاصِر
اُن کی توصیف نا تمام ہُوئی

تُو بھی کر فکرِ آخرت کہ نفیسؔ
زِندگی رُو بہ اِختتام ہُوئی

○

والِدۂ مرحُومہ کی رحلت پر

ہائے یہ رحلتِ جاناں کا اَثر، کِس سے کہوں
دردِ دِل کِس سے کہوں، دردِ جگر کِس سے کہوں

مَوت کی اُن کو تمنّا تھی کہ وُہ صادِقہ تھیں
اب مَیں یہ بات بجُز اہلِ نظر، کِس سے کہوں

کیفیت جن کو حضُوری کی رہی جیتے جی
وصلِ حق ہَیں باندازِ دِگر، کِس سے کہوں

نسبتِ فاطمی رضؓ کا فیض ہے اللہ اللہ
کی بَسَر زِندگی بے زیور و زر، کِس سے کہوں

حَیف صد حَیف! ہُوا مَسکنِ مِسکیں وِیراں
زیست کا نَظم ہُوا زیر و زَبر، کِس سے کہوں

یُمنِ اَنفاس سے جِن کے مِری منزل تھی نفیس
جا بسے آہ وُہ فِردوس نگر، کِس سے کہوں

گوشہ گوشہ تھا بَس اِک ذات سے جِس کا معمُور
سُونا سُونا نظر آتا ہے وُہ گھر، کِس سے کہوں

مامتا تھی جو نگاہوں میں سمٹ آئی تھی
دیکھنا اُن کا وُہ ہنگامِ سفر، کِس سے کہوں

ایک رِقّت سی طبیعت میں بسی ہے ایسی
خُشک ہوتے ہی نہیں دیدۂ تر، کِس سے کہوں

غم کا لشکر ہے کہ بڑھا ہی چلا آتا ہے
صَبر کب تک رہے گا سِینہ سِپَر، کِس سے کہوں

زِندگی کیسے کٹے گی، یہی اَب سوچتا ہُوں
دَرد میں ڈُوب گئے شام و سَحَر، کِس سے کہوں

بے خبر ہَیں مِرے عالَم سے زمانے والے
اپنے اِس عالَمِ حَیرت کی خَبَر، کِس سے کہوں

غم زَدہ مدفنِ جاناں سے چلا آیا ہُوں
دِل پہ جو بیت رہی ہَے وُہ مگر کِس سے کہوں

اُن کی تُربت پہ رہے بارشِ اَنوار مُدام
اَبرِ رحمت ہو تسلسل سے گُہر بار مُدام

○

(وفات ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ / ۶ مئی ۱۹۸۷ء)

؎ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
(البقرہ ۹۴)

بیادِ
والدِ بزرگوارم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ[1]

۱ ۴ ھ ۱ ۶

دلِ زخم زخم لوگو! کوئی ہے، جسے دِکھائیں
کوئی ہم نفس نہیں ہے، غمِ جاں کِسے سُنائیں
یکایک جو چھاگئی ہیں، غم و درد کی گھٹائیں
گیا کون اِس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں
اُٹھا سائبانِ شفقت، بڑی تیز دُھوپ دیکھی
نہیں دُور دُور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں
رہِ زندگی کی مُونس، اِنھی محسنوں کی یادیں!
شبِ زیست کے ستارے، وُہ خلوص کی دُعائیں

---

[1] خطاط القرآن سید محمد اشرف علی زیدی نوّر اللہ مرقدہٗ آسودہ احاطۂ سادات گیسو درازؒ قبرستان میانی صاحب مزنگ لاہور۔ تاریخ وفات: ۳۰ ربیع الاوّل ۱۴۱۶ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء

وُہ رفاقتوں کی راتیں، وُہ ہر اِک سے دِل کی باتیں
گئے دَور کے وُہ قِصّے، ہمیں یاد کیوں نہ آئیں

وُہ شجاعتوں کے پالے، بڑے صَبر و شُکر والے
وُہی حَوصلے حُسینیؓ، وُہی زَیدؒ[۲] کی اَدائیں

وُہ خُوش نصِیب، قرآں کی حَسِین حَسِین نگارش[۳]
زہے وُہ صَریرِ خامہ، کہ مَلک بھی جھُوم جائیں

دمِ مَرگ تھی تسلّی، سرِ قبر ہے تجلّی
ہوں مُدام عَنبر افشاں، یہاں خُلد کی ہَوائیں

ہو نصیب جامِ کوثر، یہ نفیسؔ کی دُعا ہے
مگر اِک حَسِین تمنّا کہ حُضورؐ خُود پلائیں

○

(۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء)

---

[۲] نسبی تعلق زید بن علی زین العابدین بن سیّدنا حُسین رضی اللہ عنہم سے ہے۔
[۳] آپ نے اپنی عُمر میں تقریباً سولہ قرآن مجید کی کتابت کا شرف حاصل کیا۔ (مرتّب)

رخصت!

رخصت اے روح و روانِ زندگی
رخصت اے جانِ جہانِ زندگی
جاملیں گے ہم بھی اک دن آپ سے
گامزن ہے کاروانِ زندگی
تم سبھی پر ہو سلام اہلِ قبور
بخش دے اللہ ہم سب کے قصور
اور بخشے تم کو بھی ربِ غفور
آگے آگے جانے والو ہم سے دُور
پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں ضرور

ے حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ کی رفیقۂ حیات، نہایت متشرع، زاہدہ و عابدہ، کثیر التعداد بچیوں کی قرآن پاک کی معلمہ، حددرجہ صابرہ و شاکرہ خاتون، عمر بھر سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہیں۔

تاریخِ وفات: ۱۴ صفر ۱۴۲۲ھ (۹ مئی ۲۰۰۱ء)

مدفون: احاطۂ سادات گیسودرازؒ قبرستانِ میانی صاحب لاہور۔

تاریخِ وفات: " فَادخُلوهَا خالدین "

۱۴۲۲ھ

ے اہلِ قبور کیلئے مسنون دُعا:

السلام علیکم یا اهل القبور، یغفر الله لنا ویغفر الله لکم انتم سلفنا ونحن بالاثر۔

یقیں نہیں آتا

انیسؔ[ہ] جاں سے گیا ہے ، یقیں نہیں آتا
وہ اِس جہاں سے گیا ہے ، یقیں نہیں آتا
شرف مکاں کو یقیناً مکیں سے ہوتا ہے
مکیں مکاں سے گیا ہے، یقیں نہیں آتا

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
۲۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء

ہ حضرت سیّد نفیس الحسینی مدّظلہ العالی کے اکلوتے صاحبزادے حافظ سیّد انیس الحسن الحسینی بتاریخ ۱۹ رجب ۱۴۲۲ھ (۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء) بروز پیر بعد از غروبِ آفتاب تین دن اتفاق ہسپتال میں زیرِ علاج رہنے کے بعد قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انکی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔ قرآن پاک کے حافظ، بہترین خطاط اور اپنے والدِ محترم کے اندازِ خطاطی کے امین و وارث تھے۔ اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اپنی والدۂ محترمہ کی وفات کے صرف چار ماہ بعد قبرستان میانی صاحب، احاطۂ ساداتِ گیسودرازؒ میں اپنے دادا سیّد محمد اشرف علیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (مرتّب)

حافظ سید انیس الحسن غفراللہ

دل و دماغ پہ اب چھا گیا ہے غم تیرا
کہ ذکر آتا ہے لب پر بچشم نم تیرا
سواد قلب میں تیر فراق آن لگا
رہے گا درد محبت سدا علم تیرا
میں اپنے صبر کی اس کیفیت سے واقف ہوں
بڑا ملال ہے اللہ کی قسم تیرا
غریب سہر کو تنہائیوں میں چھوڑ دیا
مرے انیس! بس اب کھل گیا بھرم تیرا
سعادت اور انابت رہی رفیق سفر
قدم اُٹھا جو کبھی جانبِ حرم تیرا
گذشتہ حج میں رفاقت کبھی نہ بھولے گی
بڑے خلوص سے احساں وہ دم بہ دم تیرا

مرے خطوط کو ترتیب دی سلیقے سے
اسی میں محو رہا فکر بیش و کم تیرا
مری روش کا امیں تیرا خط نستعلیق
کسے نصیب ہوا واسطی؎ قلم تیرا

تیرے قلم سے کھلائے سدا گلاب کے پھول
خدا کی دین، بہار آفریں قلم تیرا
حدیث ختم نبوت ہے آخری شہکار
خدا قبول کرے کلک خوش رقم تیرا

قلم رُکا ہے ترا "لَا نَبِیَّ بَعْدِی" پر
یہ حسن خاتمہ، اللہ رے قلم تیرا
الٰہی میری دُعا ہے انیس جاں کے لئے
ہمیشہ اُس پہ رہے سایۂ کرم تیرا

۱۴ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۱۲۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء

○

؎ واسطی قلم: اعلیٰ درجے کی خطاطی کے لئے واسط (عراق) کا قلم بہترین مانا گیا ہے اور اب یہ ضرب المثل ہے۔

اذانِ جہاد

"اَنْتُمُ الاَعْلَوْن"

شاعِر ہُوں میرا قلب ہے حسّاس و دَرد مند
رکھتا ہُوں ایک عالمِ عبرت نظر میں بند
ماضی ہمارے حال پہ پَرتَو فگن نہیں
ہم عظمتِ سَلف سے نہیں آج بہرہ مند
اِک وقت تھا کہ ہم تھے زمانے میں سَرفراز
اِک وقت تھا کہ ہم تھے سِتاروں سے بھی بُلند
ہم کو مِلا تھا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن کا خِطاب
ہم تھے خُدائے پاک کے نزدیک اَرجُمند
ہم آخری نبیؐ سے مشرّف کیے گئے
ہم ملّتِ عظیم تھے اور اُمّتِ بُلند
اپنے امیر عرشِ مُعلّٰی سے ہمکنار
اپنے فقیر قیصر و کسریٰ سے سَربلند
فِرعون پر ہنسا کیے دیوانگانِ عِشق

قارُوں پہ خندہ زَن رہے یثرب کے زَلّہ بند
ہر فرد میں یہ جوہرِ فطرت شکار تھے
قلبِ سلیم و فقرِ صفا ہمّتِ بلند
تسخیرِ بَحر و بَر کو کبھی پَر کُشا ہُوئے
پھینکی فرازِ کاہکشاں پر کبھی کمَنّد
جھنڈے حَرَم کے گاڑ دِیے بامِ کُفر پر
فتح و ظفر کے چار سُو دَوڑا دِیے سَمَنّد
اُس وقت بھی نظامِ شب و رُوز تھا یہی
پہنچا سکی نہ گردشِ دَوراں ہمیں گزَنّد
اور اَب یہ حال ہے کہ زمانے کی آگ میں
اپنا وجُود کچھ نہیں جُز دانۂ سپَنّد
بارِ گراں ہے دِل پہ یہ اِحساس اے نفیسؔ
"ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسنّد
گُستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں"

○

۵۲-۱۹۵۷ء

شہیدانِ بالاکوٹ

شہادت گاہِ بالاکوٹ سے واپسی پر

قبائے نُور سے سَج کر، لَہُو سے باوضُو ہو کر
وُہ پہنچے بارگاہِ حق میں کِتنے سُرخرُو ہو کر

فرشتے آسماں سے اُن کے اِستقبال کو اُترے
چلے اُن کے جلَو میں باادب، باآبرُو ہو کر

جہانِ رنگ و بُو سے ماوَرا ہے منزلِ جاناں
وُہ گزُرے اِس جہاں سے بے نیازِ رنگ و بُو ہو کر

جہادِ فی سبیل اللہ نصبُ العین تھا اُن کا
شہادت کو ترَستے تھے سراپا آرزُو ہو کر

وہ رُہبانِ شب کو ہوتے تھے تو فرُسانِ دن میں رہتے تھے
صحابہؓ کے چلے نقشِ قدم پر ہُوبہُو ہو کر

مُجاہد سر کٹانے کے لیے بے چین رہتا ہے
کہ سر افراز ہوتا ہے وہ خنجر در گلو ہو کر

سرِ میداں بھی اِستقبالِ قبلہ وُہ نہیں بھُولے
کیا جامِ شہادت نوش اُنھوں نے قبلہ[1] رُو ہو کر

زمین و آسماں ایسے ہی جانبازوں پہ روتے ہیں
سحابِ غم برستا ہے شہیدوں کا لہُو ہو کر

شہیدوں کے لہُو سے ارضِ بالاکوٹ مُشکیں ہے
نسیمِ صُبح آتی ہے اُدھر سے مُشکبُو ہو کر

نفیسؔ اِن عاشقانِ پاک طینت کی حیات و موت
رہے گی نقشِ دہر اسلامیوں کی آبرُو ہو کر

○
(۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)

---

[1] محاذِ جنگ میں امیرالمومنین حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے تمام جاں نثار ساتھی قدرتی طور پر قبلہ رُخ تھے۔ سیّد نفیسؔ

حق کا بول بالا ہونے والا ہے

۱۹۹۰ء میں خوست (افغانستان) کے محاذِ جنگ سے واپس آتے ہوئے

بحمدِ اللہ، حق کا بول بالا ہونے والا ہے
سیاہی چھٹ رہی ہے اب اُجالا ہونے والا ہے

سوادِ خوست[1] سے دشمن خُدا کے بھاگنے کو ہیں
مُسلمانوں کا قبضہ لامحالہ ہونے والا ہے

کوئی کابل میں جاکر یہ نجیب اللہ[2] سے کہہ دے
تہ و بالا ترا ایوانِ بالا ہونے والا ہے

بہت اچھا، تو کرلے ظُلم، جتنا ہوسکے تجھ سے
ترا اے رُوسیہ[3]! مُنہ اور کالا ہونے والا ہے

شہیدوں کے لہُو سے خوست کو سیراب ہونا ہے
یہ خطّہ آج کل میں کشتِ لالہ ہونے والا ہے

---

[1] کابل کے بعد افغانستان کا دُوسرا بڑا شہر اور فوجی چھاؤنی۔

[2] افغانستان پر رُوسی تسلط کے بعد کمیونسٹ لیڈر اور سربراہِ حکومت

[3] اپنے وقت کی سُپر پاور رُوس جو افغانستان میں شکست کے بعد مکمل تباہی اور رُوسیاہی سے دوچار ہوئی۔

شہادت چاہنے والو! مُبارک وقت آ پہنچا
تمہارا زیبِ تن، خُلدی دو شالہ ہونے والا ہے

مُجاہِد! ناز کر اپنے مُقدر پر کہ تُوکل کو
شہیدانِ اُحُد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے

امیرِ مُحترم سَیفُ اللہ اختر[۴] کو مُبارک ہو
کہ اُن سے کارنامہ اِک نرالا ہونے والا ہے

یہ کام اہلِ جُنُوں کا ہَے، وُہی اِس کو سمجھتے ہَیں
یہ کام اہلِ خِرَد سے بالا بالا ہونے والا ہے

نفیسؔ ایمان کہتا ہَے، مِرا وَجدان کہتا ہے
ظہُورِ نُصرتِ باری تعالیٰ ہونے والا[۵] ہَے

○

(شوال ۱۴۱۰ھ / مئی ۱۹۹۰ء)

---

[۴] حرکت الجہاد الاسلامی کے امیر اور عظیم مُجاہد و کمانڈر جناب مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب جو جہادِ افغانستان میں از اوّل تا آخر شریک رہے۔

[۵] بحمد اللہ یہ سب پیشین گوئیاں حرف بحرف پوری ہُوئیں اور چند ماہ بعد ہی خوست اور اس کے کچھ عرصہ بعد کابل فتح ہوگیا اور کمیونسٹ افواج کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ (مرتّب)

تا قیامت رہے آبروئے ہرات

ایک مُدت سے تھی آرزوئے ہرات
راہ دِکھلائی قسمت نے سُوئے ہرات

حبذا! شہرِ عرفان و علم و ہُنر
سارے عالم میں ہے ہاؤ ہُوئے ہرات

ہے فضا اِس کی پاکیزہ و خوشگوار
زندگی بخش ہے آبِ جُوئے ہرات

سارا ماحول اِیمان افروز ہے
بادۂ حق سے پُر ہے سُبوئے ہرات

عشق ہی عشق ہے چشت[1] کا رنگ و نور
حُسن ہی حُسن ہے خُلق و خُوئے ہرات

اپنے آباء و اجداد کی جستجو!
پھر رہی ہے لیے کُو بہ کُوئے ہرات

حضرتِ زیدِ جُندی[2] کا عزمِ جہاد
تا بہ دہلی گئی مُشکبُوئے ہرات

ہند پر غزنوی[3] اور غوری[4] کا راج
آج بھی مانتا ہے عدُوئے ہرات

اے مُبصِّر، ذرا چشمِ بینا سے دیکھ
پُر ہے خُونِ شہیداں سے جُوئے ہرات

اب لہُو سے شہیدوں کے گُلرنگ ہے
کِس قدر خُوبصُورت ہے رُوئے ہرات

عظمتِ رفتہ مؤمن کو پھر ہو نصیب
اب یہی ہے فقط جُستجُوئے ہرات

اب بفضلِ خدا رُوس کی کیا مجال
ہو سکے پھر کبھی رُو برُوئے ہرات

کِس کی ہِمّت ہے مدِّ مُقابل بنے
لے کے دِکھلائے مَیداں میں گُوئے ہرات

اے خوشا، قید سے اَب تُو آزاد ہے
چہچہا، بُلبلِ خُوش گلُوئے ہرات

نشأۃِ دینِ اسلام اب تجھ سے ہے
مرحبا غازیٔ سُرخرُوئے ہرات

دِل کی گہرائیوں سے دُعا ہے نفیسؔ
تا قیامت رہے آبرُوئے ہرات

○

حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات کے سفر پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا ریاست ارشادِ اسلامی ولایت ہرات میں قیام ہُوا۔ اسی سفر میں مرکزِ ولایت چشت بھی جانا ہُوا۔ قیامِ ہرات کے دوران یہ نظم موزون ہُوئی۔ (مرتّب)

حاشیۂ نفیس

۱؎ **چشت** : ہرات سے ۱۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر شمال مشرق میں پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک مردم خیز بستی کا نام چشت ہے۔ اِس بستی میں باشارۂ غیبی حضرت خواجہ مشاد دینوری رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۳۲۹ھ) حضرت خواجہ ابُواحمد ابدال چشتی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۳۵ھ) کی تربیت کے لیے تشریف لائے اور تربیت مکمل فرماکر واپس تشریف لے گئے۔ آپ کے وجودِ مسعود سے جو سلسلہ یہاں چلا وہ سلسلۂ چشتیہ کے لقب سے مشہور ہُوا۔ حضرت خواجہ ابُواحمد ابدال چشتی، آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی (متوفیٰ ۴۱۱ھ) اُن کے خلیفہ خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمعان چشتی (متوفیٰ ۴۵۹ھ) اُن کے خلیفہ حضرت خواجہ مودُود چشتی (متوفیٰ ۵۲۷ھ) یہ سب سرزمینِ چشت ہی میں پیدا ہوئے اور چشت ہی میں ان سب کے مزارات ہیں۔
رحمهم الله رحمةً واسعةً۔

۲؎ **حضرت زید جُنْدیؒ** : حضرت سیّد ابُوالحسن زید الجندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سیّد محمد حسینی گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۲۵ھ خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب اِس طرح سے ہے، سیّد ابوالحسن زید جُندی بن سیّد ابوعبداللہ الحسین القِدان بن سیّد ابومنصور محمد الاکبر بن سیّد عمُر الاعلیٰ بن سیّد ابوالحسین یحییٰ المحدّث (متوفیٰ ۲۰۷ھ) بن سیّد ابوعبداللہ الحسین ذی الدمعۃ (شہادت ۱۳۵ھ) بن سیّد ابُوالحسین زید الشہید (شہادت ۱۲۲ھ) بن سیّد علی الاوسط امام زین العابدین (متوفیٰ ۹۴ھ) بن ریحانۃ النبی ابوعبداللہ الحسین الشہید سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (شہادت ۶۱ھ) بن امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ (عمدۃ الطالب ص۲۶۴، سِیَرِ محمدی ص۷، تاریخ حبیبی قلمی ص۱)

حضرت خواجہ گیسُو دراز رحمہ اللہ کے آباء کرام تیسری یا چوتھی صدی ہجری میں عرب سے آکر ہرات میں آباد ہوگئے تھے۔ ان میں سے حضرت ابوالحسن زید الجندی رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جو برِصغیر پاک وہند میں وارد ہوئے ہیں۔ آپ ایک لشکر کے ساتھ خراسان سے عَلَمِ جہاد بلند کیے ہوئے فتح دہلی کے لیے تشریف لائے اور ایک معرکۂ عظیم میں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ ترکوں (غوریوں) کی فتح دہلی سے پہلے کا واقعہ ہے (یہ غالباً چوتھی صدی ہجری کا زمانہ ہے) قلعۂ دہلی کے نیچے دروازۂ شکار کے متصل آپ کا مزارِ پُر انوار ہے، حضرت خواجہ گیسُو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ معروف تھا، البتہ آجکل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ (جوامع الکلم ص۳۱۳، تاریخ حبیبی قلمی ص۱۴)

۳؎ **غزنوی** : فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ متوفیٰ ۴۲۱ھ

۴؎ **غوری** : سلطان شہاب الدین محمد غوری رحمۃ اللہ علیہ شہادت ۶۰۲ھ

○

بُوئے وطن

نسیمِ سَرو و سَمن از ہِرات، می آید
ہزار لُطفِ چمن از ہِرات می آید
مشامِ جانست مُعطّر بفیضِ چِشت نفیسؔ
دِگر کہ بُوئے وطن از ہِرات می آید

ہرات

ہِرات خِطّہ زِ آب و گِلِ خراسان است
بچشمِ اہلِ خِرد حاصلِ خراسان است
نفیس گفت بجا شیخِ تاج سلمانی
"ہرات از رہِ معنیٰ دلِ خراسان است"

یہ رُباعی اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات سے چشت کے لیے سفر کے آغاز میں ہوئی۔

الفراق

الفراق اے امیرِ ہرات! الفراق
الفراق اے ضمیرِ ہرات! الفراق
جامی[1] و رازی[2] و واعظ[3] و خوندمیر[4]
آلِ[5] اطہار و پیرِ[6] ہرات! الفراق

(۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء میں ہرات سے واپسی پر کہی گئی)

---

[1] مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالمِ دین، برگزیدہ صوفی، صاحبِ دیوان شاعر۔ (م۔ ۸۹۸ھ)

[2] مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ صاحبِ تفسیرِ کبیر (۵۴۳ھ تا ۶۰۶ھ)

[3] مُلا حسین واعظ کاشفی۔ مصنف "اخلاقِ محسنی" (م۔ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۵ء)

[4] حضرت خوندمیرؒ۔ صاحبِ حبیب السیر یا خواندامیر، اصل نام غیاث الدین بن خواجہ ہمام الدین (م۔ نواحِ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء)

[5] سیّد عبد اللہ ابنِ معاویہ ابنِ عبد اللہ ابنِ حضرت جعفر طیّار اور محمد بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم جن کے مزارات ہرات میں شہزادگان کے مزارات کہلاتے ہیں۔

[6] حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری ہَروی (م۔ ۴۸۱ھ) معروف عالم و عارف، متکلم اور مصنف۔
(مرتّب)

جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

مُسلمانو! اُٹھو، باطِل سے ٹکرانے کا وقت آیا
سرِ میداں تڑپنے اور تڑپانے کا وقت آیا

جہادِ فی سبیل اللہ، رسُولؐ اللہ کی سُنّت ہے
صحابہؓ کی جلی تاریخ دُہرانے کا وقت آیا

اُٹھو فارُوقِ اعظمؓ کے جواں، شہ زور فرزندو
بساطِ جنگ پر قوّت سے چھا جانے کا وقت آیا

خُدا کے نیک بندو! اپنے حجُروں سے نِکل آؤ
کمر باندھو، محاذِ جنگ پر جانے کا وقت آیا

مُسلّح غازیو، شیرو، دلیرو، تُند طوفانو!
عَدُو کے مورچوں پر آگ برسانے کا وقت آیا

مُجاھِد! باندھ لے سَر سے کفن اور سَر بکف ہو جا
شہادت کا مُقدّس مرتبہ پانے کا وقت آیا

تھیں یہ جنگ کا میداں ہے گویا کھیل کا میداں
کہ توپوں کی گرج سے زیست بہلانے کا وقت آیا

تمھارے بازوؤں میں جان ہے، ایماں کی طاقت ہے
نہتّے ہو کے بھی دُشمن سے بھڑ جانے کا وقت آیا

فرنگی شاطروں نے ظُلمتیں بانٹی ہیں دُنیا میں
خُدا کی سر زمیں میں نُور پھیلانے کا وقت آیا

نظامِ مُصطفیٰ نافذ کریں گے، کر کے دَم لیں گے
نظامِ قیصر و کسریٰ کو ٹُھکرانے کا وقت آیا

نفیسؔ اَب طالباںؔ کو نصرتِ باری مُبارک ہو
جہاں میں پرچمِ اِسلام لہرانے کا وقت آیا

○

(محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء)

---

[۱] طالبان: نوجوان علمائے دین پر مشتمل مجاہدینِ افغانستان جنھوں نے مختصر عرصہ میں مُلک کے نوّے فیصد علاقے پر اسلامی شریعت پر مبنی حکومت قائم کی ہے۔ (مرتّب)

شجرۂ طریقت وجہاد

عصر حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کی روایت اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ کی جسے آپ کے سلسلۂ طریقت وجہاد کے مردانِ سیف وقلم نے آج تک جاری رکھا ہے۔ مختصر نقشہ حسب ذیل ہے:



مینائے غزلؔ

تصوّر

سنہ ۱۹۷۰ء میں خانقاہ عالیہ رائپور (سہارنپور) میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔
قلبی تاثرات نظم کی صورت میں ڈھل گئے ——— (نفیس)

یہ کس کا پرتوِ نورِ جبیں ہے! فضا میں حُسن ہے، ہر شے حسیں ہے
یہ کس کی موجِ زُلفِ عنبریں ہے مشامِ جاں میں بُوئے یاسمیں ہے
تصوّر میں کوئی پہلو نشیں ہے نظر سے دُور ہے دِل کے قریں ہے
وہ فرخندہ جبیں مسند نشیں ہے دِلوں کی سلطنت زیرِ نگیں ہے
یہ خاکِ رائپور، اللہ اکبر مری دُنیا یہیں، عُقبیٰ یہیں ہے
مجھے ہے ذرّہ ذرّہ طُورِ اس کا یہ میرے نازنیں کی سرزمیں ہے
بڑا فیّاض ہے وُہ شاہِ خُوباں کُشادہ دِل، کُشادہ آستیں ہے
مزاجِ جانِ جاناں ہم کو معلُوم طبیعت عِشق کی بھی نازنیں ہے
نگاہِ عِشق کا پندار ٹوٹا تجھے اے حُسنِ جاناں آفریں ہے
تصوّر ہی میں گُم ہو کر نہ رہ جا دِلِ ناداں تری منزل یقیں ہے
مجھے داغِ جُدائی دینے والے تری یادوں میں گُم جانِ حزیں ہے

خُدا تجھ کو سَدا خُوش حال رکھے! ترا غم حاصلِ دُنیا و دیں ہے
شبِ غم دِل کی کشتی ہے بھنْور میں کہیں اُمّید کا ساحِل نہیں ہے
نگاہِ شوق سے اَب کِس کو دیکھوں نظر کے سامنے کوئی نہیں ہے

نفیسؔ اُن کے بغیر اَب زندگی کیا
طبیعت سَرد، دِل اندوہگیں ہے

○

نقشِ محبّت

ملائک ساتھ ہَیں دامن سنبھالے
حِرا سے آ رہے ہَیں کملی والےؐ
اُمنڈ آئے ہَیں بادل کالے کالے
مِرا ایمان ساقی کے حوالے
تجھُے ، اے وحشتِ دِل دینے والے
دُعائیں دے رہے ہَیں دِل کے چھالے
چہار آفاق مجُھ پر ہو گئے تنگ
مجُھے تُوؐ اپنی کملی میں چھُپا لے
مِرے ساقی ، بتقریبِ شبِ قَدَر
دِیے جا آج بھر بھر کے پیالے
زکوٰۃِ حُسنِ جاناں بٹ رہی ہَے
گدائے عِشق ! قِسمت آزما لے

زہے چشمِ فسوں سازِ محبّت
پرائے کو بھی جو اپنا بنا لے
اندھیری شب ہے، رستہ گُم ہے لیکن
نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے
بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں
مرے دِل! تُو بھی دو دِن مُسکرا لے
ٹھہر اے مرگ، تھوڑی دیر دَم لے
حیاتِ جاودانی بھی تو آ لے
نفیسؔ اُن کی محبّت نقشِ دِل ہے
نہ بھُولیں گے سہارنپور والے

○

(نواحِ ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)

اَرمغانِ گُلبرگہ

۳۰ دسمبر ۱۹۷۵ء کو بعد نمازِ عصر گلبرگہ شریف سے حیدر آباد کے لیے سفر شروع کیا۔ بس سوادِ شہر سے نکلی تو فرطِ فراق سے طبیعت بھر آئی۔ بے کلی نے اشعار کی صُورت اختیار کی ——— نفیس

گلبرگہ، ترے شام و سَحَر یاد رہیں گے
گُزرے ہیں جو باکیف و اَثَر یاد رہیں گے

اَنوار، وُہ تا حدِّ نظر یاد رہیں گے
اَسمار[1] وُہ شب تا بہ سَحَر یاد رہیں گے

فیضانِ محمّد[2]، وُہ عنایاتِ یَدُ اللہؒ[3]
کیا لُطف سے تھے ہنگامِ سفر یاد رہیں گے

جو گیسُوئے جاناں کی حَسیں چھاؤں میں گُزرے
وُہ لمحے باندازِ دِگر یاد رہیں گے

---

[1] اَسمار الاَسرار (حدیثِ شب) حضرت خواجہ سید محمد گیسُو دراز رحمہ اللہ کی تالیف، اُن کے وارداتِ قلبی کی آئینہ دار۔

[2] حضرت خواجہ سید محمد گیسُو دراز قدس سرہٗ صاحب روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف۔ (المتوفّیٰ ۸۲۵ھ)

[3] حضرت سیّد شاہ یدُ اللہ حسینیؒ (نبیرہ حضرت خواجہ گیسُو درازؒ) صاحبِ روضۂ خُرد گلبرگہ شریف۔ (المتوفّیٰ ۸۵۲ھ)

اے منزلِ پُر شوق تری رَہ میں جو آتے
وُہ شہر، وُہ قَریے، وُہ نگر یاد رہیں گے

ہے خاک تری سُرمۂ اربابِ بصیرت
کنکر ہَیں ترے لعل و گہُر، یاد رہیں گے

اے خواجۂ نگر! دیدہ و دِل تجھ پہ نچھاور
مُجھ کو ترے اُجڑے ہُوئے گھر یاد رہیں گے

اے جانِ وطن تجھ سے مَیں گو دُور رہوں گا
نقشے ترے ہر آن مگر یاد رہیں گے

تڑپائے گی لاہور میں رہ رہ کے تری یاد
جلوے ترے با دیدۂ تَر یاد رہیں گے

اے شاھدِ عُشّاقِ دکن، شہرِ نگاراں
کیا تُجھ کو بھی ہم خاک بہ سَر یاد رہیں گے؟

بھُولے ہَیں نہ بھُولیں گے نفیسؔ اہلِ محبّت
کچھ اہلِ دِل و اہلِ نظر یاد رہیں گے

○

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۵ ھ

○

جس تصوّف میں خُود نُمائی ہے
وہ عبادت نہیں خُدائی ہے
وہ سزاوارِ پارسائی ہے
جس کی فِطرت میں بے ریائی ہے
کُچھ جو میری سمجھ میں آئی ہے
زِندگی موت کی دُہائی ہے
آخرِ کار بس جُدائی ہے
دوستو! زِندگی پرائی ہے
قیدِ ہستی سے جو رِہائی ہے
خیر مقدم کو مرگ آئی ہے
رُوزِ اوّل سے جانتا ہُوں اُنھیں
اُن سے دیرینہ آشنائی ہے
اللہ اللہ، خالق و مخلُوق
صِفر سے نسبتِ اکائی ہے

ہمیں تیرا نشاں مِلے نہ مِلے
آرزوئے شکستہ پائی ہے

سِدرۃُ المنتہیٰ سے بھی گُزرے (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ اللہ کیا رسائی ہے

غم وہ تحریر ہے محبّت کی
خُونِ دل جس کی رَوشنائی ہے

ہائے اُس بے نیاز کی دُنیا
جس میں نمرود کی خُدائی ہے

ننگِ اَسلاف ہُوں ، معاذ اللہ
توبہ توبہ یہ بے وفائی ہے

جو بُرائی ہے میری اپنی ہے
اُن کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

دِل کے ساغر سے پی رہا ہُوں نفیسؔ
وہ جو یثرب سے کھنچ کے آئی ہے

○

(نواح ۱۹۵۷ء)

○

وُہ دِل کہ دیر سے تھا پریشانِ آرزُو
آج اپنے شوق میں ہے غزلخوانِ آرزُو

اللہ کے کرم سے ہے اُمّید کی خَلِش
اِس کی نظر ہے سِلسلۂ جُنبانِ آرزُو

ہر حسرتِ حیات کو تسکین مِل گئی
شُکرِ خُدا نکل گئے ارمانِ آرزُو

اے گُل فروش تیری بہاروں کی خیر ہو
جوبَن پہ ہے بہارِ گُلستانِ آرزُو

پھُولوں سے لَد گئی ہیں مُقدّر کی ڈالیاں
پُر ہے گُلِ مُراد سے دامانِ آرزُو

اُبھرا ہے آسمانِ تمنّا پہ ماہتاب
رقصاں ہے چاندنی میں شبِستانِ آرزُو

دِل کا قرار، رُوح کی ٹھنڈک، نَظَر کا شوق
کتنے شگفتہ رنگ ہیں عُنوانِ آرزُو

اے وہ کہ تیرے دَم سے ہے ہر خواہشِ حیات
اے وہ کہ تیرا غم ہے رگِ جانِ آرزُو

تیرا نَفَس نَفَس ہے دِل و جان سے عزیز
تیری حیات ہے سر و سامانِ آرزُو

اَب تیری آرزُو کے سِوا آرزُو نہیں
تُو جانِ آرزُو ہے تُو ایمانِ آرزُو

۵۲ - ۱۹۵۵ء

○

ہم ہَیں اور شوقِ بزم آرائی
وُہ ہَیں اور آرزُوئے تنہائی

موسمِ گُل کا اِنتظار نہ کر
اے مِرے ذوقِ بادہ پیمائی

زیست ہے اور غمِ زمانے کے
مَیں ہُوں اور لذّتِ شکیبائی

عبدِ قادر[1] ولیِّ یکتائی
سیّدی، مُرشدی و مولائی

دونوں عالَم ہیں ایک گوشے میں
اللہ اللہ! دِل کی پہنائی

سُن رہا ہُوں بہ گوشِ ہوش نفیسؔ
قلب ہے محوِ نغمہ پیرائی

(۲۸-۹-۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء)

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوّر اللہ مرقدہٗ۔ قیامِ پاکستان کے بعد تقریباً ہر سال رائے پور (بھارت) سے متوسّلین کی تربیت کے لیے پاکستان تشریف لاتے رہے اور کئی کئی ماہ لاہور و فیصل آباد میں مقیم رہے۔ اُن سے لاکھوں بندگانِ خدا فیضیاب ہوتے رہے ——— تفصیلی حالات سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تصنیف "سوانح حضرت عبدالقادر صاحب رائپوریؒ" میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتّب)

○

بیمار ہو گئے بڑے بیتاب ہو گئے
جب تم نظر پڑے تو شفایاب ہو گئے

ساقی[1] ! تری نظر پہ مری زندگی نثار
تیرے فیوض رُوکشِ پنجاب ہو گئے

تابِ جبیں سے بہ گئے سیلابِ نور میں
تیری نظر سے غرقِ مئے ناب ہو گئے

صحرا جو راستے میں پڑے گرد ہو گئے
دریا جو آئے سامنے پایاب ہو گئے

وُہ جن کے دم سے جنسِ وفا تھی گراں بہا
وُہ لوگ بزمِ دہر سے نایاب ہو گئے

ضرب المثل تھیں جن کی بلانوشیاں نفیسؔ
ساقی کے دُردِ جام سے سیراب ہو گئے

٥٧-١٩٦٢ء

---

[1] ساقی : حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ

○

کیوں شکوۂ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے
اِک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے

صیّاد یہ کیا کیا ستم ایجاد کرے ہے
اب سارے گلستاں ہی کو برباد کرے ہے

کس حال میں اَب ہائے وُہ آزاد کرے ہے
دِل قید سے چھُٹتے ہُوئے فریاد کرے ہے

یہ عِشق تو ہر حال میں راضی بَرضا ہے
اَب جو بھی تِرا حُسنِ خدا داد کرے ہے

دِل محوِ محبّت ہے اسے کچھ نہیں پَروا
آباد کرے کوئی کہ بَرباد کرے ہے

پاوے ہے وہی عِشق سر افرازیٔ عالم
جس عِشق پہ وہ حُسنِ اَزل صاد کرے ہے

ہاں ساقیٔ کوثر سے صبا عرض یہ کرنا
اِک رندِ سیہ مست بہت یاد کرے ہے

یہ عاشقِ بے نام ہے مُشتاقِ زیارت
دِن رات ترے ہِجر میں فریاد کرے ہے

درویشِ زبُوں حال ہے اے جانِ دو عالَم
ٹُوٹے ہُوئے دِل سے جو تجھے یاد کرے ہے

اے بادِ صبا راہ تری دیکھ رہا ہُوں
اَب آ کے سُنا جو بھی وُہ اِرشاد کرے ہے

رہتا ہے نفیسؔ اِن دِنوں اَربابِ جُنُوں میں
دیوانہ ہَے، رُسوائیِ اجداد کرے ہے

(۱۳۸۹ھ / ۱۹۷۰ء)
سہارنپور (یو پی ، بھارت)

○

اَے دوست جب سے وقفِ خرابات ہوگئی
عُمرِ عزیز کتنی خوش اَوقات ہوگئی

ساقی نے اپنی ذات میں مُجھ کو سمو لیا
میری حیات مَستِ مےَ ذات ہوگئی

دِل پر پڑا جو پَرتوِ حُسن و جمالِ دوست
جاری زباں پہ حمد و مناجات ہوگئی

صُبحِ اَزل چلا تھا مَیں اُن کی تلاش میں
شامِ اَبد کے بعد مُلاقات ہوگئی

پَو پھٹ رہی تھی محوِ نظارہ تھے ہم، مگر
سُورج کے اِنتظار ہی میں رات ہوگئی

فکرِ سلیم، ذوقِ نَظَر، ہِمّتِ بلند
ہر چیز نَذرِ گردشِ حالات ہوگئی

اَربابِ ہوش اَپنا سا مُنہ لے کے رہ گئے
جوشِ جنُوں میں مجُھ سے کوئی بات ہوگئی

شِعر و سُخن میں اَب وُہ کہاں فِکر و آگہی
اَب شاعری ہجُومِ خیالات ہوگئی

جب بھی نفیسؔ آئی ہے اُس جانِ جاں کی یاد
روئی کچُھ اَیسے آنکھ کہ بَرسات ہوگئی

سہارنپور (بھارت) ۱۶ر ذیقعدہ ۱۳۹۰ ھ
۱۴ر جنوری ۱۹۷۱ ء

○

آج رُوزِ سعید ہَے ساقی
لاصبُوحی، کہ عِید ہے ساقی
دوستوں کا فِراق لائی ہَے
عِید، غم کی نَوِید ہے ساقی
رُوئے جاناں کو ڈھُونڈتی ہَے نگاہ
حسرتِ باز دید ہے ساقی
نا اُمیدی سے کیا ہمیں نِسبت
تُو ہماری اُمید ہے ساقی
زاہدِ خُود پسند کیا جانے
وقت کا بایزیدؒ ہے ساقی
اللہ اللہ! فریدِؒ ثانی ہَے
یعنی فردِ فرید ہے ساقی
وُہ مِرے قلب میں فرُوکَش ہَیں
اُن سے گُفت وشنید ہے ساقی

میکشانِ اَلَست وَجد میں ہَیں
شورِ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد ہے ساقی

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ کی دُھن پر
رَقصِ حَبلِ الْوَرِیْد ہے ساقی

عِشق کی دَسترَس سے دُور نہیں
عقل سے جو بَعید ہے ساقی

عہدِ حاضر میں اہلِ حق کا اِمام
سیّد احمد شہیدؒ ہے ساقی

صُبحِ نَو کی شَفَق کو غور سے دیکھ
رنگِ خُونِ شہید ہے ساقی

سوچ ، کیا وقت کا تقاضا ہے
دیکھ دَورِ جدید ہے ساقی

لوگ کہتے ہَیں جس کو شاہ نفیسؔ
تیرا اَدنیٰ مُرید ہے ساقی

(محرم ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)

○

آرزُو ہے کہ خاک ہو جاؤں
خاک میں مِل کے پاک ہو جاؤں
یُوں تِرے لُطف کی نسیم چلے
مثلِ گُل چاک چاک ہو جاؤں

۷۰۔ ۱۹۵۵ء

سکَردُو کے دَشت و جبال اللہ اللہ !
زہے قُدرتِ ذُوالجلال اللہ اللہ !
زباں پر ہے بے اِختیار اے نفیسؔ
حدیثِ "یُحِبُّ الْجَمَال" اللہ اللہ !

○

صفر المظفر ۱۴۱۷ھ / جولائی ۱۹۹۶ء
سکردو ، وادیِ شِگر بلتستان

تکملہ[ا] شجرۂ قادریہ قمیصیہ رحیمیہ امدادیہ

بمولانا رشید احمد محدث — نگردد قلب باعصیاں ملوّث

بنامِ آنکہ اُو عبد الرحیم است — مرا اُمیدِ جنّاتِ نعیم است

بہ عبد القادرِ قطبِ زمانہ — مرا دہ دَرد و سوزِ عاشقانہ

نفیسِ بے نوا محوِ دُعا ہست
ہم اِظہار[ا] احمدِ مسکیں اَدا ہست
رضائے خویش یا مولا عطا کُن
زدامِ نفس ہر دو را رِہا کُن

۱۲ر ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ
۲۰ر مارچ ۱۹۷۹ء

[ا] شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے تالیف کردہ منظوم شجرۂ قادریہ قیصیہ (مشمولہ "کلیاتِ امدادیہ") میں مرتّب کمترین کی درخواست پر حضرتِ اقدس سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی نے ان اشعار کا اضافہ فرمایا اور کرم بالائے کرم اپنے اِس حقیر خادم کا نام بھی شجرہ کے تتمہ میں منظوم فرمایا۔ (مُرتّب)

نفاس

برطانیہ اَچّھا نہ فرنگی بہتر
لَندن سے کراچی کا کورنگی بہتر
وَاللہ مِرا اِس پہ یقیں ہَے کہ نفیسؔ
گورے سے مِرے مُلک کا بھَنگی بہتر

کراچی ۱۹۹۷ء

○

"مَشرِق سے اُبھرتے ہُوئے سُورج کو ذرا دیکھ"
پھر سَر سے گزُرتے ہُوئے سُورج کو ذرا دیکھ
ہر روز سَبق دیتا ہَے عِبرت کا یہ منظر!
مغرب میں اُترتے ہُوئے سُورج کو ذرا دیکھ

۱۹۹۸ء (گلاسگو سے برمنگھم کی طرف آتے ہوئے کہی)

بُش درِندہ

بُش درندہ ہے ، یہ حقیقت ہے
بُش کُشندہ ہے ، یہ حقیقت ہے
حملہ آور ہوا ، مگر مُلّا
پھر بھی زندہ ہے ، یہ حقیقت ہے

(۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۲۴ نومبر ۲۰۰۱ء)

ظالمِ بُش

بُش فرنگی ، وہ صدرِ امریکہ
ظالم و بدقماش ، مُسلِم کُش
اس قدر ڈھائے اُس نے ظلم و ستم
پڑ گیا نام اُس کا "ظالم بُش"

ظالم بُش، صدرِ امریکہ، دیگر سامراجی قوتوں کے ہمراہ افغانستان کی اسلامی امارت پر ستمبر ۲۰۰۱ء میں حملہ آور ہوا اور بربریت کی انتہا کردی، ظلم و ستم میں ہلاکو خاں کو مات کردیا۔ امیر المومنین مُلّا محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ، سربراہ اسلامی امارت افغانستان اور مجاہدِ اسلام اسامہ بن لادن کو کچلنے کے لئے ظالمانہ بمباری میں "ڈیزی کٹر" اور "کلسٹر" جیسے خطرناک بم استعمال کئے جس سے ہزاروں معصوم افغان بچے، خواتین اور مرد شہید ہوگئے۔

نمی دارند جُز ذوقِ محبّت عاشقاں دَر دِل
جَفائے دُشمناں بَر سَر، وفائے دوستاں دَر دِل
دِل و جانَم خریدی، شُکرِ تو، قیمت مَپُرس از مَن
دِل و جانَم فِدائے تو، حسابِ دوستاں دَر دِل

(نوارِح ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

○

کہاں دُنیا کے فرزانے گئے ہیں
جہاں تک دِیں کے دیوانے گئے ہیں
یہ دَورِ اِبتلا اَستغفِر اللہ!
بہت سے دوست پہچانے گئے ہیں

جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ/ستمبر ۲۰۰۱ء

○

کبھی نہ بھُولیں گی

مِنیٰ کی چاندنی راتیں کبھی نہ بھُولیں گی
وُہ تا نِگاہ قناتیں کبھی نہ بھُولیں گی

بوادیٔ عَرفات و سوادِ مُزدلفہ
نیاز و راز کی باتیں کبھی نہ بھُولیں گی

(منیٰ : ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ / مارچ ۲۰۰۰ء)

○

شہِ بغدادؒ[1] رحمہ اللہ تعالٰی

زبدۂ آلِ نبیؐ حضرتِ عبدالقادرؒ
فخرِ اولادِ علیؓ حضرتِ عبدالقادرؒ

اولیا باجگزارِ شہِ بغداد ہمہ
تاجدارِ حَسَنی حضرتِ عبدالقادرؒ

---

[1] حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

سیّدِ ہجویر رحمہ اللہ

سیّدِ ہجویر از آلِ رسُول ﷺ
نورِ چشمِ مرتضیٰؓ، لختِ بتولؓ

قطبِ لاہور و امامِ اہلِ ہند
روشن از وے صبح و شامِ اہلِ ہند

۱۳ ذیقعد ۱۴۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء

مُجدّدِ الفِ ثانی رحمہ اللہ

مُجدّد الفِ ثانی، قطبِ آفاق
زہے مسند نشینِ بزمِ عُشاق
ازو تجدیدِ دینِ مصطفٰیؐ گشت
جہانِ تیرہ روشن برملا گشت

۱۳ ذیقعد ۱۴۲۲ھ

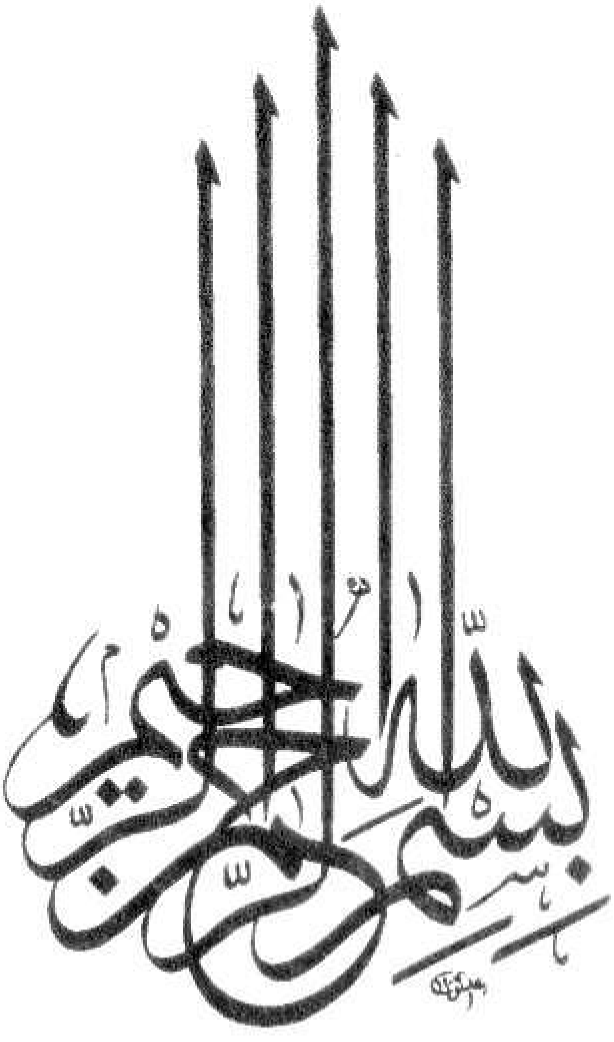
۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء

ارمغانِ نفیس

دیده و قلب و روح و جانِ نفیس
ہست ہر چیز زیبِ خوانِ نفیس
اے عزیزانِ من! قبول کنید
"برگِ گل" ہست ارمغانِ نفیس

۷ رجب ۱۴۲۲ھ
۲۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

صریرِ قلم



جدة : ١٢ شوال الكرم


سورة الفاتحة
بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العلمين
الرحمن الرحيم ملك يوم الدين
إياك نعبد وإياك نستعين اهدنا
الصرط المستقيم صرط الذين
أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم
ولا الضالين


بسم الله الرحمن الرحيم
وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين





ترجمہ: اور تمھاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو۔

بسم الله الرحمن الرحيم

المال والبنون زينة الحياة الدنيا

١٤٠١ھ

وَالبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ اَمَلًا ۝ القرآن الکریم

مال اور بیٹے رونق ہیں دُنیا کے جیتے ، اور رہنے والی نیکیوں پر بہتر ہے تیرے رب کے ہاں بدلہ ، اور بہتر ہے توقع (۱۵/۴۶)

بسم الله الرحمن الرحيم

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

یوسف ۱۲

بسم الله الرحمن الرحيم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تعالى

عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا

صدق الله العظيم

"قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں" - ترجمہ شیخ الہند

بسم الله الرحمن الرحيم

قل متاع الدنيا قليل

والاخرة خير لمن اتقى صدق الله العظيم

بسم الله الرحمن الرحيم

الله نور السموات والأرض

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كأنها كوكب دري
يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور
يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم صدق الله العظيم

١٤٠١

بسم الله الرحمن الرحيم

ما كان محمد أبا أحد من رجالكم
ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما

إن الدين عند الله الإسلام

ارتجالاً لأضحى في الاسلام مقتصر فيتحي الحمدان
كتبه نفيس الحسيني اللاهوري نزيل في بغداد
١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٩هـ
١٢٧-٣ كريم پارک، لاهور، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وانک لعلیٰ خلقٍ عظیم

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ فی بلدۃ سکردو بلتستان

الجامعۃ الاسلامیۃ، ٤ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

بخدمت بابرکت مصلح بلتستان حضرت مولانا محمد کشیر صاحب دامت برکاتہم

حب الوطن من الایمان

صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نفیس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوا علیہ و آلہ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینے میں میرا نام شُمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مَرُوں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار
اُڑا کے بادِ مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حُضُور کے روضے کے آس پاس نثار

اقتباس قصیدۂ بہاریہ حُجۃ الاسلام نانوتوی

ماخوذ فضائلِ درود شریف از شیخ الحدیث حضرت مولانا مُحمّد زکریا مُہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ

مدفون جنت البقیع المتوفی ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء دوشنبہ بعد عصر

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی ۱۴۰۲ھ

هو القادر

زاهد چو نشستی کجا جانی

وقت است که باده ریز ای ساقی

بنگر که چو جام فرزند ساقی

یعنی فرزند ساقی

١٣٩١ هـ

دعوتِ عمل

سید انور زیدی

دلوں میں حکمتِ قرآں لئے ہوئے اٹھو
جلالِ بوذر و سلماں لئے ہوئے اٹھو

وہ ہند دعوتِ ایثار دے رہا ہے تمہیں
رگوں میں خونِ شہیداں لئے ہوئے اٹھو

پکارتی ہے تمہیں آج وادیٔ کشمیر!
دلوں میں جوش کا طوفاں لئے ہوئے اٹھو

تمہارے مدِ مقابل ہیں کفر کے لشکر!
علیؑ کی قوتِ ایماں لئے ہوئے اٹھو

زمانہ خود تمہیں کہتا ہے "اپنے ہاتھوں میں
زمامِ گردشِ دوراں لئے ہوئے اٹھو"

تمہارے دین کی حرمت ہے چور دکھائے ہوئے
جگر پہ داغِ نمایاں لئے ہوئے اٹھو

کلائیاں کہ جو ہیں پنجۂ ستم میں اسیر!
انہیں چھڑانے کا ارماں لئے ہوئے اٹھو

ابھی تمہارا فسانہ بغیر عنواں ہے!
اٹھو فسانے کا عنواں لئے ہوئے اٹھو

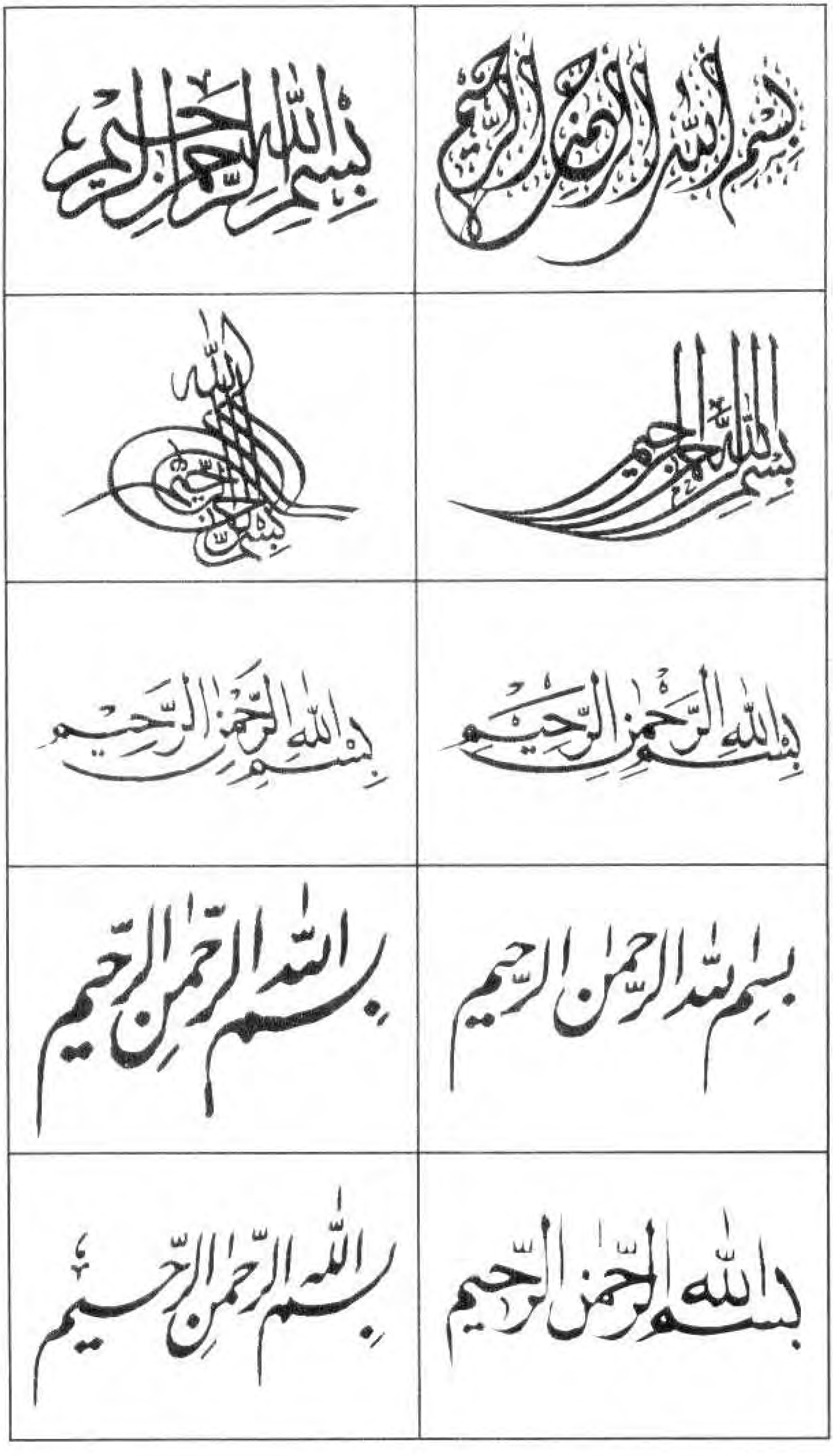
اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیر کرو
یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو

اپریل ۱۹۵۱ء

برگِ گُل ختم ہوئی

نفیس جواہر پارے


بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم


بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم ○

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ إِنَّ
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ وَ مِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ
وَ إِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَ مَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ
فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ
عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۙ
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۙ وَ لِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ
عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا
فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ أٰيٰتِنَا
وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْ

□ قرآن پاک کے اس صفحے کی کتابت سید نفیس الحسینی نے، اپنی دو تلمیذ خطاط ... آپ کے شاگرد محمد اشرف علی سیالکوٹی سنہ ۱۴۱۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ کی۔

الرحمن على العرش استوى

القرآن الكريم

نفيس ١٤١٣

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (سورة طه آيت ٥)

بسم الله الرحمن الرحيم

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

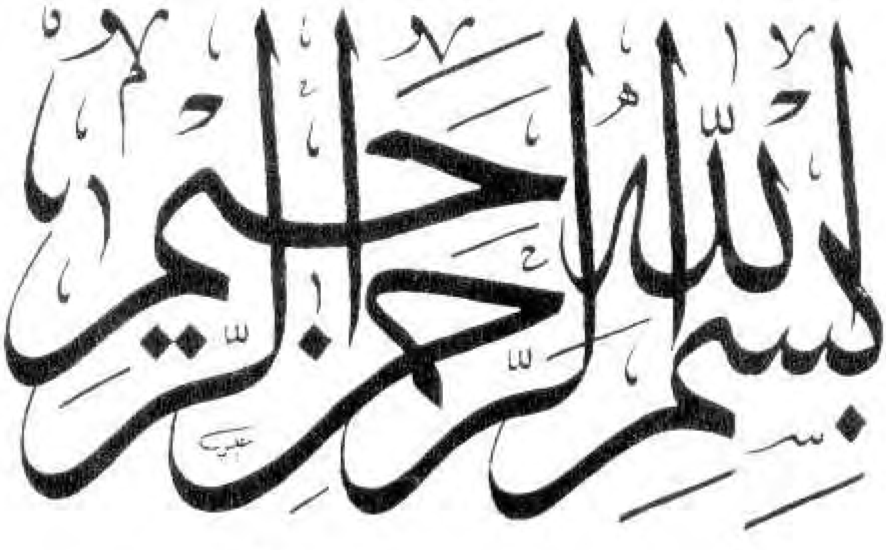
بسم الله الرحمن الرحيم

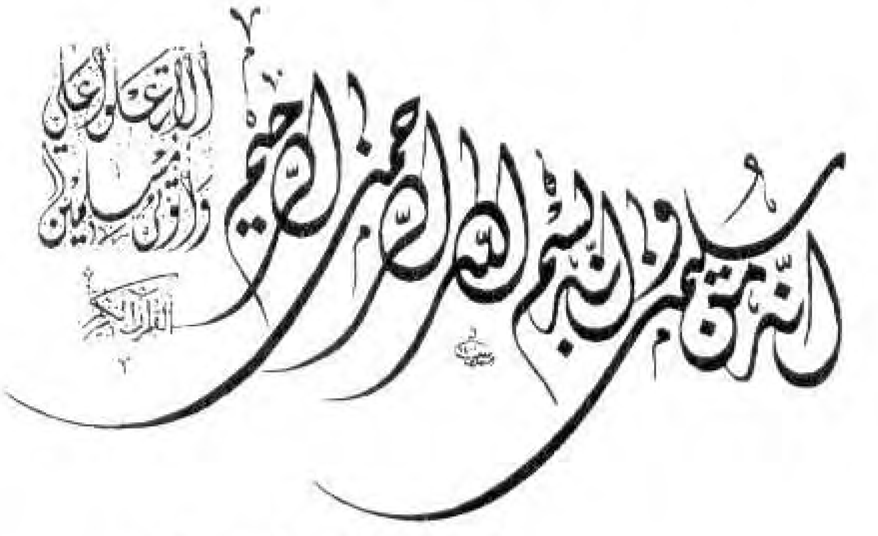
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

كتبه نفيس الحسيني اللاهوري عفي عنه ارتجالاً في بغداد ١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٨هـ

لأخي في الإسلام الشيخ حسن الجلبي التركي


بسم الله الرحمن الرحيم
اقرأ باسم ربك الذي خلق
خلق الإنسان من علق
اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم
القرآن الحكيم
علم الإنسان ما لم يعلم


بسم الله الرحمن الرحيم


إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم
ألا تعلوا علي وأتوني مسلمين
القرآن الكريم


بسم الله الرحمن الرحيم



بجهة اخي في الله رمضان بهيه سلمه الله : كتبه نفيس الحسيني الباكستاني في بلده

١٣ رمضان المبارك سنة



بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　قال اللہ فی القرآن المجید

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

ایاک نعبد و ایاک نستعین اہدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین

سید نفیس الحسینی　　۱۳۸۷ ہجری

بسم الله الرحمن الرحيم

اهدنا الصراط المستقيم

١٣٩٧ ھ

نفیس الحسینی

إن الله يغفر الذنوب

جميعا إنه هو الغفور الرحيم

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن اللہ علی کل شیء قدیر

کتبہ نفیس الحسینی

اللہ لطیف بعبادہ

یرزق من یشاء وھو القوی العزیز

بسم الله الرحمن الرحیم

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِى الْاَرْضِ

يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيبُ

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيعُ

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٦﴾ صدق اللّٰه العظيم ١٣٩٨ھ

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی غفر اللّٰہ ذنوبہ وستر عیوبہ

بسم الله الرحمن الرحيم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا


هو
الحي القيوم
قال الله تعالى
كل نفس ذائقة الموت
صدق الله العظيم
القرآن الكريم


بسم الله الرحمن الرحيم
رب اغفر وارحم وانت خير الراحمين

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ

أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

بسم الله الرحمن الرحيم

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه في جدة [illegible]
الجامعة الاسلامية ۱۰ ذوالحجة ۱۴۰۱ھ

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

ارتجالاً [illegible] في الاسلام [illegible]
كتبه نفيس الحسيني اللاهوري نزيل في بغداد
۱۳ رمضان [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه

ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيّات اعمالنا

من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له

ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له

ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله

صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تبارك وتعالى في القرآن الكريم

قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي

لله رب العالمين كتبه نفيس الحسيني غفرله

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تعالٰی فی القرآن العظیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ

رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب)

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صلّ على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميد مجيد

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميد مجيد

كتبه الفقير نفيس الحسيني الهندي عفا الله عنه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٢

درود شریف ابراہیمی

بسم الله الرحمن الرحيم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

كتبه الفقير نفيس الحسيني اللاهوري غفر الله ذنوبه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان آن فقیرِ کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۸ھ

صلی اللہ علیک وسلم دائما ابدا

اقبال

نقش کردہ: سید انور حسین نفیس رقم


بسم الله الرحمن الرحیم
۱۳۹۵
کتبه احقر العباد نفیس الحسینی
غفر الله ذنوبه
و ستر عیوبه


پیوسته امیدم بخدای متعال
آنست که بر مسند عز و اقبال
ایمن باشی ز آفت عین کمال
هرگز نرسد بمن گرد ملال
کتبه العبد الفقیر نفیس الحسینی
غفر الله ذنوبه
باستقبال قطعهٔ حضرت میر عماد الحسنی علیه الرحمه قلمی شد
لاہور : ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ



بسم الله الرحمن الرحیم
نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

خاک یثرب از دم او زنده گشت
صبح ما از مهر او تابنده گشت

سینه همچو مجمر دم دمم
در تب و پیچ سحر بر دمم

دکتر علامه محمد اقبال مرحوم

[illegible] ۱۳۹۲

[illegible] نفیسی تحریر نمود

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نان جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

علامہ اقبال
۱۹۳۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ میاں میر ولی
ہر خفی از نور جان او جلی

تربتش ایمان خاک شهر ما
مشعل نور هدایت بهر ما

علامہ اقبال طاب اللہ ثراہ

اثر خامہ نفیس رقم

لاہور : ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible] لبیک

در کعبه [illegible]

[illegible]

این وادی عشق است [illegible]

این ارض مقدس است فاخلع نعلیک

سید انور حسین نفیس رقم


بسم الله الرحمن الرحیم
اقبال


بسم الله الرحمن الرحیم
کتبه احقر العباد نفیس الحسینی غفر الله ذنوبه و ستر عیوبه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیا ای ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفی بر مرادِ دل بگوییم
بپای خواجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چشمان را بمالیم

اقبال

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی غفرلہ

لاہور : ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ





بسم اللہ الرحمن الرحیم
الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کا شمار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلوا علیہ وآلہ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شُمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مَروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اُڑا کے باد مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

اقتباس قصیدۂ بہاریہ حُجۃ الاسلام نانوتوی

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی ۱۴۰۲ھ

دیوبند

شاد باش و شاد زی اے سرزمینِ دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ملتِ بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند
حکمتِ بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دوچند

اسم تیرا بامسمّیٰ، ضرب تیری بے پناہ
دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند

تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جاں سے نثار
قرنِ اول کی خبر لائی تری الٹی زقند

تو علمبردارِ حق ہے، حق نگہباں ہے ترا
خیلِ باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند

ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا ان عالمانِ دینِ قیم نے پسند

جان کر دیں گے جو ناموسِ پیمبر پر فدا
حق کے رستے پر کٹا دینگے جو اپنا بند بند

کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

اس میں قاسم ہوں کہ انور شاہ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

گرمیٔ ہنگامہ تیری ہے حسین احمد سے آج
جن سے پرچم ہے روایاتِ سلف کا سربلند

مولانا ظفر علی خاں

السلام ای امیر ما السلام

السلام ای ضمیر ما السلام

جامی و رازی و واعظ و خواند میر

آل اطهار و پیر ما السلام

دانای راز

بسم الله الرحمن الرحیم

عمرها در کعبه و بتخانه می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانای راز آید برون

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

من به سیمای غلامان فر سلطان دیده ام
شعلهٔ محمود از خاک ایاز آید برون

خضر وقت از خلوت دشت حجاز آید برون
کاروان زین وادی دور و دراز آید برون

۱۳۸۸ھ

اقبال

۱۴ محرم الحرام

طرح نو می افگند اندر ضمیر کائنات
ناله ها کز سینهٔ اهل نیاز آید برون

چنگ را گیرید از دستم که کار از دست رفت
نغمه ام خون گشت و از رگهای ساز آید برون

کتبه
سید نور حسین نفیس رقم
سیالکوٹی

بسم الله الرحمن الرحیم

هر که ما را یار نبود ایزد او را یار باد
وانکه ما را رنجه دارد راحتش بسیار باد
هر که او خاری نهد در راهِ ما از دشمنی
هر گلی کز باغِ عمرش بشکفد بی خار باد

کتبه الفقیر السید حسن الراجی غفر الله ذنوبه
شعبان المعظم ۱۴۰۸ ه


بسم الله الرحمن الرحیم
ده یار بهشتی اند قطعی
بوبکر و عمر علی و عثمان
سعد است و سعید و بوعبیده
طلحه است و زبیر و عبدالرحمن
رضی الله عنهم و رضوا عنه


ای تیر غمت را دل عشاق نشانه
خلقی بتو مشغول و تو غایب ز میانه
گه معتکف دیرم و گه ساکن مسجد
یعنی که ترا می‌طلبم خانه بخانه
باستقبال قطعه آقا عبدالرشید دیلمی نوشته شد
لاهور : ۱۵ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ


لا اله الا الله محمد رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم


الهی عاقبت محمود گردان
کتبه الفقیر نفیس الحسینی بتقریب سیمینار شیخ الهند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سره

چند نایاب عربی کتب کے نام

بقلم نفیس

إعجاز القرآن

القاضی أبو بکر بن محمد الباقلانی

کتاب الفلسفة الأولی

أبو یوسف یعقوب بن إسحق الکندی

تهذیب الأخلاق

ابو علي احمد بن محمد بن یعقوب مسکویه

کتاب اللمع في التصوف

أبو النصر عبد الله بن علي السراج الطوسي

کیمیای سعادت

بو حامد محمد بن محمد الغزالي

مفتاح السعادة ومصباح السيادة

طاش كبرى زاده

معرفة أنواع علم الحديث أو مقدمة ابن الصلاح

ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المشهور بابن الصلاح

تذكرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم

القاضي بدر الدين بن أبي إسحق إبراهيم ابن جماعة

رسائل إخوان الصفا وخلان الوفا: الرسالة الجامعة

اخوان الصفا

كتاب الإشارات والتنبيهات

أبو علي الحسين بن عبد الله ابن سينا

حي بن يقظان

أبو بكر محمد بن عبد الملك ابن طفيل

رسالة في مبادئ آراء أهل المدينة الفاضلة

أبو نصر محمد الفارابي

جامع بيان العلم وفضله

أبو عمر يوسف بن عمر بن عبد البر

كتاب الفهرست

محمد بن إسحق بن محمد بن إسحق النديم

تهذيب الأخلاق

ابو علي احمد بن محمد بن يعقوب مسكويه

كتاب المسالك والممالك

ابو القاسم عبيد الله بن أحمد ابن خرداذبه

الهداية في شرح البداية

برهان الدين ابو الحسن علي بن ابي بكر المرغيناني

الرسالة

أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي

الأصول

علي بن محمد بن عبد الكريم البزدوي

كتاب الأشباه والنظائر

زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم الحنفي

الأحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام

شهاب الدين القرافي

كتاب الفروق في فروع الحنفية

جمال الدين ابو المظفر اسعد بن محمد الكرابيسي

الموافقات في أصول الشريعة

أبو إسحق إبراهيم الشاطبي

الأحكام السلطانية والولايات الدينية

ابو الحسن علي بن محمد بن الماوردي

كتاب السير الصغير

الإمام محمد بن الحسن الشيباني

السيرة النبوية

إبن هشام . جمال الدين أبو محمد عبد الملك

كتاب الوزراء والكتاب

أبو عبد الله محمد المعروف بالجهشياري

معالم القربة في أحكام الحسبة

ضياء الدين محمد المشهور بابن الأخوة

حياة الحيوان الكبرى

أبو البقا كمال الدين محمد بن موسى الدميري

طبقات ناصري

منهاج الدين عثمان بن سراج الدين جوزجاني

مروج الذهب ومعادن الجوهر

أبو الحسن علي بن الحسين المسعودي

أخبار مكة

أبو الوليد أحمد الأزرقي

المقدمة

ابو زيد ولي الدين عبد الرحمن ابن خلدون

الإعلان بالتوبيخ لمن ذم أهل التاريخ

شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي

الصاحبي في فقه اللغة وسنن العرب في كلامها

أبو الحسين احمد بن فارس اللغوي

كتاب التعريف بطبقات الأمم

أبو القاسم صاعد بن أحمد ابن صاعد القرطبي

كتاب ما للهند من مقولة مقبولة في العقل أو مرذولة

أبو ريحان محمد بن احمد البيروني

عيون الأخبار

ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري

كتاب البديع

ابن المعتز

كتاب الأدوار أو الرسالة الشرفية

صفي الدين عبد المؤمن الأرموي البغدادي

كتاب التاريخ

خليفة بن خياط

فتحنامه سند

علي بن حامد بن أبي بكر كوفي

كتاب صورة الأرض

ابو القاسم محمد بن على ابن حوقل

تحفة النظار في غرائب الأمصار وعجائب الأسفار

إبن بطوطة

الآثار الباقية من القرون الخالية

أبو الريحان محمد بن أحمد البيروني

كتاب النبات

أبو حنيفة أحمد بن داود الدينوري

كتاب الأزمنة والأنواء

أبو إسحاق إبراهيم بن إسمعيل اللواتي الأجدابي

حياة الحيوان الكبرى

ابو البقا كمال الدين محمد بن موسى الدميري

كتاب المناظر

أبو علي الحسن إبن الهيثم

ميزان الحكمة

أبو الفتح عبد الرحمن المنصور الخازني

كتاب الأسرار

أبو بكر بن زكريا الرازي

مفتاح الحساب

غياث الدين جمشيد بن مسعود الكاشي

كتاب شكل القطاع

نصير الدين محمد بن محمد الطوسي

كتاب المختصر في حساب الجبر والمقابلة

أبو جعفر محمد بن موسى الخوارزمي

نهاية الإدراك في دراية الأفلاك والهيئة

محمود بن مسعود الشهير بقطب الدين الشيرازي

نخبة الدهر في عجائب البر والبحر

شمس الدين أبو عبد الله الأنصاري الدمشقي

جامع المبادي والغايات

أبو علي الحسن بن علي المراكشي

القانون في الطب

أبو علي الحسين بن عبد الله بن سينا

كتاب شرح تشريح القانون

علاء الدين علي بن أبي الحزم القرشي المعروف بابن النفيس

التصريف لمن عجز من التأليف

أبو القاسم خلف بن العباس الزهراوي

كتاب الجدري والحصبة

أبو بكر محمد بن زكريا الرازي

الكتاب المهذب في طب العين

علاء الدين علي بن أبي الحزم القرشي المعروف بابن النفيس

كتاب الأغذية

ابن البيطار

التيسير في المداواة والتدبير

ابن زهر

كامل الصناعتين في البيطرة والزرطفة

أبو بكر بن بدر الدين المنذر البيطار

عيون الأنباء في طبقات الأطباء

موفق الدين أبو العباس أحمد بن القاسم الخزرجي ابن أبي اصيبعة

كتاب الفلاحة

أبو زكريا يحيى بن محمد ابن العوام الاشبيلي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ

وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

علمائے سرحد کی تصنیفی خدمات

نورانی قاعدہ

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ

تفسیر

بیان القرآن

عکس

مسائل السلوک
من
کلام ملک الملوک
فی العربیۃ

رفع الشکوک
ترجمہ
مسائل السلوک
فی الاردیۃ

وجوہ المثانی
مع
توجیہ الکلمات والمعانی
فی العربیۃ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت

رسولِ کریم ﷺ کی ۵۵ وصیتیں

دیوانِ غالب

دیباچه

مشامِ شمیم آشنایان را صلا و نهادِ انجمن نشینان را مژده که لختے از سامانِ مجمره گردانی آماده و دامنے از عودِ هندی دست بهم داده است، نه چوبهای سنگ‌کوب خوردهٔ به هنجارِ ناطبیعی شکسته بے‌اندام تراشیده بلکه به تبر شگافتهٔ به کارد ریز ریز کردهٔ به سوهان خراشیده۔

ایدون نَفَس گداختگیِ شوق به جستجوی آتشِ پارسی است، نه آتشے که در گلخنهای هند افسرده و خاموش و از کفِ خاکستر به مرگِ خودش سیه‌پوش بینی، چه بر وے مسلّم است از ناپاکی به استخوانِ مرده نام آرشکستن و از دیوانگی به رشتهٔ شمعِ مزارِ گشته آویختن۔ هر آیینه به دل گداختن نیرزد و بزم افروختن را نشاید۔

رُخِ آتش به صُنع برافروزنده و آتش پرست را به بادافراه هم در آتش سوزنده نیک میداند که پژوهندهٔ در هوای آن رخشنده آذرِ نغل در آتش است که به چشم روشنیِ هوشنگ از سنگ برون تافته و در ایوانِ لهراسپ نشو و نما یافته۔ خس را فروغ است و لاله را رنگ و مُغ را چشم و کده را چراغ۔

بخشنده یزدانِ درون به سُخن برافروز را سپاسم که شرارے از آن آتشِ تابناک به خاکسترِ خویش یافته به کاوکاوِ سینه شتافته‌ام و از نَفَس دمه بر آن نهاده۔ تُوکه در اندک مایه روزگاران آن مایه فراهم تواند آمد که مجمره را فرِّ روشنائیِ چراغ و رایحهٔ عود را بالِ شناسائیِ دماغ تواند بخشید۔

همانا نگارندهٔ این نامه را آن در سر است که پس از انتخابِ دیوانِ ریخته به گردآوردنِ سرمایهٔ دیوانِ فارسی برخیزد و به استفاضهٔ کمالِ این فرّ پرورفن پسِ زانوی خویشتن نشیند۔ امید که سخن سرایانِ سخنور ستای پراگنده ابیاتے را که خارج ازین اوراق یابند از آثارِ تراوشِ رگِ کلکِ این نامه سیاه نشناسند و جامه گردآور را در ستایش و نکوهشِ آن اشعار ممنون و ماخوذ نسگالند۔

یارب این توبی هستیِ ناشنیدهٔ از نیستی به پیدائی نارسیده یعنی نقش به ضمیر آمدهٔ نقاش که به اسدالله خان موسوم و به میرزا نوشه معروف و به غالب متخلص است، چنانکه اکبرآبادی مولد و دهلوی مسکن است، فرجامِ کار نجفی مدفن نیز باد۔ فقط۔

(بست و چهارمِ شهرِ ذیقعده سنه ۱۲۴۸ھ)

دیوانِ غالب

دردِ منّت کشِ دوا نہ ہُوا　　میں نہ اچھا ہُوا، بُرا نہ ہُوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو　　اِک تماشا ہُوا، گِلا نہ ہُوا
ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں　　تُو ہی جب خنجر آزما نہ ہُوا
کِتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب　　گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہُوا
ہے خبر گرم اُن کے آنے کی　　آج ہی گھر میں بوریا نہ ہُوا
کیا وہ نمرُود کی خُدائی تھی؟　　بندگی میں مِرا بھلا نہ ہُوا
جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی　　حق تو یُوں ہے کہ حق ادا نہ ہُوا
زخم گر دَب گیا، لہُو نہ تھما　　کام گر رُک گیا، رَوا نہ ہُوا
رہزنی ہے کہ دِلستانی ہے؟　　لے کے دِل، دِلستاں روانہ ہُوا

کُچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سَرا نہ ہُوا

نہ تھا کُچھ تو خُدا تھا، کُچھ نہ ہوتا تو خُدا ہوتا
ڈُبویا مُجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا مَیں تو کیا ہوتا

ہُوا جب غم سے یُوں بے حِس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جُدا تن سے تو زانُو پر دھرا ہوتا

ہوئی مُدّت کہ غالب مرگیا، پر یاد آتا ہے
وہ ہر اِک بات پر کہنا کہ یُوں ہوتا تو کیا ہوتا

دیوانِ غالب

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور — تنہا گئے کیوں، اب رہو تنہا کوئی دن اور
مٹ جائے گا سر، گر ترا پتھر نہ گھسے گا — ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور
آئے ہو کل، اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں — مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا، کوئی دن اور
جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے — کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
ہاں اے فلکِ پیر، جواں تھا ابھی عارف[1] — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور
تم ماہِ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے — پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور
تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے! — کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
مجھ سے تمھیں نفرت سہی، نیر سے لڑائی — بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
گزری نہ، بہ ہر حال، یہ مدت خوش و ناخوش — کرنا تھا جواں مرگ! گزارا کوئی دن اور

ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

[1] یہ زین العابدین خان عارف کا مرثیہ ہے۔

دیوانِ غالب

شوق، ہر رنگ رقیبِ سرو ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیٔ دل کی یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پَرافشاں نکلا

بُوئے گُل، نالۂ دِل، دُودِ چراغِ محفل؛
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذّتِ درد
کام یاروں کا بہ قدرِ لب و دنداں نکلا

اے نو آموزِ فنا ہمّتِ دُشوار پسند!
سخت مُشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

دِل میں پھر گریے نے اِک شور اُٹھایا غالِب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طُوفاں نکلا

کلامِ بُلھے شاہؒ

کلامِ بُلھے شاہؒ کا قدیم ترین مطبوعہ نسخہ جو ملک ہیرا نے لاہور سے ۱۸۹۰ء میں شائع کیا، علاوہ دیگر اغلاط کے سراسر غلط ہے۔ اس سے قبل بظاہر قوال لوگ ہی آپ کے کلام کے وارث رہے ہیں۔ اگرچہ آپ کے کسی ہم عصر یا قریبی عصر کے قلمی نسخے کا کسی جگہ دبے ہونے موجود ہونا بعید از قیاس نہیں، تاہم واقعہ یہ ہے کہ دنیا ابھی تک ایسے کسی نسخے سے روشناس نہیں ہوئی۔ کلام کے صرف زبانی یاد رکھنے کا ایک اثر یہ ہوا ہے کہ کافیاں علاقائی لہجوں کے اختلافات سے متاثر نظر آتی ہیں۔ شمال کے طور پر "میں گل اوہتے وی کرناں ہاں" یہ "اتھے وی گل دو آبے کی بولی معلوم ہوتی ہے۔ "کن کیکون بہ آگیا" "آتاں اساں بھی کرے آ آسے" میں پچھم ہزارے کا لہجہ نمایاں ہے اور "بگل ڈھونڈیم، بیلا ڈھونڈیم، ڈھونڈیم سارا جہاں" میں بہاولپوری طرز کلام صاف ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قوالوں سے بُلھے شاہ کے کلام کو لے کر مدون کیا گیا تو متن میں بہت زیادہ اختلافات ظاہر ہوئے۔ اگر بُلھے شاہ خود اپنا کلام مدون کر جاتے تو متنوں کے اختلافات اتنے وسیع نہ ہوتے۔ اس کے باوجود یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ چھپے ہوئے کلام کا غالب لہجہ لاہور قصور اور ساہیوال کا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کہ حضرت بُلھے شاہؒ چھ سال کی عمر سے آخر وقت تک اسی علاقے میں رہے ہیں۔

بُلھے شاہؒ کے کچھ مجموعوں کے طبع اور شائع ہو جانے کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ ابھی تک قوالوں سے ان کا سارا کلام حاصل کر کے محفوظ نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے ایک قطعہ بُلھے شاہؒ کے ایک قطعے کے جواب میں لکھا ہے جو ہمیں کسی جگہ چھپا ہوا نہیں ملتا۔ وہ قطعہ اس طرح شروع ہوتا ہے،

حضرت بُلھے شاہؒ کی زندگی کے حالات بالتفصیل اور بالیقین معلوم نہیں۔ ان کی پیدائش کا مقام اُچ گیلانیاں اور زمانہ ۱۶۸۰ء بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے والد شاہ محمد درویش حسب تلاش روزگار ہیں ترک وطن کر کے قصور کے قریب آ بسے تو اس وقت حضرت کی عمر چھ سال کی بتائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں ایسا چھ سال کا بچہ جو اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا ہو جو اُچ سے آئے ہوں، مدت العمر اپنے کلام میں وہاں کی بولی کا اثر ظاہر کرتا ہے گو لیکن کلام بُلھے شاہ میں ایسے اثرات زیادہ نمایاں نہیں اور اس کی وجہ آگے بیان ہوگی۔ آپ نے دینی تعلیم غلام مرتضےٰ امام مسجد قصور سے حاصل کی۔ کتب فقہ و شرع کے حوالے آپ کے کلام میں کئی جگہ پائے جاتے ہیں، غالباً اسی تعلیمی دور کا اثر ہیں۔ جوانی میں آپ لاہور آکر حضرت عنایت شاہ قادری کے مرید ہو گئے جن سے آخر تک ایک جذب اور پاکیزہ محبت و عقیدت کا ایسا تعلق قائم رہا جو رومی اور شمس تبریز اور خسروؒ اور حضرت نظام الدین کے رشتے کی یاد دلاتا ہے۔ حضرت بُلھے شاہؒ کے کلام میں کم ایسی کافیاں ملیں گی جن میں انھوں نے اپنے پیر اور تخت لاہور کا ذکر والہانہ جذبے کے ساتھ نہ کیا ہو۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ قصور میں گزارا، شادی نہیں کی اور ایک روایت کے مطابق ۱۷۵۸ء میں انتقال فرمایا۔ لوح مزار پر سن وفات ۱۱۷۱ھ درج ہے جو عیسوی سن ۱۷۵۸ء کے مطابق ہوتا ہے۔

آپ کے کلام کا کوئی مصدقہ متن دستیاب نہیں۔ ۱۷۰۰ء سے ۱۷۵۰ء تک کا زمانہ پنجاب میں ایک بڑی بدامنی کا زمانہ تھا جس کا ذکر دو ایک جگہ خود بُلھے شاہ نے اپنی کافیوں میں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کا مدون کلام اس زمانے کی شورشوں میں گم ہو گیا ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے نہ خود لکھا ہو اور نہ کسی کو لکھنے دیا ہو۔ چنانچہ پریم سنگھ قصوری جنھوں نے ۱۸۹۶ء میں ان کا کلام جمع کیا، لکھتے ہیں کہ آپ اُمّی یعنی ان پڑھ تھے لہٰذا آپ اپنا کلام لکھ نہیں سکے لیکن پریم سنگھ قصوری کا یہ قیاس درست نہیں ہو سکتا۔ اولاً اس لیے کہ کلام میں جا بجا کتب فقہ کے حوالے اور آیات قرآنی کے اقتباسات موجود نظر آتے ہیں، ثانیاً اس لیے کہ آپ نے اپنی کافیوں میں بہت کچھ علم کے ایک بے نتیجہ ہونے پر بحث کی ہے جو صرف کوئی عالم فاضل ہی کر سکتا ہے ورنہ ان پڑھ لوگ تو علم سے ترتم کی حد تک مرعوب ہوتے ہیں۔

کلامِ بُلھے شاہؒ

کیسی توبہ!

کیسی توبہ ہے ایہ توبہ ، ایسی توبہ نہ کر یار

مُونھوں توبہ ، دِلوں نہ کردا ، اِس توبہ تھیں ترک نہ پھڑدا
کِس غفلت نے پایو پردا ، تینوں بخشے کیوں غفار

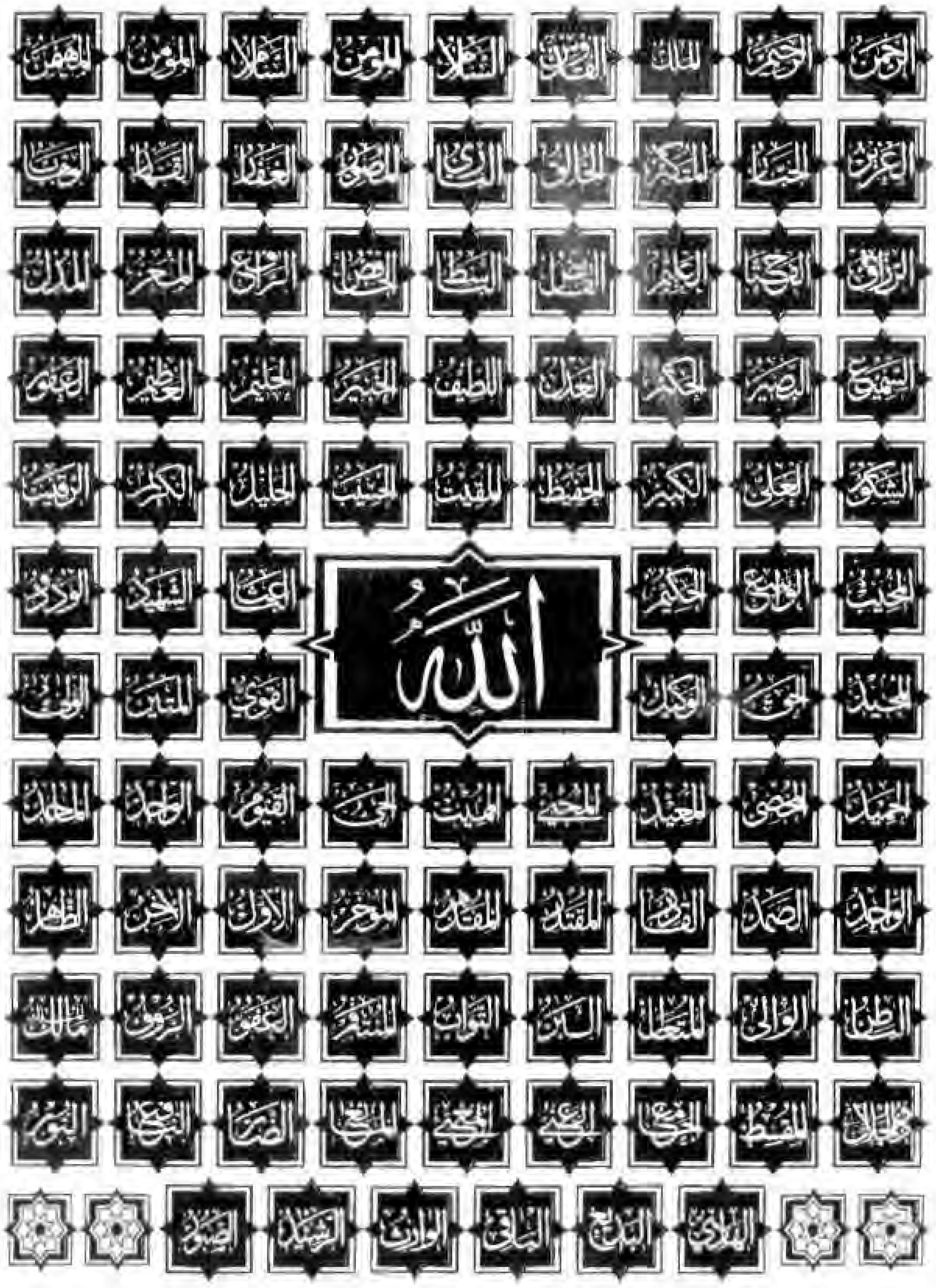
سائیں دے کے لوں سوائے ، ڈُھڈیاں اُتے بازی لائے
مُسلمانی اوہ کِتھوں پائے جس دا ہووے ایہ کِردار

جنت نہ جانا اوتھے جاویں ، حق بیگانہ مکر کھاویں
کُوڑ کِتاباں سِر تے چاویں ، ہووے کیہ تیرا اِعتبار اعتبار

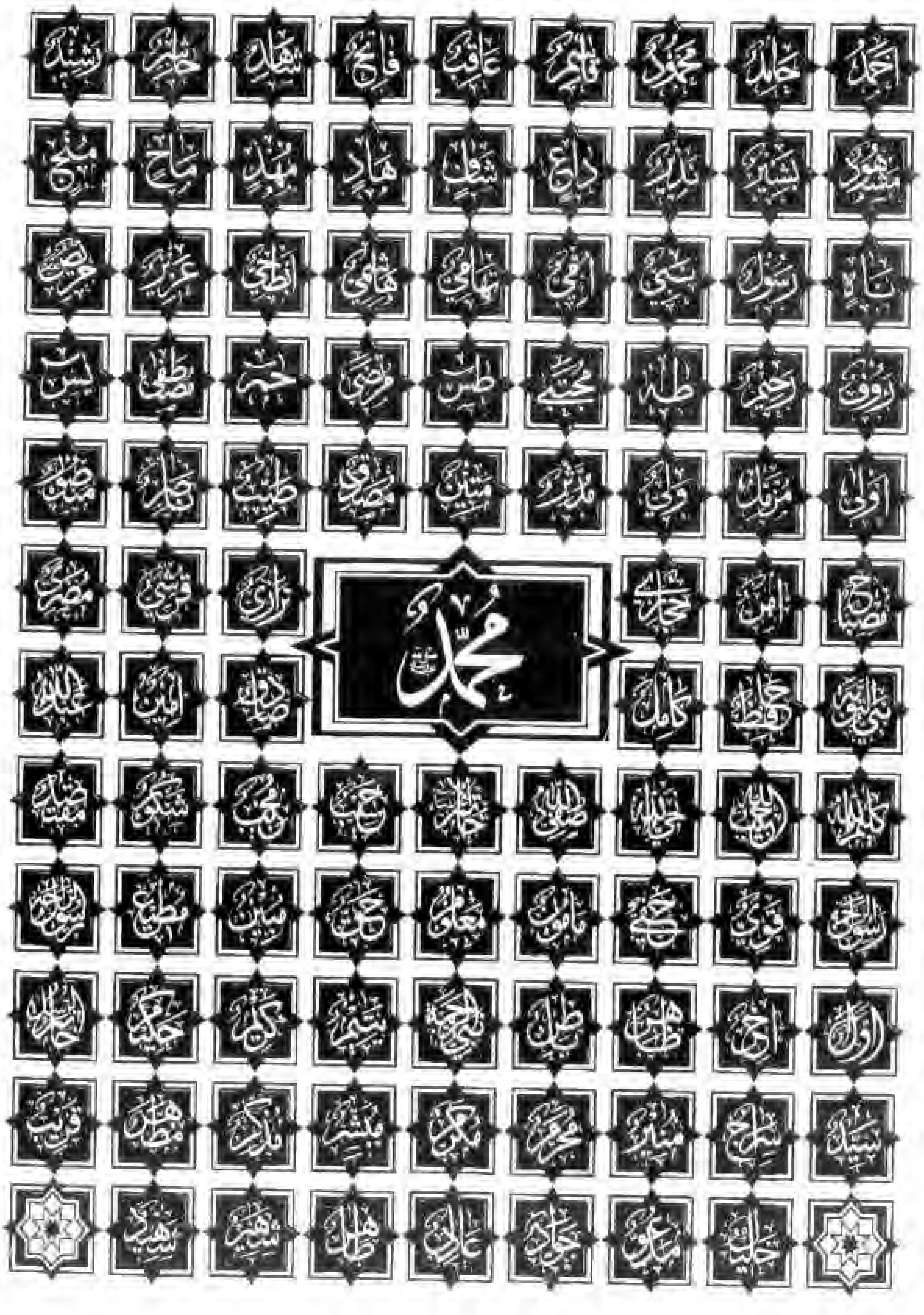
ظالم ظُلموں ناہیں ڈر دے ، اپنی کیتیوں آپے مردے
ناہیں خوف خُدا دا کردے ، ایتھے اوتھے ہون خوار

کیسی توبہ ہے ایہ توبہ ، ایسی توبہ نہ کر یار

قلم نفیس سے لکھے ہوئے اسماء الحسنٰی



قلم نفیس سے لکھے ہوئے اسماء النبی ﷺ



جدید سیرۃ النبی پر شاہ صاحب کے تأثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پیشِ نظر کتاب ”جدید سیرۃ النبی“ جناب مولانا محمد اسحاق صاحب ملتانی کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے مشاہیر اہلِ قلم کے خیابانِ عقیدت سے پھول چن چن کر یہ گلدستہ تیار کیا ہے۔ علامۃ الفاضل حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب زید مجدہم نے اس پر دلآویز مقدمہ لکھا ہے۔ میرے نزدیک اس کتاب کی تائید میں یہی مقدمہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیتِ عامہ سے نوازے اور بروزِ حشر مؤلف اور قارئین کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

احقر
نفیس الحسینی
۱۷ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعارف و تقدیم

فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ

مشاہیر امت کے تاثرات

حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

پیش نظر کتاب ''جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اراکین ادارہ تالیفات اشرفیہ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازے اور بروز حشر مؤلف اور قارئین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

یادگار اسلاف حضرت قاری محمد سالم قاسمی صاحب زید مجدہ

(جانشین حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ)

سیرت النبی مرادات ربانی کی عملی توضیح کا نام ہے علمی شرح کا نام سنت رسول اور توضیح عملی کا نام سیرت رسول ہے۔ حضرات اکابر رحمہم اللہ کا ذوق علمی و ذوق دینی اور ذوق عملی اسکا متقاضی بنا کہ اپنے اپنے طرز فکر کے لحاظ سے سیرت النبی پر قلم اٹھائیں۔ الحمدللہ کہ یہ ذخیرہ بھی عظیم پیمانے پر جمع ہوگیا جس کو یکجائی صورت میں پیش کر کے ادارہ ''تالیفات اشرفیہ ملتان'' نے شائع کر کے احسان عظیم فرمایا ہے۔

حضرۃ قاری منصور احمد صاحب مدظلہ

(کالم نگار ''ضرب مومن'' کراچی)

سیرت نگار شخصیات

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ

حکیم الامت حضرۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرۃ مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ

حضرۃ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ

فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

چند خصوصیات: ☆ اکابر علماء حق کی اردو زبان میں لکھی گئی تمام مستند کتب سے انتخاب۔ جن کے مطالعہ سے صرف معلومات میں اضافہ ہی نہیں بلکہ مؤلفین کے اخلاص کی برکت سے عشق نبوی اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، جو اس کتاب کی بنیادی خصوصیت ہے۔ ☆ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے لیکر عصر حاضر تک کے جملہ مستند سیرت نگاروں کی کتب سے منتخب مضامین۔ ☆ عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر ''ختم نبوت'' اور ''حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان پر مستند مضامین جو عام کتب سیرت میں نہیں ملتے۔ ☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج پر غیر مسلمین کے شبہات پر مفصل مقالہ۔ ☆ **300** سے زائد مقدس مقامات کی رنگین تصاویر جو آنکھوں کیلئے نور اور دل کیلئے سرور ہیں۔ ☆ پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے نقشوں کا التزام...... جن کی مدد سے واقعات اور حالات کو سمجھنا آسان۔ حضرت سید نفیس الحسینی ودیگر اکابر کا نعتیہ کلام لفظ ''اللہ'' اور ''محمد'' تقریباً پچاس ڈیزائنوں میں۔ ☆ تقریباً **5** ہزار عنوانات پر مشتمل۔

غیر ملکی اعلیٰ نفیس پیپر **1600** صفحات **3** جلد۔ رعایتی قیمت صرف **580/-** روپے

اردو زبان میں سیرت محمدی کے بکھرے ہوئے پھول اپنے رنگ و خوشبو میں جدا جدا دلفریبی و دلکشی تو رکھتے تھے لیکن انہیں گلدستہ کی شکل دینے کا اعزاز ''ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان'' کے حصہ میں آیا۔ اس نے سیرت کی پندرہ کتابوں کے مشترک مواد کو ''جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں جمع کر دیا۔ انتخاب فقط انہی کتابوں کا کیا ہے جن کے مصنف سوز و ساز رومی اور پیچ و تاب رازی کے مرقع تھے اس لئے ان کتابوں سے صرف معلومات ہی نہیں بلکہ عمل کا جذبہ ابھرتا ہے۔ مزید تین سو سے زائد ایسی نادر تصویریں اس میں جمع کر دی ہیں جن سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے۔ .... مطالعہ کے بعد کسی صاحب ذوق کو دیجئے۔ شکریہ

محب عزیز جناب حافظ محمد اسحق صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی قدس سرہٗ نے بھی مثنوی شریف کا ایک حصہ لکھا - جو اب نایاب ہے - میں نسخہ آپ کی خدمت میں برائے اشاعت بھیج رہا ہوں - امید ہے شایان شان طریقے سے طبع کرائیے

فقط الحسنی

احقر

کریم پارک ۱۷۱۱

۹ رمضان المبارک

۱ ۲ ھ

مثنوی دفتر ہفتم جو حضرت شاہ صاحب نے اپنی تحریر بالا کے ساتھ بھجوایا جس کو الحمدللہ ادارہ نے شائع کر کے شاہ صاحب کی دُعائیں حاصل کیں

قصیدۃ فی مرثیۃ مرشدی ومولائی السید انور حسین نفیس الحسینی رحمہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی فاضل جامعہ نصرت العلوم مہتمم جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالا

حمداً لک اللهم حمداً أجمَعَ

اے اللہ! تو کامل اور جامع تعریف کے لائق ہے

والسّلام على الرّسول وآله ومن تَبعَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی آل اور آپ کے سب پیروکاروں پر سلام ہو

مُرشِدُنا انور حسين سيّد نفيس الحسينی

ہمارے مرشد انور حسین سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ ہیں

جاهَدَ طُرق الهُدىٰ سَلکَ صِراطَ الممُصطفىٰ

آپ نے ہدایت کے طریقوں پر چل کر مجاہدہ سے کام لیا

اور آپ طریق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالک ہیں

قد رَفعَ عَلَمَ الهُدى فأصبح بدرَ الدُّجى

آپ نے ہدایت کا علم بلند کیا اور چودھویں کے چاند بن کر گمراہی کی تاریکیوں کو ختم کیا

أحى تُراثَ المسلمينَ وحىَّ حيوٰةً طيّبة

مسلمانوں کے علمی اثاثوں کو زندہ کیا اور حیات طیبہ بسر کی

كَانَ شُغلُ عُسُرِهٖ ذِكرًا لِاِسْمِ رَبِّهٖ

رب تعالیٰ کا اسم ذات کا ذکر آپ کی ساری عمر کا شغل رہا

ربُّ العُلى قد غَفره تقبَّل قبولاً حسنًا

رب بزرگ و برتر آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کو اپنا مقبول بنائے

قد كَا يُحيى ليلهٗ مِثلَ نَهَارٍ أكثرَ

آپ شب زندہ دار تھے اپنی اکثر رات دن کی طرح ذکر میں بسر کرتے

يَتلُوا كتاب ربِّهٖ حق تلاوتهٖ تلَى

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے جیسا تلاوت کرنے کا حق ہے

كان رجلاً واحدًا فردًا وحيدًا شاهدًا

اپنی صفات میں یکتا، بے مثل اور حق کے شاہد تھے

بالعُرف يأمُرُ صَحْبَهُ واَشدَّ عن مُنكَرٍ نَهَى

اپنے اصحاب کو معروف کا حکم فرماتے اور برائی سے سختی سے منع کرتے تھے

يَطلعُ جمالُ وَجْهِهٖ عِند كل من يراه

ہر دیدار کرنے والے کے لیے آپ کا چہرہ مظہر جمال تھا

ومِن جَلالَةِ جدّه الُحُسين قد مُزِجا

آپ کا جلال اپنے جد امجد حضرت حسینؓ کے جلال کا عکس تھا

مالهٗ من مجلس يخلوا من ذكر شيخهٖ

آپ کی کوئی مجلس آپ کے شیخ، اکابر و صلحاء اولیاء کے ذکر سے خالی نہ ہوتی

ومن الاكابر والتّقى رقّ بِالعَبرِ والبُكى

ان کے ذکر سے آپ آنسو بہایا کرتے تھے اور آپ پر رقت طاری ہو جاتی

لاسيّما فى الشيخِ أعنى السيّد أحمدَ

خصوصاً آپ کو اپنے شیخ سید احمد شہید رحمہ اللہ سے والہانہ محبت تھی

كانّهٗ قد نَشا من حُبّهٖ مُبتدءً ا

گویا شروع ہی سے آپ کی نموان کی محبت سے ہوئی

أثرُ بقيّة من سَلف خيرُ بقيّة من خلف

آپ بقیۃ السلف اور بعد کے لوگوں کے لیے حجت ہیں

فاللّٰه يقبلهُ العمل ويرزُقهُ خيرَ الاَمل

اللہ تعالیٰ آپ کے عمل کو قبول فرمائے اور آپ کو اپنی نیک اُمیدوں کا صلہ عطا فرمائے

يارَبّ اكرِمُ ضيفهٗ احسن لهٗ نزُولَهٗ

اے پروردگار! اپنے مہمان کی عزت افزائی فرما اور اپنے ہاں ان کی آمد کو قبول فرما

اِنّهٗ قد جائک من دارهٖ دارالفنا

کیونکہ وہ دار فنا سے آپ کے ہاں آئے ہیں

بہ نفسِ نفیس

(پروفیسر محمد رفیق اذفر)

حضرت اقدس سید والانفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ہنر پرورانِ زمانہ — بہ کیواں رسانید آثارِ خامہ
بدستِ گہربارِ انور حسینی — نگارِ قلم بوسہ زَد عاشقانہ
گِرائید بہ اَوجِ پرّان مُوئے قلمش — سرِاید بہ آہنگِ طُوبیٰ چکامہ
ثنامی فرستند بہزاد و مانی — بہ تحسینِ حرف و معانیٔ یگانہ
بہ گل زارِ اقلیمِ شب زندہ داراں — خرامیدہ ایٔ احسنتؔ خسروانہ
تُرا بدرَقہ حضرت رائے پوریؒ — بہ راہے کہ پیمودہ ای قادرانہ
رہِ عاشقی ہیچ پایاں ندارد — کہ بحرِ محبت بودَ بے کرانہ
توئی طائرِ خوش نوائے سعادت — بود شاخِ سِدرہ تُرا آشیانہ
منم اذفرِ بے نوائے فقیرے — ثناء و دُعا می کُنم عاجزانہ

قطعات

تواریخ وصال حضرت سید انور حسین نفیسی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

از: پروفیسر محمد رفیق اذفر

''غروبِ مُبصرِ حُسنِ شِیَم''

2008ء

شرحِ ہجرانِ مریداں می نیاید در قلم   جانِ مشتاقاں تپد در نیم شب و صبحدم
خواجہ ام آرام گیرد در شبستانِ عدم   غمزدہ ام از ''غروبِ مُبصَرِ حُسنِ شِیَم''

''طُغرا نویسِ اَحمدم ﷺ''

۱۴۲۹ھ

نفسے بیادش می زدم   آمد صدائے دلبرم
نہ شاعرم نہ کاتبم   ''طغرا نویس احمدم''

''خاموش باشد شمعِ فروزاں''

2008ء

بحر عیادت رفتم بجاناں   باچشم حیراں باجانِ گریاں
آمد صدائے ہاتف بگوشم   ''خاموش باشع شمعِ فروزاں''

تاریخ وصال حضرت ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق 5 فروری 2008ء

قطعہ تاریخ وفات

جوہر خوبی و نفاست سید نفیس الحسینی صاحب رحمہ اللہ

(۱۴۲۹ھ)

''ذریت رسولِ حرمین عزیز'' آہ سید نفیس

تا زندگی ناموس نبوت کا تو رہا پاسباں
تحریک ختم نبوت کا رکن اعظم و رئیس
اپنے اجداد کی عظمتوں کا تھا تو امیں
تبلیغ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی رہی تری تخصیص
تیری شاعری عشق حقیقی کا مژدہ جانفزا
تری حمد و نعتیں ہیں سب سے اعلیٰ و نفیس

تو ''بامجد رئیس الخطاط العصر موجود''

رحمت یزداں رہے ہر دم تری انیس

۱۴۲۹ھ

''آسودۂ باغ فردوس'' ''عرشیوں کا ہم جلیس''

رحت پہ تیری مضطرب ہے مہر بے نوا
کہاں سے ڈھونڈے ایسا مرشد عالی و نفیس

از: سید مہر حسین بخاری ''بیت التوحید'' کامرہ مکان ضلع اٹک